

۱۳۲۰

# صدام حسین

1937-2006

ڈاکٹر ندیم احمد



پیدائش سے پھانسی تک چونکا دینے والے انکشافات

صدام حسین

1937-2006

”امریکہ یاد رکھے مردہ صدام، زندہ صدام سے زیادہ خطرناک ہوگا۔“

(صدام حسین۔ بغداد 2006)

# صدام حسین

1937—2006

پیدائش سے پھانسی تک چونکا دینے والے انکشافات

ڈاکٹر ندیم احمد

صبیح پبلشرز

اردو بازار، لاہور

Email: [sabeehpublishers@yahoo.com](mailto:sabeehpublishers@yahoo.com)

فون: 0300-4656003

98385

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

صدام حسین	:	نام کتاب
ڈاکٹر ندیم احمد •	:	مصنف
2007	:	سال اشاعت
جمیل پرنٹرز بلال گنج لاہور	:	پرنٹر
صبح پبلشرز، اردو بازار، بلاہور فون 0300-4656003	:	ناشر
ای لنکس، اردو، بازار، لاہور۔ 042-7003402	:	کمپوزر
160 روپے	:	قیمت

## ترتیب

7	باب	پہلی بات
11	1-	سیاہ صبح
15	2-	جب صدام حسین کو پھانسی کے لئے جگایا گیا
17	3-	صدام حسین کے آخری لمحات
29	4-	پھانسی پانے والے اصل صدام حسین نہیں؟
33	5-	صدام حسین کی پھانسی مسلم ممالک کے حکمرانوں کو امریکی اشارہ
37	6-	صدام حسین کو عجلت میں پھانسی کیوں دی گئی؟
43	7-	فاتح کا انتقام
49	8-	صدام حسین کا مقدمہ: کب کیا ہوا؟
61	9-	کون سا صدام زیادہ خطرناک؟
65	10-	دبیل میں کیا ہوا تھا؟
69	11-	خدشات جو حقیقت بن گئے
75	12-	عراقی بیچتی کا نیا منصوبہ
83	13-	صدام ابتداء سے گرفتاری تک
117	14-	صدام ہش خاندان کی دشمنی کا نشانہ بنے؟
127	15-	صدام حسین کا آخری خط
129	16-	صدام حسین کی کہانی

- 149 -17 - صدام حسین کا ایک نجی انٹرویو
- 153 -18 - صدام کی پھانسی پر عالمی رد عمل
- 159 -19 - عراق سٹڈی گروپ کی رپورٹ
- 165 -20 - امریکہ کا اگلا شکار
- 175 -21 - عراق کی تحریک مزاحمت کا مستقبل
- 187 -22 - عراق کا مستقبل

## پہلی بات

## صدام حسین زندہ رہیں گے!

صدام حسین ہمارے درمیان موجود نہیں لیکن ہمارے دلوں اور دماغوں میں زندہ ہیں۔ انہوں نے جس طرح پھانسی کے پھندے کو چوما۔ وہ منظر اب بھی ہماری آنکھوں کے سامنے گھوم رہا ہے۔ ایسا لگ رہا ہے صدام حسین کی پھانسی کل کی بات ہو۔ صدام حسین کو پھانسی دیے کئی سال حتیٰ کہ صدیاں گزر جائیں گی وہ تب بھی زندہ رہیں گے۔ صدام حسین کی پالیسیوں سے اختلاف کیا جاسکتا ہے۔ ہر حکومت کی طرح انہوں نے بھی بعض سیاسی غلطیاں کی ہوں گی۔ لیکن ایک بات پر پوری دنیا متفق ہے کہ صدام کے دور میں عراق میں اتنی کرپشن اور لوٹ مار نہیں تھی۔ فرقہ واریت کے عفریت نے عراق کو اپنی لپیٹ میں نہیں لیا تھا۔ جبکہ آج عراق میں ہر طرف کرپشن کا بازار گرم ہے شاید یہ امریکہ کا بویا ہوا بیج ہے جس کا مقصد عراق کو تباہ و برباد کرنا اور عرب ممالک پر امریکہ کے کنٹرول کو مضبوط کرنا ہے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ صدام حسین کو پھانسی کیوں دی گئی۔ ان پر جن الزامات کے تحت مقدمہ چلایا گیا ان میں تو امریکہ اور امریکی صدر، صدام کے شانہ بشانہ تھے۔ صدام حسین کو کیمیائی ہتھیار اور کلسٹر بم امریکہ نے ہی فراہم کیے جو عراق کی شیعہ آبادی



اور سنی کردوں پر استعمال کیے گئے۔ درحقیقت یہ تمام مقدمہ تو ایک ڈرامہ تھا۔ صدام کو امریکہ اور اسرائیل کی مخالفت کرنے کی سزا دی گئی۔ امریکیوں کو پتہ چل گیا تھا کہ صدام حسین اسرائیل کے خلاف فیصلہ کن جنگ کے لیے عراقی فوج کو منظم کر رہے ہیں۔ اور وہ کسی وقت بھی اسرائیل پر حملہ کر سکتے ہیں۔ امریکہ میں مقیم یہودی لابی نے نائن الیون کا فائدہ اٹھاتے ہوئے امریکیوں کے غم و غصے کا رخ صدام حسین کی طرف موڑ دیا۔ حالانکہ نائن الیون کی منصوبہ بندی کرنے والوں میں سے کسی ایک کا تعلق بھی صدام حسین سے نہیں تھا۔ عراق پر تباہ کن کیمیائی ہتھیار بنانے کا لازم لگا کر عراق پر حملہ کر دیا گیا۔ عراق پر امریکہ قبضے کے بعد سے اب تک 5 لاکھ سے زیادہ عراقی شہید ہو چکے ہیں۔ کیا اقوام متحدہ اور مہذب دنیا ان عراقیوں کے قتل عام پر امریکی صدر کے خلاف بھی مقدمہ چلائے گی اور انھیں بھی پھانسی پر لٹکایا جائے گا؟

امریکہ اور اسرائیل نے مسلمانوں اور مسلم ممالک کے خلاف جو جنگ شروع کی ہے۔ صدام حسین نے اس جنگ میں بہادری اور استقامت کے ساتھ سازشوں کا مقابلہ کیا۔ موت کو گلے لگا لیا لیکن امریکہ کے آگے نہیں جھکے۔ جو لوگ صدام کے خلاف تھے وہ بھی کہہ رہے ہیں صدام نے جرأت کی تاریخ رقم کی۔ مسلمان موت سے نہیں ڈرتا۔ حضرت علیؑ کا ارشاد ہے ”اس سے پہلے کہ موت تم پر آئے تم موت پر جا پڑو۔“

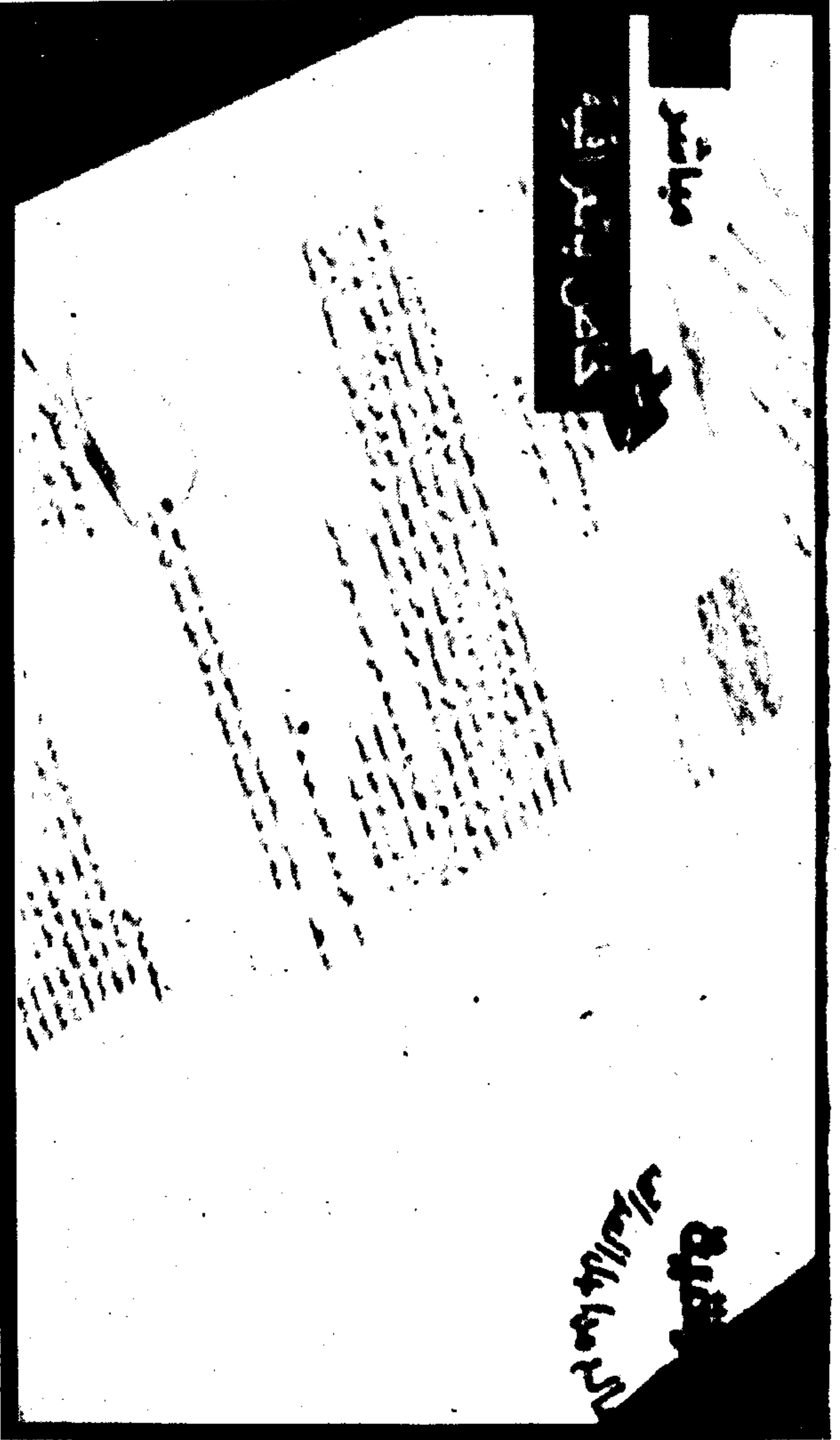
آج عالم اسلام کا بچہ بچہ امریکہ اور اسرائیل کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنی جان دینے کے لیے تیار ہے۔ صدام حسین دنیا بھر کے آزادی اور حریت پسندوں کے ہیرو بن چکے ہیں۔ ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ صدام حسین کی جدوجہد کسی شیعہ، کرد یا سنی کے خلاف نہیں تھی بلکہ امریکہ اور اسرائیل کے خلاف تھی۔ ہمیں اپنی صفوں میں اتحاد برقرار رکھنا چاہیے۔ امریکہ اور اسرائیل تو چاہتے ہی یہ ہیں کہ عالم اسلام کو شیعہ اور سنی میں تقسیم کر دیا جائے۔

میں نے یہ کتاب امریکہ، یورپ اور عرب ممالک میں شائع ہونے والی رپورٹوں، بعض خفیہ دستاویزات اور شہادتوں سے تحریر کی ہے۔ اس کتاب میں بہت سے

انکشافات ہیں جو آپ پہلی مرتبہ پڑھیں گے۔

آخر میں، میں سینئر صحافی اور ہفت روزہ ندائے ملت (نوائے وقت گروپ) کے ایڈیٹر علی جاوید نقوی صاحب کا انتہائی مشکور ہوں کہ انہوں نے میری حوصلہ افزائی فرمائی اور مجھے صدام حسین پر کتاب لکھنے کی ترغیب دی۔ اگر وہ میری رہنمائی نہ کرتے تو میرے لیے یہ کتاب لکھنا ممکن نہیں تھا۔

ڈاکٹر ندیم احمد



صدام حسین کی پھانسی کے حکم نامے کا آکس۔

## باب 1

## سیاہ صبح

(30 دسمبر 2006)

یہ 30 دسمبر 2006ء کی صبح تھی۔ ٹھیک 6 بجکر 5 منٹ پر بغداد کے انتہائی سیکورٹی والے علاقے گرین زون میں عراق کے سابق صدر صدام حسین کو پھانسی دیدی گئی۔ صدام حسین کی پھانسی ایک سیاسی قتل ہے۔ جس کا ذمہ دار امریکہ ہے۔ مغربی اور عرب ذرائع ابلاغ کی رپورٹوں کے مطابق جس وقت صدام حسین کو پھانسی دی گئی ان کے انتہائی مخالف مقتدی الصدر بھی موقع پر موجود تھے اور انھوں نے صدام حسین کی پھانسی کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ عراقی صدر اور وزیراعظم صدام حسین کو عید کے بعد پھانسی دینا چاہتے تھے لیکن عراق میں تعینات امریکی سفیر زلمے خلیل زاد بغداد تھے کہ صدام حسین کو عین عید کی صبح پھانسی دی جائے۔ زلمے خلیل زاد کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اصل میں سی آئی اے کے ایجنٹ ہیں اور سی آئی اے کی ہدایات کے مطابق کام کرتے ہیں۔ زلمے خلیل زاد افغانستان میں بھی امریکہ کے سفیر رہ چکے ہیں اور اس دوران انھوں نے پاکستان کے خلاف پروپیگنڈے کے تمام ریکارڈ توڑ دیے تھے۔

صدام حسین امریکی فوج کی زیر حراست تھے۔ 5 نومبر 2006ء کو انھیں سزائے موت سنائی جانے کے بعد عراقی حکومت مطالبہ کر رہی تھی کہ صدام کو عراق کے سپرد کیا جائے لیکن امریکیوں کو ڈر تھا کہ اگر صدام کو عراق کے سپرد کیا گیا تو ہو سکتا ہے کہ عراقی حکومت



عرب ممالک کے دباؤ میں آجائے اور پھانسی کو عمر قید میں تبدیل کر دیا جائے۔ بعض عرب ممالک نے تجویز دی تھی کہ صدام کو پھانسی دینے کی بجائے عمر قید دی جائے اس طرح عراق میں امن و امان کی فضا خراب نہ ہوگی۔ لیکن امریکی سفیر زلمے خلیل زاد کو جو خفیہ رپورٹیں دی گئی تھیں ان سے واضح تھا کہ صدام حسین کے حامی جیل توڑ کر انھیں فرار کرانے کا منصوبہ بنا رہے ہیں اور کسی بھی وقت اس منصوبہ پر عمل ہو سکتا ہے۔ اس سلسلے میں امریکی فوج نے بعث پارٹی کے پچاس مسلح کارکنوں کو بھی گرفتار کر لیا جن کے پاس سے گرین زون جیل کا نقشہ بھی برآمد ہوا۔ منصوبے کے مطابق گرین زون میں بیک وقت پچیس خودکش حملے کیے جانے تھے جس سے بڑے پیمانے پر بھگدڑ مچتی جب کہ دوسرا دستہ جیل پر دھاوا بول کر صدام حسین کو رہا کروا کر لے جاتا۔ زلمے خلیل زاد اور امریکی جنرل نے صدام کو عراقی فورسز کے حوالے کرنے کا مطالبہ مسترد کر دیا۔ جس پر عراقی حکومت اور امریکی فوج میں کشیدگی پیدا ہو گئی۔ 29 دسمبر کی رات عراقی صدر اور عراقی وزیراعظم الماکی نے ایک بار پھر صدام حسین کو عراقی حکومت کے حوالے کرنے کا مطالبہ کیا جو زلمے خلیل زاد اور امریکی جنرل نے مسترد کر دیا۔ عراقی حکومت کو یہ ڈر بھی تھا کہ کہیں امریکی انھیں دباؤ میں لانے کے لیے صدام حسین کو رہا نہ کر دیں۔

وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔ 29 اور 30 دسمبر کی شب شروع ہو چکی تھی۔ رات 2 بجے کے قریب امریکی جنرل نے عراقی صدر اور وزیراعظم کو جگا کر اطلاع دی کہ صدام حسین کو چند گھنٹوں بعد پھانسی دے دی جائے گی۔ عراقی صدر اس اچانک فیصلے پر حیران رہ گئے۔ آخری وقت تک صدام حسین کو عراقی فورسز کے حوالے نہیں کیا گیا۔ چند لوگوں کو نقاب پہنا کر لایا گیا جن کے گرد امریکی فوجیوں نے حصار بنایا ہوا تھا۔ جس جلاد نے صدام حسین کو پھانسی پر لٹکانا تھا اسے بھی خفیہ طور پر لایا گیا تھا اور پھانسی سے صرف چند منٹ پہلے اسے بتایا گیا کہ اس نے عراق کے سابق صدر صدام حسین کو پھانسی دینی ہے جس پر وہ خوف زدہ ہو گیا لیکن امریکیوں نے اسے ہمت دلائی کہ وہ کالا نقاب پہن لے جس سے اس کی شناخت نہیں ہوگی یوں اس کے عزیز واقارب اور خود اس کی جان صدام کے حامیوں سے محفوظ رہے گی۔ صدام حسین کو پھانسی دیے جانے کی اطلاع ملنے کے بعد عراقی حکومت کے اہم عہدے داروں نے جیل پہنچنے کی کوشش کی لیکن انھیں اس کی اجازت نہیں دی گئی۔ صدام

حسین سے آخری ملاقات کرنے والوں میں امریکی حکام بھی شامل تھے۔ انہوں نے صدام حسین کو پیش کش کی کہ اگر وہ اب بھی امریکہ کی مدد کریں تو ان کی سزائے موت عمر قید میں بدل سکتی ہے لیکن صدام حسین نے جھکنے سے انکار کر دیا۔ امریکی حکام نے بتایا کہ انہیں جلد ہی پھانسی دی جانے والی ہے اور وہ اسے محض دھمکی نہ سمجھیں لیکن صدام نے جواب دیا کہ وہ موت سے نہیں ڈرتے امریکہ جو کرنا چاہتا ہے کر لے۔

پھانسی سے قبل امریکی جنرل کا پینٹاگون اور امریکی سفیر کا سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ سے رابطہ ہوا۔ پھانسی کے بعد پیدا ہونے والی صورتحال سے نمٹنے کے لیے انتظامات کو آخری شکل دی گئی۔ امریکی اعلیٰ قیادت نے کہا کہ وہ اب صدام کو مزید برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں اس لیے اس قصے کو جلد ختم کر دیا جائے۔ بغداد اس وقت اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا امریکی فوجی ٹینک، بکتر بند گاڑیاں اور ہیلی کاپٹر گرین زون اور بغداد کے بعض دوسرے علاقوں میں نکل آئے تھے۔





صدام حسین پھانسی سے چند روز قبل کی تصویر۔

## باب 2

## جب صدام حسین کو پھانسی کے لیے جگایا گیا

جب امریکی فوجیوں نے بغداد ایئر پورٹ کے قریب واقعہ کالی کوٹھری میں صدام حسین کو آدھی رات کے بعد 3 بجکر 55 منٹ پر نیند سے بیدار کیا اور کہا کہ بغداد کے سفر کے لیے تیار ہو جاؤ۔ تو انھیں اسی طرح ہیلی کاپٹر میں ڈال کر لے جایا گیا جس طرح گزشتہ 14 ماہ تک انھیں مقدمہ کے سلسلے میں خصوصی عدالت میں لے جایا جاتا تھا۔ ایک امریکی جریدے نے صدام حسین کے ساتھ تعینات امریکی فوجیوں کے حوالے سے ایک مختلف سٹوری دی ہے۔ امریکی یہ بھی کہتے ہیں کہ امریکی سفیر زلمے خلیل زاد اور امریکی جنرل جارج کیسی چھٹیوں پر تھے۔ اس لیے صدام کو پھانسی دینے میں ان کا عمل دخل نہیں لیکن یہ سب جھوٹی کہانی ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ صدام حسین کو پھانسی دی جا رہی ہو اور امریکی سفیر و جنرل اس معاملے سے لاتعلق ہوں جبکہ صدام بھی امریکی فوج کے قبضے میں ہوں۔ امریکی سفیر تو بغداد میں وائسرائے بنے بیٹھے ہیں اور عراقی صدر اور وزیر اعظم کو طلب کر کے انھیں ہدایات دیتے ہیں۔ امریکی ٹاسک فورس نمبر 134 کے فوجی یونٹ کے مطابق جو کہ قیدیوں کے معاملات کا نگران ہے، صدام حسین کو اپنی پھانسی کا یقین نہیں تھا لیکن جب امریکی فوج نے انہیں عراقی فوج کے ان لوگوں کے حوالے کر دیا جو اس کے



خون کے پیاسے تھے تو صدام کو احساس ہوا کہ اب انہیں لٹکا دیا جائے گا لیفٹیننٹ کرنل کیر کیون کے مطابق صدام نے کال کوٹھری سے روانگی کے موقع پر جیل محافظوں اور طبی عملہ کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے ان کی اچھی دیکھ بھال کی تھی یہاں سے انہیں منتظر بلیک ہاک ہیلی کاپٹر میں بٹھا کر دس منٹ کے فاصلہ پر شمالی بغداد کی ”استخرات جیل“ پہنچا دیا گیا۔ جہاں عراقی فوج کے چند ارکان انہیں پھانسی گھاٹ پر لے گئے۔ تاہم صدام حسین اس موقع پر اس بات سے آگاہ نہیں تھے کہ انہیں عید الاضحیٰ کی صبح پھانسی پر لٹکانے کے سوال پر امریکی انتظامیہ کے اندر گہرے اختلافات تھے دوسری طرف صدام کے گلے میں پھندہ ڈالتے وقت جلاوٹوں نے جو بدزبانی کی تھی اس کی گونج پوری دنیا میں سنائی دی۔ امریکہ سے ملنے والی رپورٹوں کے مطابق امریکی فوجی کمانڈر اور سفارتی حکام آدھی رات تک صدام کی پھانسی رکوانے کیلئے زور دیتے رہے لیکن چونکہ اس موقع پر دو اہم امریکی عہدیدار جن میں ایک تو امریکی فوج کے کمانڈر جنرل جارج کیسی اور دوسری امریکی سفیر زلمے خلیل زاد دونوں عراق سے باہر تھے۔ دراصل امریکہ چاہتا تھا کہ صدام حسین کو پھانسی دیے جانے کا الزام اس پر عائد نہ ہو لیکن یہ کیسے ممکن تھا۔ پھانسی کا اصل ذمہ دار امریکہ ہے۔ صدام کی پھانسی کے معاملہ میں خود عراقیوں میں بھی گہرے اختلافات تھے۔ صدام کا مقدمہ سننے والے ججوں میں سے ایک سینئر جج بر ملا طور پر صدام کو پھانسی دینے کے خلاف تھے تاہم مبصرین کا کہنا ہے کہ امریکی اور عراقی حکام کی طرف سے صدام کو پھانسی کے التواء یا تئسیخ کی باتیں دراصل اپنے خون آلود ہاتھ صاف کرنے کی بھونڈی کوششیں ہیں جبکہ صدام کی پھانسی میں دونوں برابر کے شریک تھے۔ صدام حسین کا مقدمہ سننے والی عدالت کے چیف جسٹس رؤف عبدالرحمن کے مطابق صدام حسین کو پھانسی دینے کے لیے کاؤنٹ ڈاؤن (الٹی گنتی) 5 نومبر سے شروع ہو گئی تھی جبکہ عمومی تاثر یہ تھا کہ صدام کو پھانسی کے مقدمہ کے خلاف اپیل کی سماعت میں کئی مہینے لگ جائیں گے جو کہ غلط ثابت ہوا۔ صدر بش نے بھی صدام حسین کی پھانسی کو عمر قید میں بدلنے سے انکار کر دیا۔



## باب 3

## صدام کے آخری لمحات

سنڈے ٹیلی گراف کی رپورٹ کے مطابق صدام کی پشت پر اس کے ہاتھ باندھ دیے گئے اور پاؤں بھی آپس میں باندھ دیے گئے تھے اور سرخ پینٹ کئے گئے لوہے کے کمرہ میں اس کو پھانسی کے لئے لایا گیا۔ پھانسی دینے والوں نے اس کا لمبا کالا کوٹ اس کو پہنے رہنے دیا لیکن اس کا ہیٹ اتار لیا تھا۔

کمرہ میں لانے سے پہلے اس سے پوچھا گیا "کیا وہ کوئی چیز چاہتا ہے۔"

"نہیں! بوڑھے صدام نے جواب دیا۔ آؤ اور اس کو پورا کرو"

جب اس کو تختہ دار پر لایا گیا تو وہ منہ میں کہہ رہا تھا "عراق میرے بغیر کچھ نہیں"

پھانسی دینے والے گارڈ نے پوچھا کیا وہ منہ کو ڈھانپنے والا کپڑا پہننا چاہتا ہے

تو صدام نے جواب دیا "نہیں"

انہوں نے صدام کی گردن پر ایک کالا کپڑا پیٹ دیا اور رسی کے پھندے کو اس

کے لئے ٹھیک کیا اور اب پھندے کی گرہ اس کے بائیں کندھے پر رکھی ہوئی تھی۔

کچھ لمحات کے بعد اس کے پاؤں کے نیچے سے پھانسی گھاٹ کا تختہ ہٹا دیا گیا

اور اس کا پھندا گردن پر سخت ہوتا گیا اور اس کی گردن لڑھک گئی۔ وہاں موجود کچھ افراد یہ

دیکھ کر خوشی سے رقص کرنے لگے۔ دس منٹ کے بعد ایک ڈاکٹر نے مردہ صدام کا آخری

چیک اپ کیا۔ اس وقت بغداد میں صبح کے چھ بج چکے تھے جب عراق پر 24 سال حکومت کرنے والا شخص ہلاک ہو چکا تھا۔

صدام کی یہ پھانسی صدام کے سابقہ دور کی قائم کی گئی ملٹری انٹیلی جنس ہیڈ کوارٹر کی ایک کوٹھری میں نحیف روشنی میں ہوئی جہاں صدام نے اپنے دور میں اپنے مخالفین کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔

صدام کے ڈینتھ وارنٹ پر جمعہ کی شام کو ہی دستخط ہو چکے تھے۔ امریکی ذرائع کے مطابق نصف شب کو صدام کو امریکی افواج کی نگرانی میں ایک فوجی ہیلی کاپٹر کے ذریعے عراقی حکومت کے حوالے کر دیا گیا تھا جنہوں نے صدام کو ضلع خادمیہ کی ایک دو منزلہ کنکریٹ کی عمارت کی ایک کوٹھری میں رکھا تھا۔

صدام حسین نے آخری رات کو پکے ہوئے مرغ کے ڈنر کی پیشکش کو رد کر دیا تھا اور اپنے لئے قرآن مجید مانگا تھا۔ رات ایک بجے وہ سونا چاہتا تھا۔

صدام حسین کے گارڈ صدام کے بارے میں اونچی آوازوں میں مذاق اور طنز کر رہے تھے۔ ایک دوسرے امریکی گارڈ نے سنڈے ٹیلی گراف کو بتایا "گارڈ کے پاس وہ پھانسی کی رسی موجود تھی جس سے صدام کو پھانسی دی جانی تھی اور وہ صدام کو بتا رہا تھا" یہ تمہارا انتظار کر رہی، یہ تمہارا انتظار کر رہی ہے۔"

امریکی و عراقی گارڈ اس کے ارد گرد قہقہے کر رہے تھے۔ جب صدام نے سونا چاہا تو انہوں نے اپنا قہقہہ جاری رکھا۔ اس نے کہا ہم نے صدام کو سونے نہ دیا، ہم نے اس کی شخصیت کو خوب ذلیل کیا تھا۔

صبح پانچ بجے کے بعد کچھ سرکاری اہلکار جیل پہنچ گئے۔ صدام نے ناشتہ کرنے سے انکار کر دیا۔ صدام نے ایک گارڈ سے سگریٹ کی فرمائش کی جس کو رد کر دیا گیا۔ پھر ان کے سامنے اس کے ہاتھ باندھے گئے اور اس کو اندر لایا گیا۔ صدام کو حج نے سزائے موت کی تفصیل سنائی۔

حج نے کہا صدام کو سزائے موت دو جیل کے 148 شیعہ دیہاتیوں کو قتل کرنے

کے الزام میں دی جا رہی ہے۔ 1982ء میں صدام حسین کے موٹر کیڈ پر دو جیل کے قریب ناکام قاتلانہ حملہ کی کوشش کی گئی تھی۔

سابقہ صدر 69 سالہ بوڑھے صدام نے قرآن وہاں ایک شخص کے حوالے کیا اور کہا کہ "اس کو اس کے دوست کے حوالے کر دیا جائے۔"

صدام حسین کے ہاتھ کھولے گئے اور دوبارہ اس کی پشت پر باندھ دیے گئے اور اس کے پاؤں بھی باندھ دیے گئے۔ پھر اس کو پھانسی کی کوٹھری میں لایا گیا جہاں چار افراد جنہوں نے اپنے چہرے کالے کپڑے کے غلاف سے ڈھاپنے ہوئے تھے اس کو پھانسی دینے کے لئے وہاں تیار تھے۔

صدام نے بلند آواز میں اللہ اکبر کہا۔ اس نے کہا کہ قوم کی فتح ہوگی۔ فلسطین رُب ہے۔

وہاں موجود ایک جج منیر حداد نے بتایا کہ صدام حسین نے کہا کہ "وہ کسی سے بھی خوفزدہ نہیں ہے۔"

یہ ایک انتہائی وحشت زدہ کرنے والا منظر تھا اس کے باوجود صدام حسین پوری طرح مطمئن تھا اور بالکل نہیں گھبرایا تھا۔ مجھے اس سے ایسی امید نہیں تھی۔ وہاں موجود ایک شخص نے جب صدام سے پوچھا "کیا تم خوفزدہ ہو" تو اس نے کہا "جب تک میں زندہ رہا ہوں کبھی نہیں ڈرا ہوں۔ میں نے ایک ایسے مجاہد کی زندگی گزاری ہے جس کو کسی بھی وقت موت کا سامنا ہو سکتا ہو۔"

صدام حسین کلمہ شہادت پڑھ رہے تھے کہ پھانسی دینے والے جلاد نے پاؤں کے نیچے سے تختہ ہٹانے کے لئے لیور کو کھینچا اور تختہ ہٹنے سے نیچے خلا پیدا ہو گیا۔ صدام کے پاؤں نیچے خلا میں لٹک گئے اور پھانسی کا پھندا تنگ ہوتا گیا۔ جج نے کہا "ہم نے گردن کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز سنی۔"

موت سے پہلے صدام کا جسم کانپا اور پھر ساکت ہو گیا۔ صدام حسین کے مردہ جسم کو سفید کپڑے میں لپیٹ کر ایمبولینس کے ذریعے بغداد کے انتہائی سیکورٹی والے علاقہ



گرین زون میں لایا گیا۔

صدام حسین کے لبنانی وکیل بشر الخالی نے بتایا کہ وہاں سے پھر صدام حسین کے جسد خاکی کو امریکی جہاز کے ذریعے اس کے آبائی قصبہ تکریت میں تدفین کے لئے لے جایا گیا۔

حکومت نے جو ویڈیو ٹیپ جاری کی تھی اس میں پھانسی دینے سے پہلے کا منظر دکھایا گیا تھا۔ اس ویڈیو میں کوئی آواز نہیں پائی گئی تھی اور یہ ویڈیو اس وقت ختم ہو جاتی تھی جب پھانسی دینے والے افراد نے صدام کی گردن میں پھندا رکھا تھا۔

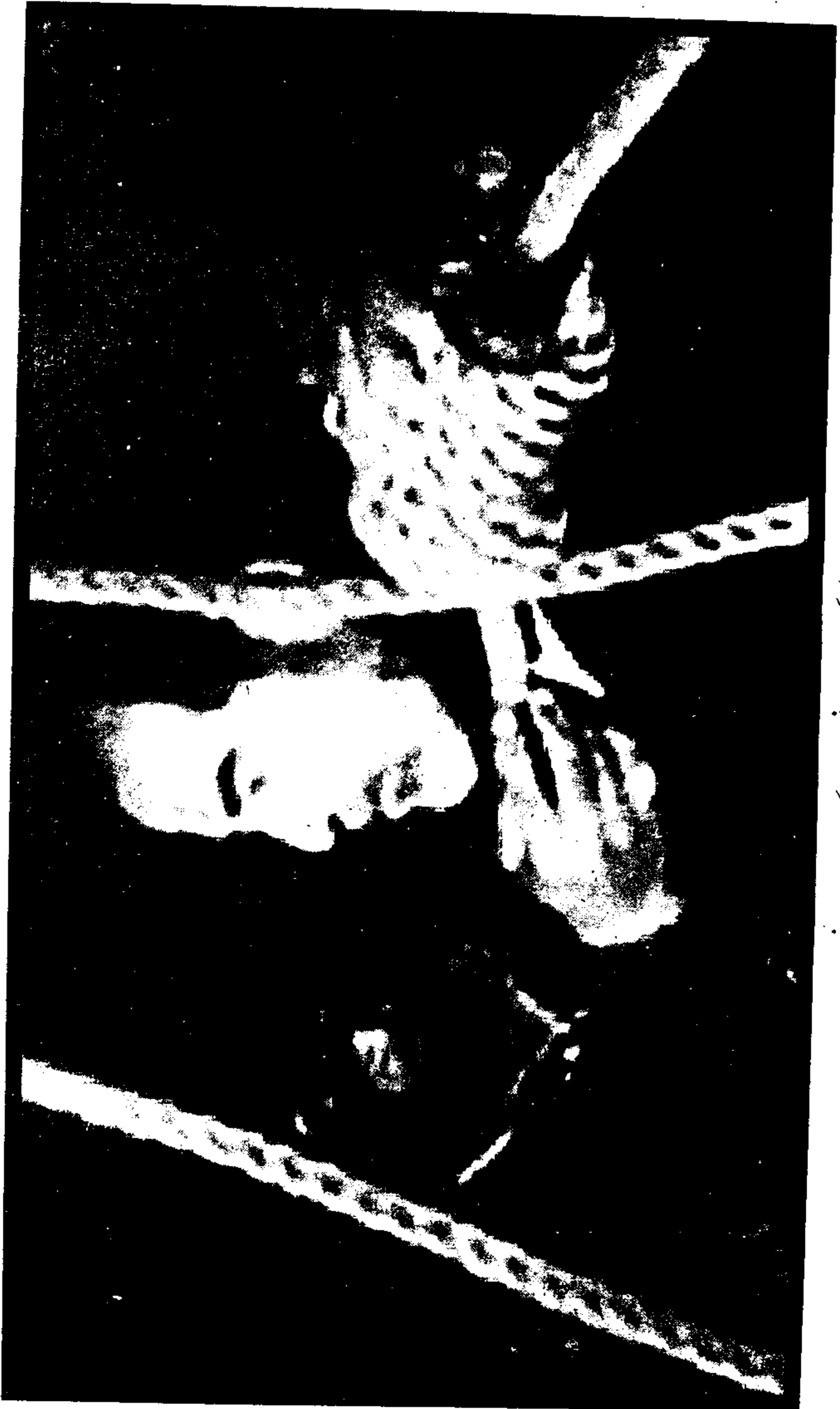
ویڈیو میں دکھایا جانا والا یہ منظر ایک عام مہذب طریقہ سے پھانسی دینے کا منظر پیش کر رہا تھا۔

صدام حسین کی پھانسی کے موقع پر موجود ایک نامعلوم عینی شاہد نے کسی طریقہ سے اپنے موبائل فون کے ذریعے تمام پھانسی کے منظر کی ویڈیو بنالی تھی۔ اگرچہ موبائل فون سے بنائی جانے والی یہ ویڈیو اتنی واضح اور بہتر نہیں ہے لیکن اس ویڈیو نے عراقی حکومت کی صدام حسین کو پھانسی کے وقت جس طریقہ سے بے عزت کیا اور تمسخر اڑایا تھا اس کا انکشاف کر دیا تھا۔ اس ویڈیو میں صدام حسین کی تذلیل کی گئی تھی اور یہ سب ویڈیو میں پائی جانے والی آوازوں سے معلوم ہوا تھا۔

اس ویڈیو سے معلوم ہوتا ہے کہ صدام کو مہذب طریقہ سے پھانسی دینے کی بجائے اس کو آخری وقت تک وہاں موجود کچھ عینی شاہدین نے اپنے ریک اور تمسخرانہ فقروں سے اذیت پہنچائی تھی۔

آخری وقت تک صدام حسین کے دشمنوں کے حق میں نعرے لگائے گئے تھے اور کہا تھا کہ "وہ اب جہنم میں جائے گا۔"

موبائل فون سے بنائی جانے والی اس ویڈیو میں دکھایا جاتا ہے کہ صدام حسین پھانسی کے تختے پر کھڑا ہے اور ایک نقاب پوش جلا داس کی گردن میں پھانسی کا پھندا ڈالتا ہے تو وہاں عینی شاہدین کی آوازیں آنی شروع ہو جاتی ہیں۔



جلاد، صدام حسین کی گردن میں پھانسی کا پھندا کس رہا ہے۔

سب سے پہلے عراق کے شیعہ رہنما مقتدی الصدر کے نام کا نعرہ لگایا جاتا ہے۔  
مقتدی الصدر مہدی آرمی کے سربراہ اور صدام حسین کے سخت ترین دشمن سمجھے جاتے ہیں۔  
صدام کی بھرائی ہوئی آواز سُنی جاتی ہے جس میں وہ کہتا ہے "کیا یہ انسانیت ہے۔"  
لیکن پھر کوئی شخص بلند آواز میں کہتا ہے "تم جہنم رسید ہو رہے ہو۔"  
پھر وہاں پر موجود ایک فکر مند یعنی شاہد کہتا ہے "خاموش ہو جاؤ وہ اب مرنے  
والا ہے۔"

صدام حسین اس موقع پر اپنے خیالات کو اپنے دین اسلام پر واپس لاتا ہے اور  
کلمہ شہادت پڑھنا شروع کر دیتا ہے۔ لیکن جب وہ لفظ محمد ﷺ تک پہنچتا ہے تو جلد اس کو  
کلمہ مکمل کرنے سے پہلے تختے کا لیور کھینچ کر اس کو پھانسی دے دیتا ہے۔  
ایک زبردست جھٹکے کے بعد صدام حسین کا جسم پر مسکون ہو کر لڑکا نظر آتا  
ہے۔ صدام کو فوراً موت ملتی نظر آتی ہے۔

پھر ویڈیو میں اس کو مردہ حالت میں لٹکے ہوئے دکھائی دیا جاتا ہے۔  
عراقی حکام صدام حسین کی پھانسی کو ابھی موخر کرنا چاہتے تھے۔ انہیں اس بات  
کا خدشہ تھا کہ صدام حسین کی پھانسی سے عراق میں فرقہ وارانہ فسادات کی مزید آگ  
بھڑک اٹھے گی۔ شیعہ اور سُنی فرقہ میں مزید نفرت بڑھے گی جبکہ اس کے برعکس امریکی  
حکام صدام حسین کو جلد از جلد پھانسی دینے کے لئے بے چین تھے۔

عراقی حکام کے مطابق امریکہ نے عراقی حکومت سے تحریری ضمانت حاصل کی  
تھی کہ صدام حسین کو پھانسی عراق کے قانون کے مطابق ہی دی جائے گی۔

صدام حسین کی پھانسی میں آخری رکاوٹ عراق کے سُنی کرد صدر جلال طالبانی  
ہو سکتے تھے جنہوں نے صدام حسین کو سزائے موت کے فیصلہ کو غلط قرار دیا تھا۔ اسی لیے  
انہوں نے صدام حسین کی پھانسی کے احکام پر اپنے دستخط نہیں کئے تھے۔ پھانسی سے قبل  
اعلیٰ امریکی حکام وزیراعظم الماکی سے ملے تھے تاکہ صدام حسین کو عراقی حکومت کے سپرد  
کرنے اور ان کی منتقلی کے لاجسٹک معاملات کو آخری شکل دی جاسکے۔

اس موقع پر عراقی حکام نے میڈیا بتایا تھا کہ الماکی نے صدام حسین کے ڈی-تھ وارنٹ پر اپنے دستخط کر دیے ہیں۔

عراق کے سابق صدر صدام حسین کو عید الاضحیٰ کے روز پھانسی دینے کے واقعہ پر عراق، مشرق وسطیٰ اور دوسرے اسلامی ممالک کے مسلمانوں نے شدید افسوس اور غصے کا اظہار کیا۔

صدام حسین کے عدالتی ٹرائل سے علیحدہ کیے جانے والے کردج محمد امین نے میڈیا کو بتایا کہ عید الاضحیٰ کے روز کسی کو پھانسی دینا عراقی قانون کے خلاف ہے۔ امین نے بتایا کہ عراقی قانون کے مطابق "کسی بھی سزا پر سرکاری یا مذہبی تہوار کے روز عمل درآمد نہیں کیا جاسکتا۔"

پھانسی کے موقع پر موجود ایک پراسیکیوٹر نے بتایا کہ صدام حسین کے خلاف تسخیرانہ کلمات پھانسی چیمبر میں موجود پھانسی دینے والے نقاب پوش افراد کے نہیں تھے بلکہ یہ کلمات پھانسی چیمبر سے باہر موجود کسی گارڈ کے ہو سکتے ہیں۔

نوری الماکی کی حکومت کے کچھ اہلکار صدام حسین کی فوری پھانسی کے خواہش مند تھے۔ موبائل فون سے لے گئی ویڈیو پھانسی کے فوراً بعد کی شام کو انٹرنیٹ پر پہلی بار منظر عام پر آئی تھی۔ الجزیرہ ٹی وی نے بھی اس ویڈیو کو خصوصی فلم قرار دے کر اپنے ناظرین کے لئے پیش کیا تھا۔

یہ ویڈیو اس لئے نہایت غیر معمولی ہے کہ اس میں نہ صرف صدام مخالفین کے نعرے سنائے گئے ہیں بلکہ اس میں صدام حسین کو پھانسی تختہ ہٹانے کے بعد اس کو گڑھے کے اندر لٹکتا اور تڑپتا دکھایا گیا تھا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی اور گردن کندھے پر مڑی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔

صدام کو مجرم ثابت کرنے والے عراقی وکیل استغاثہ الفارون پھانسی کے موقع پر موجود تھے۔ انہوں نے بتایا کہ وہاں دو اعلیٰ سرکاری اہلکار اپنے پاس موبائل رکھتے تھے حتیٰ کہ گرین زون سے ہیلی کاپٹر کے ذریعے امریکی حکام نے پھانسی کی جگہ پہنچانے والے مخصوص



لوگوں کو سوار کرنے سے پہلے ان کی مکمل تلاشی لی تھی۔

الفارون نے موبائل فون رکھنے والے دو افراد کے نام نہیں بتائے تاہم الفارون نے کہا کہ ہو سکتا ہے فلم بنانے والے نامعلوم شخص نے یہ فلم پیسہ حاصل کرنے کے لئے تیار کی ہو۔ اور اس کو سیٹلائٹ وی کو فروخت کرنے کے لئے فلمایا ہو۔ ایک ڈینش ٹی وی نیٹ ورک کو انٹرویو دیتے ہوئے الفارون نے کہا کہ ”میرا نہیں خیال کہ ایسی تحقیقات ضروری ہیں کہ یہ فلم کس نے بنائی۔ اس فلم کو صرف پیسہ حاصل کرنے کے لئے بنایا گیا۔ یہ پھانسی کوئی سکرپٹ نہیں تھا اور فلم بنانا قانون کی خلاف ورزی نہیں ہے“ عراقی ایڈوائزر رسمی العسکری نے کہا کہ وزیر اعظم نوری المالکی نے وزارت داخلہ کو ہدایت کی ہے کہ ان واقعات کی تحقیقات کے لئے ایک تحقیقاتی کمیٹی تشکیل دی جائے کہ کس شخص نے ویڈیو بنائی تھی اور ویڈیو میں صدام حسین کا تمسخر اڑانے والی آواز والے شخص کو معلوم کیا جائے۔

الفارون نے کہا کہ اس نے وہاں صدام حسین کو پھانسی دینے سے قبل نعرے لگانے والے افراد کے خلاف احتجاج کیا تھا انہوں نے کہا کہ ”فلم کی آوازوں میں کہا گیا تھا کہ اللہ محمد ﷺ اور ان کی آل کو دعا دینے والوں پر رحمت کرے اور ہماری اللہ مدد کرے اور اللہ ان کے دشمنوں پر عذاب کرے اور ان کے بیٹے مقتدا کی مدد کرے“ اس موقع پر صدام حسین نے کہا تھا کہ تمہیں انسانیت یہی سکھاتی ہے۔ ایک اور آواز آتی تھی محمد باقر الصدر زندہ باد (دعویٰ پارٹی کے بانی شیعہ لیڈر جو 1980ء میں صدام دور میں قتل کر دیئے گئے تھے)۔

اس کے بعد الفارون کی آواز آئی تھی ”پلیز یہ آدمی مرنے والا ہے“ پلیز نہیں میں آپ سے درخواست کرتا ہوں۔

جب صدام حسین تختہ ہٹانے پر پھانسی پر جھول گئے تھے تو ایک آواز آئی تھی ”مت بھاگو واپس آ جاؤ“ جو یہ ظاہر کرتی ہے کہ لوگ صدام کے جسم کی طرف لپکے تھے تو کسی نے ان کو واپس آنے کا کہا تھا۔

صدام کی پھانسی کے موقع پر موجود گارڈز کی تعداد کا مکمل پتہ نہیں چل سکا سرکاری ویڈیو میں صدام کے پاس تختہ پر سات افراد موجود تھے۔ ان میں 4 گارڈ نے ماسک پہنے ہوئے تھے۔

اس سارے واقعہ پر ایک امریکی فوجی ترجمان نے کہا کہ اگر صدام کی پھانسی دینے کی ذمہ داری امریکی فوج کو دی جاتی تو وہ اس کو صحیح طریقے سے سرانجام دیتے۔

اٹالین ڈیلی نے انکشاف کیا ہے کہ صدام حسین کے سخت مخالف شیعہ رہنما مقتدی الصدر بھی صدام حسین کی پھانسی کے وقت وہیں موجود تھے۔ وہ ذاتی طور پر صدام حسین کو مرتا ہوا دیکھنا چاہتے تھے۔ سعودی عرب کے دو اخبارات ”الریاض“ اور ”الوطن“ نے وہاں عینی شاہدین کے حوالے سے خبر دی ہے کہ انہوں نے وہاں مقتدی الصدر کو نقاب پہنے ہوئے پھانسی کے کمرہ میں موجود دیکھا تھا۔ سپریم کونسل فار اسلامک ریویولوشن ان عراق (Scirt) کے رہنما عبدالعزیز الحکیم بھی صدام حسین کی پھانسی کے وقت موجود تھے۔ یہ دونوں ٹی وی میں دکھائے جانے والے نقاب پوش افراد میں شامل تھے۔ لیکن مجھے یہ امریکی پروپیگنڈا ہی لگتا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ امریکہ کو مطلوب مقتدی الصدر تو صدام کے قریب موجود ہوں اور امریکی سفیر اور امریکی جرنیل اس موقع پر عراق سے غائب ہو جائیں۔ اس کا مقصد مسلمانوں کا امریکہ کے خلاف رد عمل روکنا ہے۔ وہاں کمرہ میں مقتدی الصدر کے حق میں نعرے بھی لگائے گئے تھے عینی شاہدین نے بتایا کہ ویڈیو میں مقتدی الصدر صدام حسین کے پیچھے اس وقت نقاب پہنے نظر آ رہے تھے جب ایک گارڈ صدام کے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈال رہا تھا۔

اردن کے ایک طالب علم احمد خیوسی نے انٹر پریس سروس کو کہا کہ صدام حسین اس صدی کا سب سے بڑا شہید ہے۔ بغداد میں رہنے والے ایک 50 سالہ شخص نے کہا کہ امریکن اور ایرانی عربوں کو پھانسی سے بے عزت کرنا چاہتے ہیں۔ بغداد کے 55 سالہ بوڑھے نے کہا کہ میں صدام کے اس انجام سے خوش ہوں، مجھے اب اس کے متعلق مزید پریشانی نہیں ہوگی کیونکہ اسے مقدس موت ملی ہے۔ اس سال کے سب سے مبارک وقت میں

جب حاجی مکہ میں اپنے حج کو ختم کرنے کے قریب پہنچ رہے ہوتے ہیں اور اللہ اکبر کی صدائیں لگا رہے ہوتے ہیں صدام حسین کو شہادت ملی ہے۔

لیبیا نے سرکاری طور پر شدید غم و غصے اور تین دن سرکاری سوگ کا اعلان کیا۔ سعودی حکومت نے بھی صدام حسین کو عید الاضحیٰ کے موقع پر پھانسی دینے پر تنقید کی۔

بہت سے عراقیوں نے شکایت کی کہ صدام حسین کی پھانسی کی ویڈیو دیکھ کر ان کو سخت دکھ ہوا۔ بغداد کی 40 سالہ ام سبھی نے بتایا کہ انہوں نے ہمیں یہ ویڈیو دکھا کر ہلا کر رکھ دیا ہے۔ میں اس وقت اپنے مہمانوں کے لئے عید کے روز سویٹ ڈش تیار کر رہی تھی جب کہ میں نے اپنے بچوں کی دہشت زدہ چیخیں سنی تھیں تمام بچے دہشت کا شکار تھے۔

فلوجہ سے تعلق رکھنے والی 9 سالہ لڑکی جو اب بغداد میں پناہ گزین ہے نے بتایا کہ جب اس نے ٹی وی میں ویڈیو کو دیکھا تو رونے لگ پڑی تھی، انہوں نے ایسا عید کے روز کیوں کیا؟ انہوں نے اسے ٹی وی پر چلا کر ہمیں کھوں ہر اس کی کیا؟ اس کے بعد موبائل فون سے بنائی گئی غیر سرکاری ویڈیو نے شیعہ اور سنیوں میں مزید نفرت کو ہوا دی تھی۔ جو ظاہر ہے کہ امریکیوں کا ہی کام ہے۔

اس غیر سرکاری ویڈیو کو دیکھ کر عوام نے صدام حسین سے ہمدردی کا اظہار کیا تھا جب اس کے مخالفین گارڈ اس کو پھانسی کے پھندے پر تمسخر اڑا رہے تھے۔ سنی ایسوسی ایشن آف مسلم سکالر نے پھانسی کی شدید مذمت کی۔ ایسوسی ایشن نے الزام لگایا کہ وزیر اعظم نور المالکی نے یہ پھانسی امریکیوں کو خوش کرنے کے لئے دی ہے۔

صدام حسین کے ایک وکیل صفائی نجیب الینومی نے اخباری نمائندوں کو پھانسی کے دوسرے روز بتایا کہ صدام حسین کی پھانسی کے موقع پر کسی وکیل کو وہاں موجود رہنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ انہوں نے کہا کہ یہ پھانسی انتقام کا عمل ہے اور سیاسی مقاصد کی تکمیل کے لئے صدام حسین کو پھانسی دی گئی۔



صدام حسین، جلاوے اپنی گردن پر رومال بندھوا رہے ہیں۔

ایک سنی عالم نے رمدی میں بتایا کہ عراقی حکومت اور اس کی حلیف امریکی حکومت نے صدام حسین کو ایسے طریقے سے پھانسی دے کر نہایت احمقانہ کام کیا ہے۔ انہوں نے صدام حسین کو بہترین موت کا تحفہ دیا ہے اور سال کے اس مبارک وقت میں پھانسی دے کر اس کو عالم اسلام کا ہیرو بنا دیا ہے۔ کچھ شیعہ علماء نے بھی صدام حسین کی عید کے روز پھانسی دینے کی مذمت کی ہے۔ بغداد کے مغرب میں وشاش گاؤں سے تعلق رکھنے والی 35 سالہ شیعہ خاتون نے بتایا کہ ”صدام حسین ایک شہید قرار پائے گا کیونکہ اس کو عید کے روز پھانسی دی گئی ہے“۔

عرب ٹائم نے خبر دی کہ ایک مشہور کویتی بزنس مین صدام حسین کی پھانسی میں استعمال ہونے والی رسی کے پھندے کو خریدنے کا خواہش مند ہے۔ کویتی بزنس مین کے نمائندوں نے عراق کی وزارت داخلہ سے اس رسی کو خریدنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔ یہ بزنس مین اس رسی کی ہر قسم کی قیمت ادا کرنے کے لئے تیار نظر آ رہا تھا۔ ذرائع کے مطابق شیعہ راہنما مقتدی الصدر اور کویتی بزنس مین دونوں نے اس رسی کو خریدنے کے لئے وزارت داخلہ سے بات چیت کی۔ اسی کویتی بزنس مین نے اس سے قبل فردوس سکوائر میں رکھے جانے والے صدام حسین کے مجسمہ کو بھی خریدا تھا اور اس مجسمہ کے سر کو اپنے سنگ روم میں رکھا ہوا ہے۔

رائٹر کے مطابق امریکی فوجی ترجمان میجر جنرل ولیم کلاڈیل نے بعد میں ایک نیوز کانفرنس کو بتایا کہ ”صدام حسین امریکی گارڈز کے ساتھ ہمیشہ اخلاق اور مہذب طریقہ سے پیش آتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ صدام کو جب امریکی تحویل سے پھانسی کے لئے روانہ کیا گیا تو صدام حسین نے اپنے جیلر کا شکریہ ادا کیا تھا اور اس کو خدا حافظ کہا تھا۔

جیل میں صدام حسین کی نگہداشت پر مامورز نے بتایا کہ صدام حسین اپنی متوقع موت کے لئے ذہنی طور پر تیار تھے اور کبھی انہوں نے اپنی قسمت کا گلہ نہیں کیا تھا۔ وہ اپنے آخری اوقات میں پودوں کا خیال رکھنے اور پرندوں کو کھانا کھلانے میں مصروف رہتے تھے۔





## باب نمبر 4

## پھانسی پانے والے اصل صدام حسین نہیں؟

صدام حسین کو پھانسی ملنے کے ایک ہفتے بعد ایک برطانوی اخبار نے دعویٰ کیا کہ صدام حسین زندہ ہیں۔ امریکہ نے اصل صدام حسین کو پھانسی نہیں دی بلکہ وہ امریکی سفیر زلمے خلیل زاد کے ساتھ غائب ہو گئے تھے اور ان کی جگہ ہم شکل صدام حسین کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ رپورٹ کے مطابق ہم شکل صدام بھی صدام حسین کے ساتھ ساتھ ہر کام میں شریک تھے۔ صدام حسین کی اہلیہ اور ملازمہ نے بھی اس بات کی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ پھانسی پانے والا شخص صدام کا ہم شکل تھا۔ برطانوی اخبار کے مطابق کئی انٹرنیٹ ویب سائٹ کا کہنا ہے کہ صدام کی پھانسی کی ویڈیو میں دکھایا گیا شخص عراق کا سابق صدر نہیں تھا اور یہ دعویٰ بھی کیا گیا کہ امریکی حکام نے صدام کی گرفتاری کا ڈرامہ رچایا ہے اور ان کے ہم شکل کو میڈیا کے سامنے پیش کر دیا اسی پر مقدمہ چلایا اور پھر پھانسی دے دی۔ صدام حسین کی اہلیہ ہاجرہ بدالہ اور ملازمہ بیروسولہ لینس نے بھی اس بات کی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ پھانسی پانے والا شخص صدام حسین نہیں تھا۔ ان کے مطابق صدام حسین کے بائیں ہاتھ پر مخصوص نشان تھا جو کہ پھانسی کے بعد والی ویڈیو میں نہیں دکھایا گیا اور قیدی کے دانت اس طرح دکھائی نہیں دیتے تھے جیسے صدام حسین کی پرانی تصاویر میں نظر آتے ہیں۔ ایک ویب سائٹ کے مطابق صدام حسین امریکہ کے قریبی حواری تھے

بش خاندان اور سی آئی اے کے آپریشن سے متعلق دنیا میں کسی بھی شخص سے زیادہ جانتے تھے۔ ایسی صورت میں وہ گرفتاری کے بعد ان حقائق سے پردہ اٹھائے بغیر کیسے پھانسی پر چڑھ گئے جبکہ ان کا اوپن ٹرائل ہوا تھا۔

## صدام کی پھانسی کی ایک اور ویڈیو

معزول عراقی صدر صدام حسین کو تیس دسمبر کو پھانسی دیے جانے کے چند دنوں بعد 9 جنوری 2007ء کو ایک اور نئی غیر سرکاری ویڈیو انٹرنیٹ پر جاری کی گئی۔ یہ نئی ویڈیو بھی بظاہر موبائل فون کی مدد سے بنائی گئی جیسا کہ اس سے قبل بنائی گئی تھی۔ اس غیر سرکاری ویڈیو میں صدام کی پھانسی کا پورا عمل دکھایا گیا تھا۔

حالیہ ویڈیو میں کفن میں لپیٹی صدام کی لاش ہسپتال یا مردہ خانے کی ٹرائی پر رکھی دیکھی جاسکتی ہے۔ ان کی گردن پر زخم کا نشان ہے اور سر ایک طرف کو ڈھلکا ہوا ہے۔ لاش کے آس پاس لوگ گزرتے محسوس ہو رہے ہیں جن کی صرف ٹانگیں نظر آرہی ہیں۔

اس کے بعد فلم بنانے والا شخص صدام کے چہرے سے کپڑا اٹھاتا ہے۔ صدام کا سر ان کے شانے کی طرف ڈھلکا ہوا ہے اور ان کی جبرٹے کے بالکل نیچے کی طرف گردن پر تین سینٹی میٹر کا ایک گہرا سرخ زخم ہے جو کہ ہو سکتا ہے پھانسی کے وقت رسی پر لٹکنے کی وجہ سے پڑا ہو۔ ان کے گالوں پر خون کے ہلکے سے نشانات ہیں جو چوٹ کے معلوم ہوتے ہیں اور ان کے کفن پر بھی خون کے دھبے نمایاں ہیں۔ 27 سیکنڈ کے اس کلپ میں کئی آوازیں سنی جاسکتی ہیں جو بظاہر ویڈیو بنانے والوں کی معلوم ہوتی ہیں۔

کیمرہ ہاتھ میں پکڑے شخص صدام کے چہرے سے کفن ہٹاتا ہے۔ اس وقت نامعلوم افراد کہتے سنے جاسکتے ہیں کہ جلدی کرو، جلدی کرو!

ایک دوسرا شخص کہتا ہے: میں ایک سے چار بجے تک کورٹ میں ہوں گا۔ ایک،



صدام حسین کی بیٹی ان کی پھانسی کے خلاف اردن میں اپنے حامیوں کے ہمراہ احتجاجی مظاہرہ کر رہی ہیں۔

دو۔ چلو آؤ، حبیب۔ تم ہمارے لیے مصیبت کھڑی کر دو گے۔  
 تیسرا شخص کہتا ہے: میں آرہا ہوں۔ میں آرہا ہوں۔  
 دوسرا شخص کہتا ہے: ابوعلی، ابوعلی، تم اس کا خیال رکھو۔ حبیب، حبیب۔  
 تیسرا شخص کہتا ہے: ایک منٹ، صرف ایک منٹ۔  
 پہلا شخص چیخ کر کہتا ہے: مائی ڈیر، مائی ڈیر، بائی گاڈ۔

نئی غیر سرکاری موبائل ویڈیو سب سے پہلے اس عرب ویب سائٹ پر جاری کی گئی جسے صدام حسین کی جماعت بعث پارٹی کی حمایت یافتہ تصور کیا جاتا ہے۔ ویڈیو اس سرخی کے ساتھ جاری کی گئی: ابدی شہید، صدر صدام حسین۔

بی بی سی کے نامہ نگار کا کہنا ہے کہ ان کی گردن پر زخم کا نشان پھانسی کی وجہ سے بھی پڑ سکتا ہے تاہم ان کا کہنا تھا کہ حقیقت یہ ہے کہ اس نئی ویڈیو سے صدام کو پھانسی دیے جانے کے حوالے سے عوامی غصے میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔

اس سے قبل صدام کو پھانسی دیے جانے کی غیر سرکاری ویڈیو سے سنی عرب برداری کی جانب سے ان پر طعنے کسے گئے۔ ان کی پھانسی پر دنیا بھر میں شدید جذباتی رد عمل دیکھنے میں آیا تھا اور کئی عالمی رہنماؤں نے انہیں پھانسی دیے جانے کے طریقے کی مذمت کی تھی۔

مصر کے صدر حسنی مبارک نے کہا تھا کہ پھانسی کی خفیہ ویڈیو نے صدام کو ایک شہید بنا دیا ہے۔

صدام کو پھانسی دیے جانے کی پہلی غیر سرکاری ویڈیو ان کی پھانسی کے کچھ دیر بعد ہی انٹرنیٹ پر جاری کر دی گئی تھی جبکہ اس سے قبل جاری کی گئی سرکاری ویڈیو میں کسی قسم کی کوئی آواز شامل نہیں تھی اور انہیں بڑے پروقار طریقے سے پھانسی دیتے دکھایا گیا تھا۔



## باب نمبر 5

## صدام حسین کی پھانسی

## مسلم ممالک کے حکمرانوں کو امریکی اشارہ

صدام حسین کی پھانسی مسلم دنیا کے حکمرانوں کے لئے پیغام ہے کہ اگر وہ امریکی ایجنڈے کے مطابق کام نہیں کریں گے تو ان کا حشر وہی ہوگا جو صدام حسین کا ہوا ہے۔ صدام حسین نے اپنے دور حکمرانی میں جو کچھ کیا امریکی آشیر باد سے کیا۔ عراق کی شیعہ آبادی پر مظالم ہوں یا سنی کردوں کے خلاف کیمیائی ہتھیاروں کا استعمال صدام حسین کو مکمل امریکی حمایت حاصل تھی۔ صدام حسین جب تک امریکہ کی پالیسیوں کے مطابق کام کرتے رہے۔ امریکہ کی آنکھوں کا تارار ہے۔ لیکن جب انہوں نے امریکی ایجنڈے کے مطابق کام کرنے سے انکار کیا انہیں تختہ دار پر پہنچا دیا گیا۔ صدام حسین اب ہم میں نہیں لیکن وہ عراقی لوگوں کے دلوں میں زندہ ہیں۔ عراق سمیت دنیا بھر میں ان کی پھانسی کے خلاف مظاہرے ہوئے اور امریکہ کی مذمت کی گئی۔ صدام حسین کو پھانسی امریکہ کی مرضی سے دی گئی۔ صدام حسین کو اقتدار سے ہٹا کر پھانسی پر لٹکانے والا امریکہ ہی ہے۔ عراق کی حکومت بے اختیار ہے اور امریکی ہدایات کے مطابق کام کر رہی ہے۔ عراقی صدر اور وزیر اعظم وہی کچھ کر رہے ہیں جس کی ہدایت امریکی حکام دے رہے ہیں۔ امریکہ چاہتا تو صدام حسین کی سزائے موت، عمر قید اور رہائی میں بدل سکتا تھا لیکن امریکیوں کو اب



صدام کی ضرورت نہیں۔ امریکہ کو عراق کے نئے حکمرانوں کی شکل میں کئی صدام مل گئے ہیں۔ جو وہ کام کر رہے ہیں جو امریکہ چاہتا ہے۔

صدام حسین کا زوال اس وقت شروع ہوا جب اس نے امریکہ اور اسرائیل دونوں کو لٹکارا۔ صدام حسین ایٹم بم بنانے کی بھی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن اسرائیل نے امریکہ کی مدد کے ساتھ عراق کا ایٹمی پروگرام بمباری کر کے تباہ کر دیا، کویت اور ایران پر حملہ صدام کا بہت بڑا جرم سمجھے جاتے ہیں لیکن یہ امریکی ہی تھے جنہوں نے صدام کو ایران اور کویت پر حملے کی شہ دی۔ ایران و عراق جنگ کے دوران امریکہ صدام کو جدید ترین اسلحہ فراہم کرتا رہا۔ اس کے لئے رقم سعودی عرب سے آتی رہی۔ ایران سے جنگ ختم ہوئی تو صدام نے کویت پر چڑھائی کر دی۔ اس وقت بغداد میں تعینات امریکی سفیر نے واضح لفظوں میں کہا کہ عراق نے کویت پر حملہ کیا تو امریکہ غیر جانبدار رہے گا۔ سی آئی اے کے اعلیٰ عہدیداروں نے صدام سے ملاقات کی اور ان کی حوصلہ افزائی کی۔ لیکن کویت پر حملہ ہوتے ہی امریکہ نے صدام کی مخالفت شروع کر دی۔ یہاں تک کہ کویت کو خالی کرنے کے لئے سلامتی کونسل سے عراق کے خلاف قرارداد منظور کرائی گئی۔ جس کے بعد امریکہ نے اتحادی فوجوں کے ہمراہ عراق پر حملہ کر دیا۔ عراق کو مختلف زونوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ عراق پر فوجی، اقتصادی، تجارتی پابندیاں پہلے ہی عائد کر دی گئی تھیں۔ امریکہ صدام کی جگہ اپنے پسندیدہ لوگوں کو حکومت میں لانے کی کوششیں کر رہا تھا۔ لیکن عراق پر صدام اور بعث پارٹی کے کنٹرول کے باعث صدام کی حکومت کا تختہ الٹنے کی کوئی سازش کامیاب نہ ہو سکی۔ تاہم نائن ایون کے بعد امریکہ نے عراق کے خلاف تباہ کن ہتھیاروں کا پروپیگنڈہ کیا، اور عراق پر حملہ کر دیا، امریکہ کو ڈرتھا کہ اگر عراق کی فوجی قوت تباہ نہ کی گئی اور صدام کو حکومت سے نہ ہٹایا گیا تو وہ کسی وقت بھی اسرائیل پر حملہ کر دیں گے۔ جو امریکہ کو کسی بھی صورت میں قبول نہیں تھا۔

اسرائیل کو تباہ کرنے کی خواہش صدام حسین کی پھانسی کا باعث بنی۔ امریکہ کو نہ عراق کے شیعوں سے کوئی ہمدردی ہے اور نہ کردوں سے۔ امریکہ کو اپنے مفادات عزیز

ہیں۔ امریکہ کل تک عراقی عوام کو صدام کے خلاف بھڑکا رہا ہے۔ اور اب وہ ایران کے عوام کو ایرانی صدر محمود احمدی نژاد کے خلاف بھڑکا رہا ہے۔ کیونکہ محمود احمدی نژاد نے بھی اسرائیل کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی بات کی ہے۔ اب کیا محمود احمدی نژاد کا حشر بھی صدام جیسا ہوگا۔ عراق کو مکمل فتح کرنے کے بعد امریکہ کا اگلا نشانہ ایران اور اس کے بعد پاکستان ہے۔ ایران کے خلاف سلامتی کونسل ایک اور قرارداد منظور کر چکی ہے۔ خدشہ ہے کہ آئندہ چند ماہ میں ایران پر اقتصادی و تجارتی پابندیاں بھی عائد کر دی جائیں گی اور اس سے اگلے مرحلے میں صدام کی طرح محمود احمدی نژاد کو اقتدار چھوڑنے اور امریکہ کے آگے جھکنے کی دھمکی دی جائے گی۔ جس کے بعد عراق کی طرح ایران پر بھی حملہ کر دیا جائے گا۔

اس وقت امریکہ کے خلاف شیعہ اور سنی دونوں کا مقصد ایک ہے۔ شیعہ اور سنی دونوں مسلم ممالک اور وسائل پر امریکی قبضے کے خلاف ہیں۔ شیعہ اور سنی دونوں فلسطینیوں پر اسرائیلی مظالم کے سخت خلاف ہیں، امریکی و یہودی جانتے ہیں کہ اس وقت شیعہ اور سنی مسلمانوں کو نہ لڑایا گیا تو دونوں کا اتحاد مسلم ممالک سے امریکی مفادات کا جنازہ نکال دے گا۔ امریکہ نے صدام حسین کو پھانسی دے کر عالم اسلام کو شیعہ اور سنی میں تقسیم کرنے کی سازش کی ہے۔ صدام کو پھانسی دے کر اس کا ذمہ دار شیعوں کو قرار دیا جا رہا ہے۔ دوسری طرف شیعوں کو کہا جا رہا ہے کہ سنی ان کے مقدس مزاروں پر حملے کر رہے ہیں۔ آج عراق میں ایک خانہ جنگی سی کیفیت ہے۔ شیعہ اور سنی جو کل تک باہم شیر و شکر تھے اب ایک دوسرے کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ عراق میں ایک نہیں ہزاروں گھرا لیسے ہیں جہاں ایک ہی خاندان میں شیعہ اور سنی دونوں مسالک سے تعلق رکھنے والے افراد رہتے ہیں۔ لیکن اب ان میں بھی خلیج پیدا ہو رہی ہے۔ امریکہ اور یہودی عالم اسلام کو شیعہ اور سنی میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ خطرہ ہے کہ وطن عزیز پاکستان بھی اس سازش کا شکار نہ ہو جائے۔

سی آئی اے نے مسلم ممالک کے بارے میں جو پلان بنایا ہے اس کے مطابق 2015 تک مسلم ممالک کو فوجی و معاشی اعتبار سے کمزور کر دیا جائے گا۔ بعض مسلم ممالک کا نقشہ بھی تبدیل ہوگا۔ تمام مسلم ممالک میں امریکہ کے لئے قابل قبول لوگوں کو اقتدار

میں لایا جائے گا۔ صدام حسین کی پھانسی اس سازش کی جانب ایک بڑا قدم ہے۔  
عراق سمیت کئی مسلم ممالک کا مستقبل خطرے میں ہے۔ صدام کی پھانسی  
کے بعد عراق کا متحد رہنا ممکن نظر نہیں آ رہا۔ عراق کے ہمسایہ ممالک اپنے اپنے  
مفادات کا تحفظ چاہتے ہیں۔

صدام حسین کی پھانسی، پاکستان سمیت مسلم ممالک کے ان تمام حکمرانوں کے  
لئے ایک سنگنل ہے جو اس وقت امریکی ایجنڈے کے مطابق کام کر رہے ہیں۔ اور مسلم امہ  
کا تحفظ کرنے کی بجائے امریکی مفادات کا تحفظ کر رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کل کو باجوڑ  
ایجنسی اور وزیرستان میں جاں بحق ہونے والے لوگوں کے معاملے کو لے کر حکمرانوں کے  
خلاف مقدمہ چلایا جائے۔ کیونکہ امریکہ اور امریکی حکمران کسی گے دوست نہیں، ذوالفقار  
علی بھٹو اور صدام حسین میں ایک قدر مشترک یہ ہے کہ دونوں اسرائیل کے سخت خلاف اور  
اپنے اپنے ممالک کو ایٹمی طاقت بنانا چاہتے تھے اور دونوں کو وہاں کے عدالتی نظام کے  
ذریعے پھانسی کے پھندے پر لٹکا دیا گیا۔ دونوں کو پھانسی پر لٹکانے والی حکومتوں کو امریکہ  
کی حمایت حاصل تھی۔

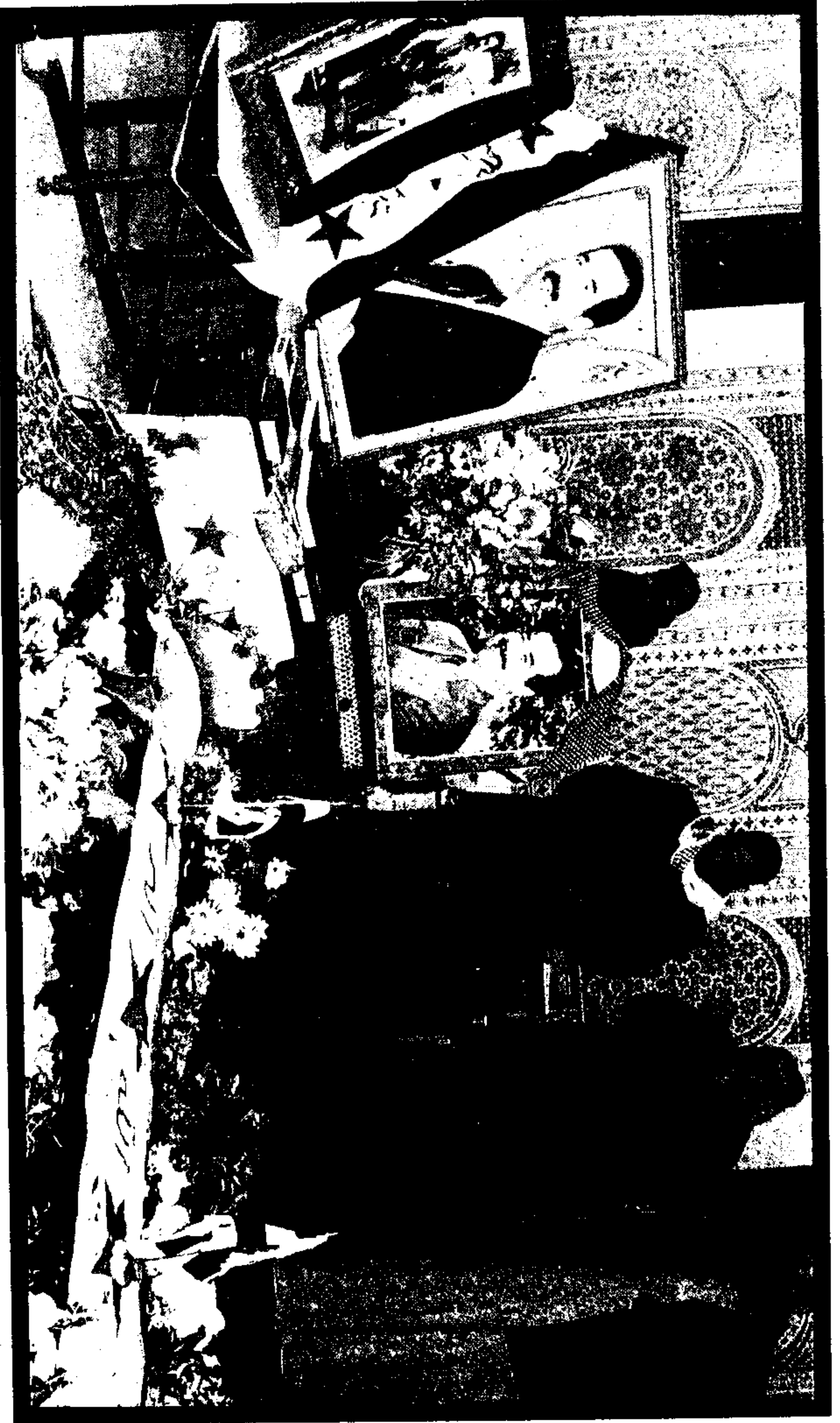
امریکہ عرب ممالک میں اپنی پسند کی اصلاحات چاہتا ہے جس سے ان ممالک  
کے اندر امریکہ کی جڑیں مضبوط ہو سکیں۔ صدام کی پھانسی ان عرب ممالک کے سربراہوں  
کو بھی اشارہ ہے کہ اگر انہوں نے امریکی ایجنڈے کے مطابق کام نہ کیا تو امریکہ ان کا  
حشر بھی صدام حسین جیسا کرے گا۔



## باب نمبر 6

## صدام حسین کو عجلت میں پھانسی کیوں دی گئی؟

صدام حسین کو جلدی میں پھانسی دینے سے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے مجرموں کے ایک بڑے ٹولے نے کسی جرم کے کلیدی گواہ کو خاموش کر دیا ہو۔ معروف مصنف رابرٹ شیئر کا کہنا ہے کہ سابق عراقی صدر کو عجلت میں اس لئے ابدی نیند سلا دیا گیا کہ وہ عراق میں امریکہ کے کردار اور جارج ڈبلیو بوش کے والد سے ہونے والے کئی خفیہ سمجھوتوں کے بارے میں بہت کچھ جانتے تھے۔ شیئر نے ایک آزاد ویب سائٹ After Net میں لکھا ہے: ”امریکہ نے یہ ایک خوفناک مثال قائم کی ہے کہ وہ کسی ملک پر جھوٹے الزامات کے تحت حملہ آور ہو کہ اس کے سربراہ کو برطرف کر سکتا ہے اور اس پر کسی عالمی عدالت میں مقدمہ چلائے اور اپیل کا حق دیئے بغیر سمری ٹرائل کے ذریعے تختہ دار پر بھی لٹکا سکتا ہے۔ یہ طریقہ کار انتقام لینے کا ہے انصاف کرنے کا نہیں۔ اگر انصاف کیا جاتا تو اس کے عالمی تقاضوں کا لحاظ رکھا جاتا، مقدمے کی نگرانی عالمی عدالت انصاف کرتی اور یہ کسی ایسے ملک میں چلایا جاتا جس میں دفاعی وکلاء کو تحفظ فراہم ہوتا۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ جس جرم میں صدام حسین کو سزائے موت دی گئی وہ رمز فیلڈ کے اس دورہ عراق سے 15 ماہ قبل وقوع پذیر ہو چکا تھا جس میں انہوں نے صدام حسین کو ایران کے خلاف جنگ شروع کرنے کی ترغیب دی تھی۔“ شیئر نے بتایا ہے کہ دوسری عالمی جنگ کے بعد امریکہ



صدام حسین کی قبر جو اب مزار میں تبدیل ہو چکی ہے۔



ہی نے یہ اعلان کیا تھا کہ نازیوں جیسے سنگین زہین جرائم کا ارتکاب کرنے والوں پر بھی مقدمہ چلاتے وقت انصاف کے تمام تقاضے پورے کئے جائیں گے۔ لیکن سابق عراقی صدر صدام حسین کے سلسلے میں اس معیار کا کوئی خیال نہ رکھا گیا اور اس پر سٹالن کے نمائشی مقدمات کی طرح سیاسی سرکس کی طرز پر مقدمہ چلایا گیا۔

عراقی حکومت نے نہیں بلکہ اس کے امریکی آقاؤں نے صدام حسین کو سزائے موت دینے میں انتہائی عجلت کا مظاہرہ کیا۔ ان کے خلاف ابھی پہلے اور نسبتاً چھوٹے جرم کا ہی فیصلہ آیا تھا کہ انہیں تختہ دار پر لٹکا کر باقی تمام بڑے بڑے سنگین جرائم پر قانونی کارروائی منسوخ کر دی گئی۔ اگر عراقی ڈکٹیٹر کے خلاف دیگر الزامات میں بھی مقدمات چلائے جاتے تو موجودہ عراقی حکومت کو کچھ چھپانے کی کوئی حاجت نہیں تھی لیکن امریکہ کے لئے ان کی پردہ پوشی ضروری تھی کیونکہ وہ خود ان وحشیانہ کارروائیوں میں شریک رہا تھا۔

ذرا مارچ 2003ء کا تصور کریں جب امریکہ نے عراق پر حملہ کیا تو عراق پر وسیع تباہی کے ہتھیاروں (WMDs) کا الزام عائد کیا گیا۔ اس وقت عراق کو ایک جمہوری ملک بنانے کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں کہا گیا تھا۔ حملے سے قبل امریکی عوام کو یہ بتایا گیا کہ صدام حسین کے ہتھیار پوری دنیا کے لئے بہت بڑا خطرہ ہیں۔ انہیں یہ بھی بتایا گیا کہ صدام حسین ایک ایسا شیطان صفت آدمی ہے جو اپنے ملک کے لوگوں کو زہریلی گیس سے ہلاک کر دیتا ہے۔

امریکہ نے یہ سب کچھ کہہ کر عراق پر چڑھائی کر دی لیکن اسے وہاں وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والا ایک بھی ہتھیار نہ مل سکا اس لئے اس نے اپنے حملے کی وجہ تبدیل کر لی اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہم عراقی عوام کو جمہوریت کا ”تحفہ“ دینا چاہتے ہیں اس نئے ہدف کے لئے بھی امریکہ کو صدام حسین ایک بھیانک ولن کے طور پر درکار تھا۔ چنانچہ دنیا کو اس کے مظالم کی داستانیں سنائی گئیں۔ جیسے 1988ء میں کرد باغیوں پر زہریلی گیس کا حملہ۔ پھر یہ طے کیا گیا کہ ان کردوں کے قتل کا مقدمہ چلا کر پھانسی دے دی جائے گی۔ لیکن بعد میں یہ ہوا کہ سب سے پہلے صدام کے خلاف دو جیل قصبے کے ان

144 دیہاتیوں کے عدالتی قتل کے الزام میں مقدمہ چلایا گیا جو 1982 میں انہیں موت کے گھات اتارنے کی سازش میں ملوث تھے۔ اسی مقدمے میں انہیں سزائے موت سنائی گئی اور انہیں بڑی سرعت کے ساتھ تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔ کردوں کو زہریلی گیس سے ہلاک کرنے کا مقدمہ صرف دو ماہ پہلے دائر کیا گیا تھا جب کہ 1988 میں کرد اور 1991 میں شیعہ بغاوت کو کچلنے کے لئے جو قتل عام کیا گیا وہ مقدمات جنوری 2007ء میں دائر کرنے کا منصوبہ تھا۔ لیکن ان بھیانگ ترین جرائم کے مقدمے کا ڈرافٹ تک سامنے نہ آنے دیا گیا۔

دو جیل وہ قصبہ ہے جہاں سے ایک شخص (صدام حسین) نے 1960ء کے عشرے میں اقتدار کی سیڑھی پر پہلا قدم رکھا۔ اس شخص نے 1988 میں ایران کے خلاف جنگ شروع کی جس میں پانچ لاکھ افراد مارے گئے۔

اس شخص نے 1987-88 میں کرد آبادی کا قتل عام کیا۔ اس لئے کہ اس کے کچھ لیڈروں نے ایران کی حمایت کی تھی۔ وہی شخص 1990 میں کویت پر چڑھ دوڑا اور 1991 میں عراقی شیعوں کا قتل عام کیا جن کا قصور یہ تھا کہ انہوں نے ایران عراق جنگ بند ہونے کے بعد اس کی ظالمانہ حکومت کے خلاف آواز اٹھائی تھی۔ ان تمام جرائم کو پس پشت ڈال دیا گیا اور اسے جیل کے مقدمے میں سزائے موت دے دی گئی۔

اہل مغرب کو یہ بات یوں سمجھائی جاسکتی ہے کہ اگر 1945ء میں ہٹلر کو زندہ گرفتار کر لیا جاتا اور اس کے خلاف دوسری عالمی جنگ شروع کرنے اور لاکھوں یہودیوں کو قتل کرنے کے جرائم کو تو نظر انداز کر دیا جاتا لیکن اس پر 1944ء میں بم سازش کیس میں ملوث ہونے کے الزام میں مقدمہ چلایا جاتا تو وہ اس کا رروائی کو کیا سمجھتے؟ آخر امریکیوں نے صدام کے درجنوں وحشیانہ جرائم کو چھوڑ کر سب سے پہلے دو جیل سازش کیس کو کیوں چنا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ صدام کا واحد جرم تھا جس میں امریکہ شریک نہیں تھا، اس نے باقی تمام جرائم کا ارتکاب امریکہ ہی کے اشارے پر کیا تھا۔ امریکہ عراقی کمیونسٹوں کے قتل عام میں بھی ملوث تھا۔ امریکی سی آئی اے نے ہی صدام کو اس کے ارکان کی فہرست مہیا کی تھی۔

صدام نے ایران کے خلاف جنگ کا آغاز امریکہ ہی کہہنے پر کیا، اس جنگ کے دوران امریکہ نے نہ صرف صدام کو روایتی ہتھیار فراہم کئے بلکہ اسے زہریلی گیس تیار کرنے والے کیمیکل بھی دیئے۔ امریکہ نے صدام کو ایرانی اہداف کے بارے میں سیٹلائٹ اور اواکس طیاروں سے حاصل شدہ تصاویر مہیا کیں۔ امریکہ نے اپنی ایئر فورس کے وہ ماہرین بغداد بھیجے جنہوں نے ایرانی مورچوں کی ان تصاویر کو پڑھ کر صدام کو تفصیلی نقشے تیار کر کے دیئے جن کی مدد سے اس نے ان مورچوں کو زہریلی گیس سے نشانہ بنایا۔

ریگن انتظامیہ نے زہریلی گیس کے استعمال پر کانگریس کو صدام کے خلاف قرارداد مذمت پاس کرنے سے روکا اور امریکی وزارت خارجہ نے 1988ء میں صدام کو اپنے کردشہریوں کو زہریلی گیس سے ہلاک کرنے کے الزام سے بچانے کی کوشش کی اور جان بوجھ کر یہ جھوٹی خبریں پھیلائیں کہ زہریلی گیس ایرانی طیاروں نے گرائی تھی۔ وہ امریکہ ہی تھا جس نے صدام حکومت کو بچانے کے لئے خلیج سے گزرنے والے اس کے آئل ٹینکروں کی حفاظت کی خاطر اپنے بحری جنگی جہاز فراہم کئے اور عراقی جنگی طیاروں کو کھلی چھٹی دیدی کہ وہ ایرانی بندرگاہوں سے تیل لے جانے والے ٹینکروں کو نشانہ بنائیں حتیٰ کہ 1987 میں صدام کے طیاروں نے جب غلطی سے ایک امریکی بحری جہاز پر حملہ کر کے اس کے عملے کے 37 اہلکاروں کا ہلاک کر دیا تو واشنگٹن نے اسے معاف کر دیا۔

اور پھر وہ جارج ڈبلیو بوش کے والد (سینر بوش) ہی تھے جنہوں نے 1991 میں صدام کو کویت سے مار بھگانے کے بعد عراقی شیعوں اور کردوں کو اس کے خلاف بغاوت پر اکسایا اور جب شیعوں نے ان کے کہنے پر تحریک شروع کی تو امریکی فضائیہ ان کی حفاظت کرنے میں ناکام ہوگی۔ امریکہ صدام کے تمام بڑے بڑے جرائم میں کسی نہ کسی طرح شامل رہا یہی وجہ ہے کہ اس کے خلاف کوئی ایسا مقدمہ نہ چلانے دیا گیا جس کی سماعت کے دوران جرائم کی تفصیلات منظر عام پر آسکتی تھیں۔

چنانچہ موجودہ بش انتظامیہ نے دو جیل کیس سب سے پہلے چلایا اور سنگین جرائم کو آئندہ پر ملتوی کر دیا کیونکہ امریکہ جانتا تھا کہ دو جیل کے واقعے میں سزائے موت دیئے جانے کے بعد وہ باقی تمام مقدمات کو منسوخ کر دے گا اور اس کے اپنے بھیانک جرائم لوگوں کے سامنے نہیں آ پائیں گے۔



## باب نمبر 7

## فاتح کا انتقام

صدام حسین کی داستان حیات اختتام کو پہنچ چکی۔۔۔ ان کی گرفتاری، مقدمہ اور سزائے موت، عراق پر امریکی تسلط کا ایک افسوسناک استعارہ بن گیا۔ جو کام بہت ہی اچھے طریقے سے کیا جاسکتا تھا اسے نہایت بری طرح انجام دیا گیا۔ یہ بات بھلائی نہیں جاسکتی کہ صدام کوئی عام حکمران نہیں تھا۔ اس نے جدید تاریخ میں جو حکومت قائم کی اس کا مقابل سوویت یونین کے ٹالین، چین کے ماؤ یا شمالی کوریا کے کم جانگ دوئم سے کیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ امریکہ نے اس کا تختہ الٹنے کے لئے جو بھی تدبیر اختیار کی مغرب نے اسے ابتداء میں عراق کے لئے اچھا ہی قرار دیا۔

لیکن بش انتظامیہ نے جلد ہی صدام پر بین الاقوامی قانون یا کسی وسیع اختیار کی حامل عدالت میں مقدمہ چلانے کا خیال ترک کر دیا۔ وہ ایسا کیوں نہ کرتی، آخر اس نے عراق پر حملہ کرنے اور اس پر قبضہ جمانے کے لئے بھی تو اقوام متحدہ سے منڈیٹ حاصل کرنے کو ایک بے کار مشق سمجھا تھا۔ اس نے صدام کی تقدیر کا فیصلہ کرنے کا اختیار اس نئی عراقی حکومت کے ہاتھ میں دے دیا جس میں امریکیوں کو بالادستی حاصل ہے۔ یہ سب کچھ ناگزیر نہیں تھا۔ اکثر عراقیوں کی خواہش تھی کہ صدام کو اقتدار سے



صدام حسین کی اپنے دونوں بیٹوں کے ہمراہ ایک تاریخی تصویر



ہٹایا جائے۔ امریکی حملے کے چند ماہ بعد مخلوط عبوری اتھارٹی کو 70 فیصد عوام کی حمایت حاصل تھی۔ عراق کے سنی عرب بھی اسی تعداد میں اس کے حق میں تھے۔ ابتدائی مہینوں میں جب امریکی افواج کے خلاف حملے شروع ہوئے تو صرف 14 فیصد عراقی عوام نے ان کی حمایت کی لیکن آج 70 فیصد ان کا ساتھ دے رہے ہیں۔ ان دنوں امریکیوں کے خلاف مسلح جدوجہد کا آغاز سنیوں کے گڑھ فلوجہ سے نہیں بلکہ شیعوں کے مقدس شہر نجف سے ہوا تھا۔

شروع کے ان قیامت خیز مہینوں کے دوران امریکہ نے عراقی فوج کو غیر قانونی قرار دے دیا، پچاس ہزار سرکاری ملازمین برخاست کر دیئے جن میں ہزاروں عراقی کام کرتے تھے۔ جس سے عراقی ریاست کا ڈھانچہ درہم برہم ہو کر رہ گیا۔ سکیورٹی کا ایک گہرا خلا پیدا ہو گیا، انتظامی مشینری بحران کا شکار ہو گئی اور لاکھوں عراقی عوام بے روزگار ہو گئے۔ صدام کے زمانے میں عراق کے امور مملکت سنی اشرافیہ کے ہاتھ میں تھے، انہوں نے امریکی قابضین کی ان کارروائیوں کو صرف حکومت کی تبدیلی ہی نہیں بلکہ ایک ایسا انقلاب سمجھا جس میں وہ ایک نیازیر دست طبقہ بنا دیئے گئے تھے۔ ان کے لئے نیا عراق ایک نئی ڈکٹیٹر شپ کی صورت میں ظہور پذیر ہوا۔

## صدام کے سوتیلے بھائی

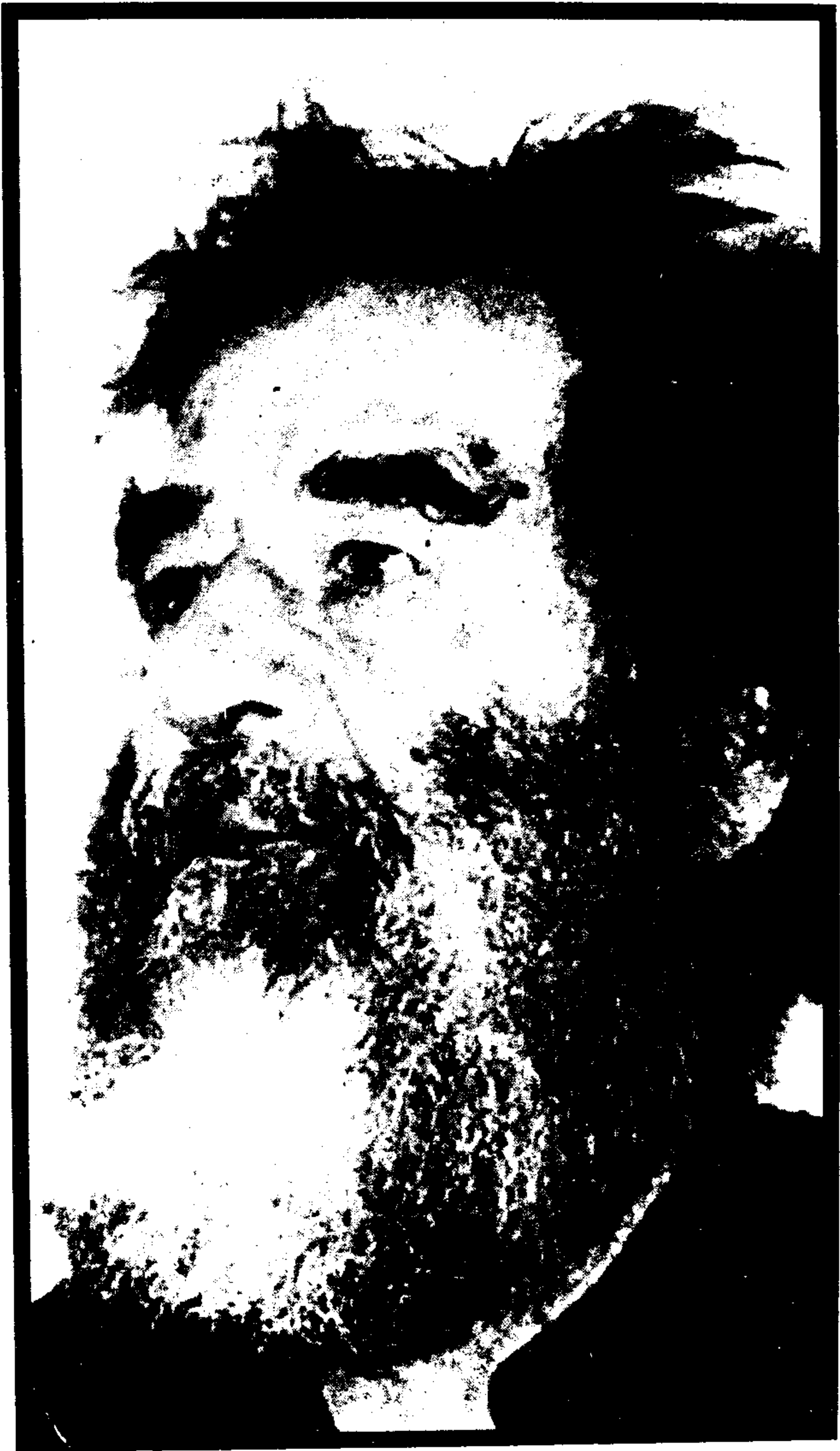
### اور سابق چیف جسٹس کو پھانسی

15 جنوری 2007 کو صدام حسین کے سوتیلے بھائی برزان

الکریتی اور سابق چیف جج عواد البندر کو بھی پھانسی دیدی گئی۔

رپورٹ کے مطابق تختہ دار پر صدام حسین کے سوتیلے بھائی کاسرتن سے جدا ہو گیا اور انکی لاش کافی دیر تک تڑپتی رہی، عراقی پراسیکیوٹر منقط الفارون کی طرف سے جاری بیان میں بتایا گیا کہ دونوں افراد کو علی الصبح پھانسی دی گئی۔ انہوں نے بتایا کہ حکومت نے مجھے بلایا اور کہا کہ پھانسی پر عمل درآمد ہوتا دیکھنے کیلئے کسی کو ساتھ بھیجا جائے تو میں نے ایک جج کو وہاں بھیجا جس نے بتایا کہ انہیں طے شدہ طریقہ کار کے تحت پھانسی دی گئی۔ سابق صدر کی پھانسی کے طریقہ پر پوری دنیا میں سخت تنقید کے بعد عراقی حکام اس کے حوالے سے متضاد اعلانات کرتے رہے لیکن پھر اچانک پھانسی دے دی گئی۔ برزان الکریتی اور عواد البندر کی لاشیں امریکی ہیلی کاپٹر سے صدام کے آبائی قبے تکریت بھیجی گئیں اور ان کو ان کی وصیت کے مطابق اوجا میں صدام حسین کی قبر کے احاطے میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

انسانی حقوق کی عالمی تنظیم ایمنسٹی نے صدام کے دونوں ساتھیوں کی پھانسی کو ظالمانہ اقدام قرار دیتے ہوئے اس کی مذمت کی ہے۔ برطانوی ترجمان نے بھی سزائے موت کی حمایت کرتے ہوئے اسے ”خود مختار حکومت“ کا فیصلہ قرار دیا ہے جبکہ یورپی یونین کے رکن ممالک اٹلی نے پھانسی کی مذمت کی ہے، اقوام متحدہ کی ہائی کمشنر برائے انسانی حقوق لوئس آربر نے پھانسیوں کے اقدام پر افسوس اظہار کرتے ہوئے خدشہ ظاہر کیا کہ اس سے خطرناک جرائم کے ذمہ دار دیگر افراد کو انصاف کے کٹہرے میں لانے کی کوششوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری بان کی مون نے بھی پھانسی کے اقدام اور اس ضمن میں عالمی ادارے کی اپیلیں مسترد کرنے کی مذمت کی ہے۔ امریکی وزیر خارجہ کنڈولیزا رائس نے پھانسی کے عمل کو عراق کا اندرونی معاملہ قرار دے کر اپنی جان چھڑانے کی کوشش کی اور توقع ظاہر کی کہ اب عراق کے حالات بہتر ہوں گے۔ لیکن ایک عرب جریدے الجھوریہ کے مطابق



صدام حسین کے فتاری کے فوراً بعد کی تصویر

امریکی حکام عراق پر زور دے رہے تھے کہ صدام کے سوتیلے بھائی کو جلد از جلد پھانسی دی جائے۔ امریکیوں کا خیال ہے کہ اب عراق میں حالات بہتر ہو جائیں گے۔



## باب 8

## صدام حسین کا مقدمہ: کب کیا ہوا

عراق کے سابق صدر صدام حسین اور ان کے سات ساتھیوں کے خلاف انیس سو بیاسی میں دجیل میں ایک سواڑتالیس شیعوں کو ہلاک کرنے کے جرم میں مقدمہ چلایا گیا۔ درج ذیل میں اس مقدمہ کی سماعت کے چیدہ چیدہ مراحل کا مختصر احوال دیا جاتا ہے۔

اتوار 5 نومبر: 2006ء

صدام حسین پر انسانیت کے خلاف جرائم ثابت ہو جاتے ہیں۔ ان پر الزام تھا کہ انہوں نے دریائے دجلہ پر واقع شہر دجیل میں انیس سو بیاسی میں ایک سواڑتالیس شیعوں کو ہلاک کیا۔ انہیں تختہ دار پر لٹکا کر پھانسی دی جانے کے سزا سنائی جاتی ہے۔

اتوار 29 اکتوبر:

سرکاری وکلاء کے پینل کے سربراہ جعفر المساوی کہتے ہیں کہ چونکہ ابھی تک چند عدالتی لوازمات مکمل نہیں ہوئے اس لیے صدام حسین کے مقدمہ کا فیصلہ جو پانچ نومبر کو متوقع ہے اس میں دو ہفتے تک کی تاخیر ہو سکتی ہے۔



## جمعرات 27 جولائی:

صدام حسین اپنی آخری پیشی پر عدالت میں پیش نہیں ہوتے لیکن دوسرے دو ملزمان عراق کے سابق نائب صدر طہ یاسین رمضان اور عود حماد البندر عدالت میں حاضر ہوتے ہیں۔

آج یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ صدام کی قسمت کا فیصلہ اکتوبر میں ہو جائے گا۔

## بدھ 26 جولائی:

صدام دوبار عدالت میں آتے ہیں لیکن ان کا کہنا ہے کہ انہیں زبردستی ان کے ہسپتال سے لایا گیا ہے۔

ان کا کہنا ہے کہ ”اگر انہیں سزائے موت سنائی جاتی ہے تو وہ چاہیں گے کہ انہیں پھانسی دینے کی بجائے گولی ماری جائے۔ مجھ جیسے فوجی شخص کے لیے سزائے موت دیے جانے کا بہتر طریقہ گولی مارنا ہے۔“

صدام حسین بھوک ہڑتال کی وجہ سے کمزور دکھائی دے رہے ہیں، تاہم آج بعد میں بتایا جاتا ہے کہ انہوں نے کھانا پینا شروع کر دیا ہے۔

## پیر 24 جولائی:

مقدمہ کی کارروائی دوبارہ شروع ہوتی ہے لیکن صدام حسین بھوک ہڑتال کی وجہ سے بیمار ہیں اور عدالت میں حاضر نہیں ہوتے۔

ان کے علاوہ باقی تمام ملزمان بھی عدالت کی کارروائی میں حصہ لینے سے یہ کہہ کر انکار کرتے ہیں ان کے خلاف مقدمہ منصفانہ انداز میں نہیں چلایا جا رہا۔

آج چیف جج رؤف عبدالرحمن عراقی انٹیلی جنس کے سابق سربراہ بزران ابراہیم الکریتی کو جو کہ صدام کے سوتیلے بھائی بھی ہیں کہتے ہیں کہ ان کے ہاتھ خون سے رنگے ہوئے ہیں۔

## منگل 11 جولائی:

چیف جج کارروائی ملتوی کر دیتے ہیں اور صدام اور ان کے ساتھیوں کے وکلاء کو تاکید کرتے ہیں کہ وہ عدالت کا بائیکاٹ ختم کریں۔  
صدام اور ان کے ساتھی آج بھی عدالت میں نہیں آتے سوائے دو چھوٹے مجرموں کے۔

## پیر 10 جولائی:

صدام حسین عدالت کے بائیکاٹ کا اعلان کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ کارروائی ”بین الاقوامی اور عراقی قوانین کا منسخر اڑانے سے کم نہیں اور اس کے پیچھے امریکہ کے گھٹیا عزائم ہیں۔“  
صدام یہ بیان آج اس وقت دیتے ہیں جب عدالت دفاع کے وکلاء کے دلائل کو سمیٹنا شروع کر دیتی ہے۔  
صدام کے علاوہ دو دوسرے بڑے ملزموں کے وکلاء بھی کہتے ہیں کہ جب تک ان کی حفاظت کے لیے خاطر خواہ انتظامات نہیں کیے جاتے وہ بھی عدالت کی کارروائی کا بائیکاٹ کرتے ہیں۔

## پیر 19 جون:

استغاثہ کے وکلاء کے سربراہ ملزمان کے خلاف اپنے دلائل سمیٹتے ہوئے عدالت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ صدام حسین ان کے سوتیلے بھائی اور طہ یاسین رمضان کو سزائے موت دی جائے۔ ان کا کہنا تھا یہ لوگ زمین پر بدعنوانی پھیلا رہے تھے حتیٰ کہ شجر بھی ان کے ظلم سے محفوظ نہیں تھے۔

کارروائی دس جولائی تک ملتوی کر دی جاتی ہے جب وکیل صفائی اپنے آخری

دلائل دیں گے۔ اس کے بعد پانچوں ججوں پر مشتمل پینل فیصلہ لکھنے کے لیے تخیلہ میں چلا جائے گا۔

آج سرکاری وکیل کہتے ہیں کہ بعث پارٹی کے اہلکار محمد عزام عزاوی کے خلاف الزامات واپس لیے جاتے ہیں اور وہ عدالت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ عزاوی کو بری کر دیا جائے۔

### منگل 13 جون:

چیف جج کارروائی کا آغاز کرتے ہیں کہتے ہیں کہ یہ وکلاء صفائی کے لیے دلائل دینے کا آخری موقع ہے۔ چیف جج ملزمان اور ان کے وکلاء کو ڈانٹتے ہیں کہ وہ لوگ طویل تقریریں کرنا بند کریں۔ ”آپ لوگ باسٹھ گواہوں کو بااچکے ہیں۔ اگر یہ کافی نہیں ہیں تو میں ایک سو گواہ بلا لوں تو بھی آپ کے لیے نا کافی ہوں گے۔“

### پیر 12 جون:

کارروائی کے دوبارہ آغاز کے موقع پر ہنگامہ آرائی ہو جاتی ہے۔ صدام کے سوتیلے بھائی بزران التکریتی جج سے تکرار شروع کر دیتے ہیں جس پر سکیورٹی اہلکار انہیں اٹھا کر عدالت سے باہر لے جاتے ہیں۔

وکیل صفائی عدالت سے مزید وقت مانگتے ہیں۔ وکیل کرٹس ڈوبلر کہتے ہیں کہ جس انداز میں مقدمہ چلایا جا رہا ہے اس سے وکلاء صفائی کو شدید مسائل کا سامنا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ وکیل استغاثہ کو اپنے دلائل کے لیے پانچ ماہ دیے گئے جبکہ وکلاء صفائی کو کہا جا رہا ہے کہ وہ اپنے دلائل چند ہفتوں میں مکمل کریں۔

جج عبدالرحمن کہتے ہیں کہ ان چار گواہوں کے خلاف کارروائی کی جا رہی ہے جنہوں نے گذشتہ ہفتے الزام لگایا تھا کہ استغاثہ نے انہیں غلط گواہی دینے کے لیے رشوت

کی پیش کش کی ہے۔

چار میں سے تین گواہوں نے عدالت میں کہا تھا کہ جن لوگوں کو ہلاک کرنے کے الزام میں صدام اور ان کے ساتھیوں پر مقدمہ چل رہا ہے ان میں سے کئی زندہ ہیں۔ جج نے کہا کہ ہمیں معلوم ہے کہ یہ لوگ جھوٹ بول رہے تھے اس لیے ان کے خلاف کارروائی کی جا رہی ہے۔

**پیر 5 جون:**

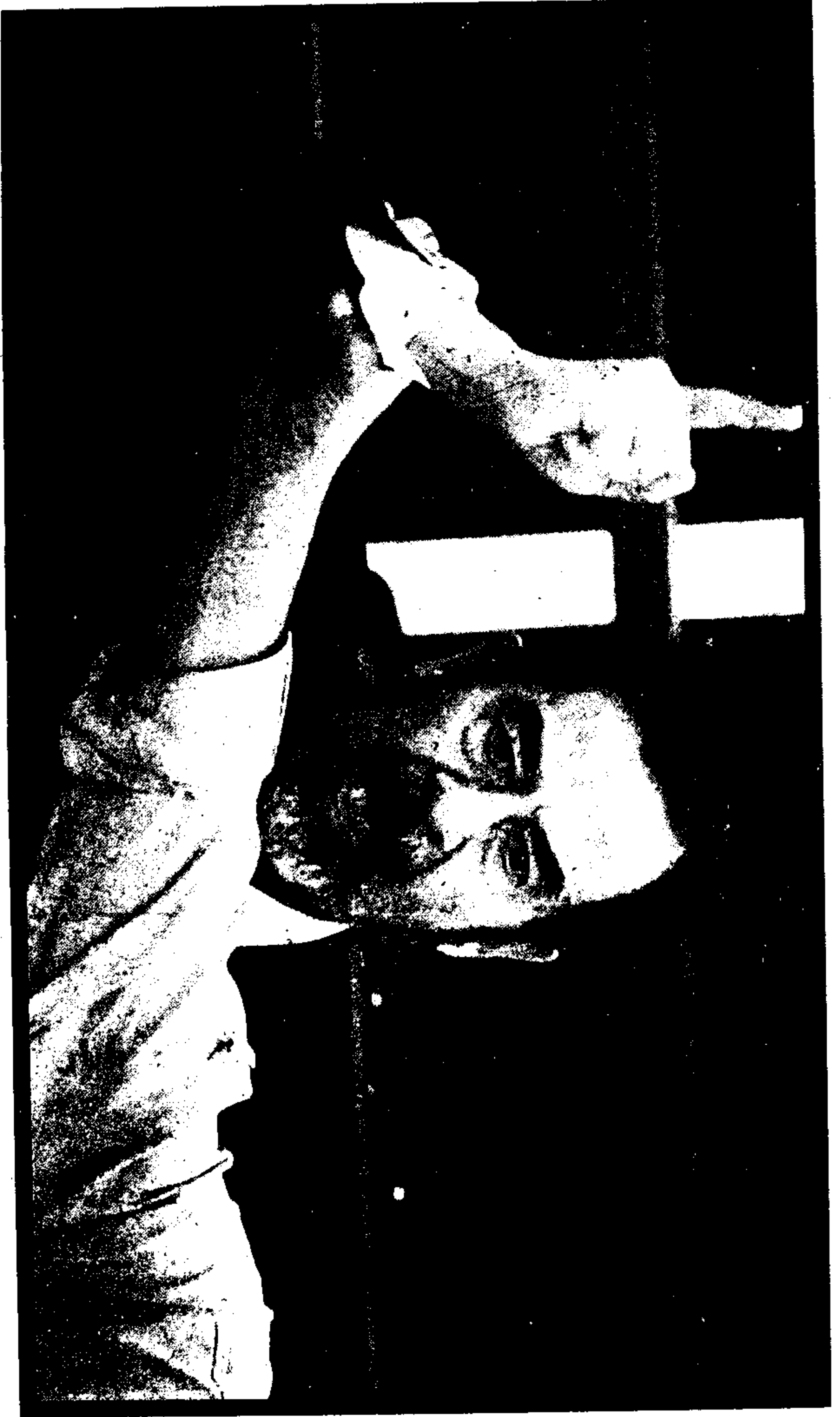
وکلاء صفائی عدالت میں ان کے موکلوں کے خلاف پیش کیے جانے والے دستاویزی ثبوتوں کو چیلنج کرتے ہیں۔ ان کا مطالبہ ہے کہ عدالتی کارروائی روک کر پہلے یہ طے کیا جائے کہ یہ دستاویزات درست ہیں یا نہیں۔

**بدھ 31 مئی:**

وکلاء صفائی الزام لگاتے ہیں استغاثہ عدالت میں جو ثبوت پیش کر رہا ہے وہ من گھڑت ہیں۔ استغاثہ الزام کی تردید کرتا ہے۔ صدام حسین اور دوسرے ملزمان کی طرف سے پیش کیے جانے والے ایک گواہ کا کہنا ہے کہ استغاثہ نے انہیں اپنا بیان بدلنے کے لیے کہا اور انہیں رشوت کی پیش کش بھی کی۔

**منگل 30 مئی:**

گواہان صفائی میں سے ایک عدالت کو بتاتا ہے کہ جن 148 افراد کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ انہیں صدام حسین کا تختہ الٹنے کی کوشش کے جرم میں صدام اور ان کے ساتھیوں نے ہلاک کر دیا تھا ان میں سے 23 درحقیقت زندہ ہیں۔ اس پر جج وکلاء صفائی کو کہتے ہیں کہ وہ اپنے گواہوں کی تعداد کم رکھیں کیونکہ عدالت کو غرض معیاری گواہی سے ہے نہ کہ گواہوں کی تعداد سے۔



گارڈ، صدر ام حسین کو دوران عدالت بات کرنے سے روک رہا ہے۔

بدھ 24 مئی:

عراق کے سابق نائب وزیراعظم طارق عزیز صدام حسین کے گواہ کے طور پر پیش ہوتے ہیں وہ اپنے بیان میں کہتے ہیں کہ صدام حسین کئی دہائیوں تک ان کے ساتھی رہے ہیں۔

پیر 15 مئی:

آج استغاثہ کی طرف سے دلائل مکمل ہونے پر صدام حسین اپنی صفائی میں کچھ کہنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ جب پوچھا جاتا ہے کہ وہ الزامات کے جواب میں کیا کہتے ہیں تو صدام حسین کہتے ہیں کہ میں ان الزامات کے جواب میں ہاں یا نہ نہیں کہہ سکتا۔ میں عراق کے عوام کی رضا مندی سے عراق کا صدر بنا ہوں اور میں آج بھی عراق کا صدر ہوں۔

پیر 24 اپریل:

استغاثہ عدالت میں ایک گفتگو کی ریکارڈنگ سناتا ہے جس کے بارے میں اس کا کہنا ہے کہ یہ اس ٹیلیفون گفتگو پر مبنی ہے جو صدام حسین اور سابق نائب صدر کے درمیان جیل میں ہلاکتوں کے بعد ہوئی۔

پیر 17 اپریل:

استغاثہ دعویٰ کرتا ہے کہ ماہرین نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ ایک دستاویز جس پر جیل میں 148 افراد کو ہلاک کر دینے کے احکامات ہیں اس پر جو دستخط ہیں وہ خود صدام حسین کے ہیں۔



وکلاء صفائی کہتے ہیں کہ مذکورہ ماہرین آزاد نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کے وزارت داخلہ کے ساتھ مراسم ہیں۔ اس پر عدالت ماہرین کو دستخطوں کے بارے میں حتمی رپورٹ تیار کرنے کے لیے مزید وقت دیتی ہے۔

بدھ 5 اپریل:

آج صدام حسین پر جرح کا آغاز ہوا۔ صدام حسین نے اپنے خلاف پیش کیے گئے ثبوتوں کو جعلی کہہ کر رد کر دیا۔ اس کے علاوہ وہ الزام لگاتے ہیں کہ ان کے خلاف پیش کیے جانے والے گواہوں پر دباؤ ڈال کر استغاثہ اپنی مرضی کی شہادتیں دلوا رہا ہے۔

بدھ 15 مارچ:

صدام حسین اپنے باقاعدہ دفاع کا آغاز کرتے ہوئے عدالت کو محض ”مذاق“ قرار دیتے ہیں۔

اس موقع پر وہ سارا میں ایک شیعہ مزار پر حملہ کے حوالے سے عراقی عوام کو خبردار کرتے ہیں اس سے ملک میں فرقہ وارانہ جنگ شروع ہو سکتی ہے، تاہم وہ ”امریکی حملے کے خلاف مزاحمت“ کو سراہتے ہیں۔

جج صدام کو خبردار کرتے ہیں کہ وہ عدالت کو سیاسی تقاریر کے لیے استعمال نہیں کر سکتے، جس کے بعد ذرائع ابلاغ کو بھی عدالت سے چلے جانے کے لیے کہا جاتا ہے۔

پیر 13 مارچ:

ایک ملزم عواد حامد البند راس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ انہوں نے دو جیل کے 148 شیعوں کو سزائے موت دی لیکن ان کا کہنا ہے کہ ایسا انہوں نے قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے کیا تھا۔

البند رجو ایک انقلابی عدالت کے سربراہ تھے، کا کہنا تھا کہ تمام ملزمان پر باقاعدہ مقدمہ چلایا گیا تھا۔ اس کے جواب میں استغاثہ نے کہا کہ ایسی کوئی عدالتی کارروائی نہیں ہوئی تھی۔

## بدھ یکم مارچ:

آج عدالت میں ایک ڈرامائی کیفیت پیدا ہو گئی۔ صدام حسین نے اچانک اعلان کیا کہ ان کے دور اقتدار میں جو کچھ ہوا وہ اکیلے اس کے ذمہ دار ہیں اس لیے باقی ملزمان کو بری کر دیا جائے۔

انہوں نے جیل میں مارے جانے والوں کے کھیتوں کو تباہ کر دینے کا اقرار بھی کیا لیکن ان کا اصرار تھا کہ یہ اقدام غیر قانونی نہیں تھا۔

## پیر 13 فروری:

جب صدام کو بائیکاٹ کے بعد دوبارہ عدالت میں زبردستی لایا گیا تو انہوں نے خاصا شور مچا دیا۔ انہوں نے امریکہ اور عدالت کے نئے جج کے خلاف نعرہ بازی کی۔ ”یہ عدالت نہیں“ یہ محض ایک کھیل ہے۔ اس پر جج نے کہا کہ قانون کہتا ہے کہ اگر ملزم عدالت میں نہ آئے تو اسے زبردستی لایا جاسکتا ہے۔

## جمعرات 2 فروری:

صدام اور ان کے ساتھیوں کے بائیکاٹ کی وجہ سے کوئی بھی ملزم عدالت میں حاضر نہیں ہوا۔

## بدھ یکم فروری:

چیف جج نے کہا کہ اگر صدام حسین اور ان کے ساتھی عدالت میں نہیں بھی آتے وہ مقدمہ کی کارروائی جاری رکھیں گے۔

## اتوار 29 جنوری:

کارروائی شروع ہونے کے چند ہی منٹ بعد صدام حسین عدالت سے اٹھ کر

چلے گئے۔ جج نے وکلاء صفائی کو تنبیہ کی کہ واہ اپنے موکلوں کو سمجھائیں۔ جج نے ان پر الزام لگایا کہ وہ اپنے موکلوں کو کارروائی میں خلل ڈالنے کی ترغیب دے رہے ہیں۔

**منگل 24 جنوری:**

ملزمان کے بائیکاٹ اور غیر حاضری کی وجہ سے سماعت ملتوی کر دی گئی۔

**بدھ 21 دسمبر 2005**

صدام حسین نے عدالت کو بتایا کہ حراست میں لیے جانے کے بعد امریکی فوجیوں نے ان پر تشدد کیا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ ان کے سارے جسم پر تشدد کے نشانات ہیں۔ عدالت نے ان کے اس دعوے کو مضحکہ خیز قرار دیا۔

آج استغاثہ کی طرف سے گواہ پیش ہوئے جنہوں نے بتایا کہ ان کے والدین پر ان کی آنکھوں کے سامنے تشدد کیا گیا اور ان میں سے کچھ کو جان سے مار دیا گیا تھا۔ اس پر بزرگان النکریتی عدالت میں کھڑے ہو کر چیخنے لگے۔ انہوں نے کہا کہ وہ ایک سیاستدان ہیں مجرم نہیں ”میرے ہاتھ بالکل صاف ہیں۔“

**بدھ 7 دسمبر 2005**

آج عدالت کا زیادہ تر وقت صدام حسین کو کارروائی کا بائیکاٹ کرنے سے روکنے پر صرف ہوا۔

**منگل 6 دسمبر 2005**

عدالت نے جیل کے تین گواہوں کے بیانات سنے جن کو اجازت دی گئی تھی کہ وہ اپنی شناخت ظاہر کیے بغیر پردے کے پیچھے سے بیان ریکارڈ کر سکتے ہیں۔



گارڈز، صدام حسین کو تھکڑیاں لگا رہے ہیں۔

بعد میں جب جج نے کہا کہ سماعت بدھ کو بھی جاری رہے گی تو صدام غصہ میں آ گئے اور انہوں نے جج کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ”جہنم میں جاؤ تم۔“

پیر 5 دسمبر:

استغاثہ کی طرف سے آج پہلے گواہ کو پیش کیا گیا۔ گواہ کا بیان شروع ہوتے ہی صدام حسین نے کہنا شروع کر دیا کہ وہ سزائے موت سے نہیں ڈرتے۔

پیر 28 نومبر:

عدالت نے ایک گواہ کا بیان سنا جو 1982ء میں دجیل میں ہونے والی ہلاکتوں کے وقت اٹیلی جنس افسر تھے۔ اس موقع پر صدام حسین کی طرف سے چار گواہ پیش ہونا تھے لیکن وہ عدالت میں تھے۔

بدھ 19 اکتوبر 2005

صدام حسین اور دیگر کے خلاف مقدمے کی سماعت کا آغاز انتہائی سخت حفاظتی انتظامات میں ہوا۔ صدام حسین نے عدالت کو ماننے سے انکار کیا۔ صرف تین گھنٹے کی کارروائی کے بعد سماعت 28 نومبر تک ملتوی کر دی گئی۔



## باب 9

## کون سا صدام زیادہ خطرناک؟

جب سے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے عراق پر قبضہ کے بعد صدام حسین اور ان کے ساتھی روپوش ہوئے تھے دنیا بھر کے مسلمانوں کی اکثریت یہ سوال کر رہی تھی کہ صدام کے ساتھ کیا ہوگا اور امریکہ جو اپنے لیے کام کرنے والے آمروں کو آخر کار درس عبرت بناتا ہے صدام کے لیے کون سا طریقہ استعمال کرے گا؟

اس سلسلے میں ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں تھی جنہیں یقین تھا کہ صدام عراق سے پہلے ہی عراق سے امریکہ منتقل ہو چکا تھا اور امریکہ ہی میں ہے اور امریکہ نہیں چاہتا کہ صدام سامنے آ کر ساری دنیا کو یہ بتائے کہ وسیع تباہی کے جن ہتھیاروں کو عراق پر قبضے کا جواز بنایا گیا ہے وہ کردوں اور ایرانیوں کے خلاف استعمال ہونے والے کیمیائی ہتھیاروں کی طرح خود امریکہ اور برطانیہ ہی کے تیار اور فراہم کردہ تھے۔

تاہم عراق میں موجود امریکی اتحادی افواج اور انتظامیہ یہ تاثر دینے میں اب تک کامیاب رہے ہیں کہ ان کے خلاف کارروائیاں منظم کرنے والے صدام حسین کے ساتھی ہی ہیں اور اگر ان کے ان باون انتہائی مطلوب لوگوں اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا جائے یا کسی طرح ختم کر دیا جائے تو مزاحمت کی تحریک دم توڑ جائے گی۔

اس کا اندازہ لگانے کے لیے پال بریمر کے ان الفاظ کو ذہن میں رکھا جانا



چاہیے کہ اب تمام عراقیوں کو مخالفت چھوڑ کر عراق کی تعمیر میں حصہ لینا چاہیے۔  
ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ وہ مزاحمت کرنے والوں کے بارے میں کیا  
رائے رکھتے ہیں۔

اس سے قطع نظر کہ مزاحمت کرنے والے حلقے کون سے ہیں اور انہیں اس وقت  
بھی وسائل اور توانائی کہاں سے حاصل ہو رہی ہے یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ یہ صرف صدام  
حسین نہیں تھے بلکہ مزاحمتی گروپوں کو ہمسایہ عرب ممالک خصوصاً سعودی عرب کی حمایت  
حاصل ہے۔ صدام حسین کی پھانسی کے بعد بھی مزاحمتی تحریک جاری ہے۔

واضح رہے کہ جس روز صدام کو پھانسی دی گئی تھی اس روز ہونے والے دھماکے  
میں ستر اور دوسرے روز کار بموں سے کیے جانے والے دو دھماکوں میں کم از کم اسی افراد  
ہلاک بتائے گئے۔ جبکہ ایک کار بم ناکارہ بنا دیا گیا۔

اکثر مبصرین کا یقین ہے عراق پر حملے کا مقصد صرف صدام حسین کی پھانسی یا  
اسیری نہیں عراق پر قبضہ تھا جو اسی کارروائی کا تسلسل ہے جو کویت پر صدام سے حملہ کرا کر  
شروع کی گئی تھی اور جس کے نتیجے میں کم زخوں پر تیل کا حصول اور اسرائیل کے لیے ممکنہ  
خطرات کو کم کرنے کا مقصد حاصل کیا گیا تھا۔

امریکی صدر جارج ڈبلیو بش نے صدام حسین کی گرفتاری کے بعد پریس  
کانفرنس کے دوران عندیہ دیا تھا کہ صدام کے ساتھ جو کچھ بھی کیا جائے گا وہ ایسے انصاف  
پر مبنی ہوگا جو عالمی توقعات پر پورا اترے گا۔

امریکی صدر کے یہ الفاظ بہت کچھ کہتے ہیں۔ ظاہر ہے ان سے زیادہ کسے اس  
بات کا علم ہوگا کہ امریکہ جو کچھ کر رہا ہے اس پر عالمی برادری کی رائے کیا ہے اور وہ کس حد  
تک انصاف اور اصولوں کے ان تقاضوں پر پورا اترتا ہے جو عالمی برادری کے لیے قابل  
قبول ہو سکتے ہیں۔

اس وقت امریکہ کے لیے یا خاص طور پر بش انتظامیہ کے لیے عالمی برادری کو  
مطمئن کرنا یا یہ تاثر دینا کہ وہ کیوں ضروری ہے؟ کیا امریکہ واقعی عالمی برادری کے رائے یا

محسوسات کو اتنی اہمیت دیتا ہے کہ اس کی وجہ سے اپنے مفادات کو پس پشت ڈال دے؟ اب تک کی تاریخ تو اس کی تائید نہیں کرتی۔

بصرین کا کہنا ہے کہ عراق میں امریکہ کو جن حالات کا سامنا کرنا پڑا اسے ان کی توقع نہیں تھی اس لیے سارا معاملہ تاخیر اختیار کر گیا۔ ایسا کیوں ہوا اور وہ لوگ کیا ہوئے جنہیں اپنے نئے آقاؤں کا ہاروں اور پھولوں سے خیر مقدم کرنا تھا؟ یہ ایک الگ موضوع ہے۔ لیکن خلاف توقع حالات نے بہت کچھ تبدیل کر دیا ورنہ تو اب تک خطے میں کچھ اور بڑے واقعات بھی پیش آچکے ہوتے۔

تاہم ان بصرین کے مطابق اب صدام حسین ایک وجود نہیں ایک علامت ہیں امریکہ انہیں آمریت اور ظلم و جبر کی علامت ثابت کر رہا ہے تاکہ وہ قابل نفرت بن جائیں اور یہی ان عراقیوں کی خواہش بھی ہے جو قابضین کا ساتھ دے رہے ہیں۔

ان بصرین کے مطابق اس میں تو شک نہیں کہ صدام حسین ایک ظالم اور جابر حکمران تھے۔ انہوں نے کویت پر حملے کے بعد بغاوت کرنے والے اہل تشیع کے خلاف انتہائی ظالمانہ کارروائی کی انہوں نے کردوں کو بھی گیس کا نشانہ بنایا اور ان میں سے بہت سوں کو ملک چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ لیکن یہ نساری باتیں عراقی اکثریت کے لیے بے اثر ہو چکی ہیں اور خاص طور پر عراق پر قبضے کے بعد صدام کے لیے نفرت پیدا کرنے کے لیے یہ سب موثر ثابت نہیں ہو سکیں۔

ان بصرین کا کہنا ہے کہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو جان لینا چاہیے کہ برسر اقتدار سے زیادہ خطرناک روپوش صدام تھا اور اس سے زیادہ اسیر صدام ہے اور اس سے بھی زیادہ مقتول صدام ہے کیونکہ اس درمیانی عرصے نے ان سارے داغوں کو دھو دیا ہے جو انہوں نے اپنے دور اقتدار میں اپنے دامن پر لگائے تھے۔

اب جس صدام کو پھانسی دی گئی ہے وہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی مزاحمت کرنے اور اپنی مسلمان قوم کو غلامی سے بچانے کی کوشش کرنے والا رہنما ہے۔ مغرب اس بات کو اب تک نہیں سمجھ سکا کہ مسلمان ثقافتی اور تہذیبی طور پر اس حکمران کے مقابلے میں

کرنے اور اپنی مسلمان قوم کو غلامی سے بچانے کی کوشش کرنے والا رہنما ہے۔ مغرب اس بات کو اب تک نہیں سمجھ سکا کہ مسلمان ثقافتی اور تہذیبی طور پر اس حکمران کے مقابلے میں ایسے حکمران کے زیادہ مداح ہوتے ہیں جو کمزور ہونے کے مقابلے میں طاقتور منتظم ہوں اور عراق کی تاریخ تو اس کا ایک ناقابل تردید حوالہ رکھتی ہے۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی فراموش نہیں کی جانی چاہیے کہ صدام حسین کی گرفتاری کے خلاف دنیا بھر میں جلوس نکالے گئے۔ اور کروڑوں مسلمان سوگوار ہیں۔ عراق میں صدام کی حمایت میں کئی مظاہرے ہوئے۔ شاید اس لیے کہ عراقی ابھی یہ نہیں بھول سکے کہ صدام حسین کے دور میں عراقی دینار ساڑھے تین امریکی ڈالروں کے مساوی بھی رہا ہے اور یہ بھی کہ عراق ایک تیل پیدا کرنے والا ایک ایسا ملک ہے جس نے دنیا کو کاشتکاری، شہریت اور علم سے روشناس کرایا۔ ایسا فخر رکھنے والی قوم کو کتنے عرصے تک غلام رکھنا ممکن ہوگا؟



## دجیل میں کیا ہوا تھا؟

صدام حسین پر اس وقت سن انیس سو اٹھاسی میں حلبجہ میں پانچ ہزار کردوں کو ایک کیمیاوی حملے میں قتل کرنے اور پہلی جنگ خلیج کے بعد ہزاروں شیعہ اور کرد شہریوں کو ہلاک کرنے کا الزام تھا۔

سابق عراقی صدر سمیت ان کے سات دیگر ساتھیوں کے خلاف قائم پہلے مقدمے کے بارے میں بہت کم معلومات ہیں۔ یہ مقدمہ عراق کے دجیل نامی علاقے میں ایک سواڑتالیس افراد کی ہلاکت سے متعلق ہے۔ یہ علاقہ شیعہ اور سنی ملتی جلتی عرب آبادی کا گاؤں ہے اور بغداد کے شمال میں ساٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب دجیل کے بہت سے افراد ایران کے خلاف وہ جنگ لڑ رہے تھے جو صدام حسین نے اٹھارہ ماہ قبل شروع کی تھی۔ اس وقت جنگی صورت حال عراق کے خلاف تھی اور صدام حسین کو مدد کی ضرورت تھی۔

آٹھ جولائی انیس سو بیاسی کو صدام نے اس علاقے کے دورے کا فیصلہ کیا اور اس دورے کی فلم حکومت کے ایک فوٹو گرافر نے بنائی۔ یہ فلم ابھی حال ہی میں منظر عام پر آئی ہے اس فلم میں صدام کو وہاں ایک خاندان کے لوگوں سے گلیوں میں لوگوں سے ملتے اور مقامی بعث پارٹی کے دفتر کے باہر خوش باش ہجوم سے خطاب کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ جس میں وہ جنگ میں حمایت پر دجیل کے بیٹوں کا شکر یہ ادا کر رہے ہیں۔



عراق کے سابق صدر صدام حسین قرآن مجید اٹھا کر عدالت میں اپنا بیان ریکارڈ کروا رہے ہیں۔

اس کے بعد منظر تبدیل ہو جاتا ہے جیسے ہی صدر کا قافلہ گاؤں سے باہر جاتا ہے۔ اچانک کھجوروں کے جھنڈ میں چھپے ہوئے لوگوں کا ایک گروہ گولیاں برسائی شروع کر دیتا ہے۔ کیمرا نے ان مناظر کو نہیں فلمایا لیکن اس موقع پر موجود محمد الحتاوی کو وہ سب کچھ بہت اچھی طرح یاد ہے۔

وہ بتاتے ہیں کہ جب ہم نے گولیوں کی آوازیں سنیں تو اسکے بعد ہم نے گاؤں واپس آنے والوں سے پوچھنا شروع کیا کہ کیا ہوا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ فائرنگ صدر کی تقریبات کا حصہ ہے لیکن دوسروں نے کہا کہ نہیں، صدر کو مار دیا گیا۔ لیکن صدر کو نہیں مارا گیا۔ کچھ اسلحہ بردار غائب تھے اور ان میں سے بہت سے صدر کے باڈی گارڈوں کی گولیوں کا نشانہ بن کر ہلاک ہو گئے۔

ہلاکتوں کی اس کوشش کے حوالے سے عراقی رہنما کا رد عمل بہت غیر متوقع تھا اور وہ بغداد جانے کی بجائے دجیل واپس آئے۔ اس موقع پر صدام حسین نے ایک دوسری تقریر کی جس میں انہوں نے دہشت گردوں کے ایک چھوٹے سے گروہ کو گاؤں سے اکھاڑنے کا وعدہ کیا۔ اس گروہ کو انہوں نے غیر ملکی ایجنٹ کہا اس سے ان کا مطلب ایرانیوں سے تھا۔

اس واقعے کے اگلے چند دنوں میں بڑے پیمانے پر فوجی آپریشن کے بعد بہت سے افراد صدر کو قتل کرنے کی سازش کے جرم میں گرفتار کر لیے گئے۔ اس آپریشن میں ٹینکوں اور ہوائی جہازوں نے بھی حصہ لیا۔

گرفتار ہونے والوں میں گن مین کریم کے والد خادم جعفر بھی شامل تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ ”وہ میرے سارے خاندان کو لے گئے۔ تقریباً ہم ایک سو پچاس کے قریب تھے۔ وہ ہمیں انٹیلی جنس ہیڈ کوارٹر لے گئے جہاں ہم ایک ماہ رہے اس کے بعد دو سال ابو غریب میں اور پھر انہوں نے ہمیں صحرا میں بھیج دیا۔“

خادم کی طرح بہت سے گرفتار ہونے والے لوگ واپس دجیل نہیں آئے بلکہ ممکن ہے کہ 1985ء کے آخر تک انہیں مار دیا گیا ہو۔



صدام کے مقدمہ میں استغاثہ کو اب یہ ثابت کرنا تھا کہ ان تمام واقعات میں صدام حسین ذاتی طور پر ملوث تھے۔

عدالتی معاملات کے ماہر ایک وکیل پروفیسر مائیکل شارف کا کہنا تھا کہ ”استغاثہ کو جو بات ثابت کرنا ہے وہ یہ ہے کہ صدام نے اس سارے عمل کے احکامات جاری کیے لیکن یہ اس اعتبار سے مشکل ہے کیونکہ صدام کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ تحریری طور پر احکامات نہیں دیتے تھے کیونکہ وہ کوئی نشان نہیں چھوڑنا چاہتے تھے۔“

پروفیسر کا کہنا ہے کہ استغاثہ نے جیل کو پہلے کیس کے طور پر اس لیے منتخب کیا ہے کیونکہ ان کے خیال میں صدام کے خلاف اس کیس میں جان ہے اور اس سلسلے میں تمام شہادتوں اور ضروری کاغذی ثبوتوں پر تفتیش کار کئی مہینوں سے تفتیش جاری رکھے ہوئے تھے۔

عدالت میں ثبوتوں کے پیش ہونے کے بعد ہی اس کیس کے مضبوط ہونے کا علم ہو سکا اور اس کے بعد جیل کے لوگ یقین کے ساتھ یہ جان گئے کہ ان کے رشتہ دار کیسے مرے۔ ان میں سے بہت سوں کو اب بھی یقین تھا کہ ان کے رشتہ دار زندہ ہیں اور عراق کی کسی دور دراز جیل میں ہیں لیکن شہادتوں اور ثبوتوں کے بعد انھیں بتایا گیا کہ پکڑے جانے والے سب لوگ مار دیے گئے تھے۔



## باب 11

## خدشات جو حقیقت بن گئے

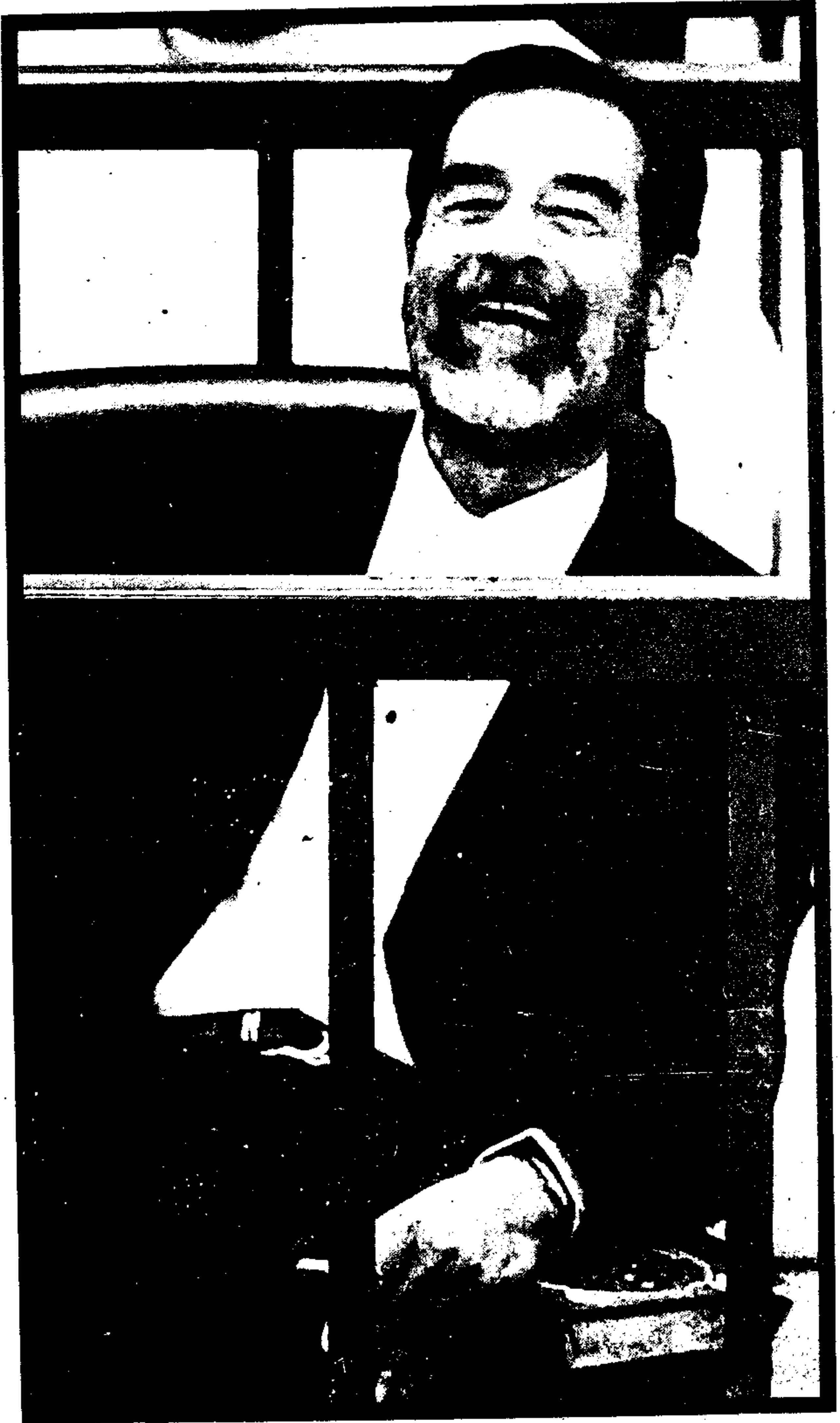
ایک برطانوی صحافی جان سیمسن لکھتے ہیں یہ تین سال قبل عراق پر حملوں سے چند ہفتے پہلے کی بات ہے۔ میں قاہرہ کے ایک بڑے ہوٹل میں سعودی وزیر خارجہ شہزادہ سعود الفیصل کا انٹرویو کر رہا تھا۔ اس وقت انہوں نے ان خطرات کی نشاندہی کی جو حملے کے بعد پیدا ہو سکتے تھے۔

”امریکی اور برطانوی فوجی عراق میں کئی برسوں کے لیے پھنس جائیں گے۔  
’سنیوں اور شیعوں میں سول وار ہوگی۔ ان سب سے فائدہ صرف اور صرف ایرانی حکومت کو  
ہوگا۔“ میں نے ان سے پوچھا کہ جب آپ امریکیوں کو یہ بتاتے ہیں تو وہ کیا جواب  
دیتے ہیں؟

سعود الفیصل نے کہا: ”وہ سنتے بھی نہیں۔“

بغداد میں گذشتہ تین برسوں کے قیام کے دوران میں نے ان کی پیشین گوئیوں  
کو ایک ایک کر کے حقیقت میں تبدیل ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔

اس کی پہلی کڑی لوٹ مار تھی۔ جیسے ہی صدام حسین بغداد سے فرار ہوئے، عوام  
نے پرانے نظام کے ہر ایک نشان کو توڑنا شروع کر دیا، اس بات کی پرواہ کیے بغیر کہ اس  
کے نقصانات بھی ہو سکتے ہیں۔



صدام حسین کمرہ عدالت میں جج کی کسی بات پر قہقہہ لگا رہے ہیں۔

میں نے لوگوں کے ہجوم کو دیکھا، بوائے ہسپتال پر دھاوا بولے ہوئے تھے ایسا سامان بھی لوٹ کر لے جا رہے تھے جو ان... کسی کام کا تو نہ تھا لیکن ہسپتال چلانے کے لیے ضروری تھا۔

اس وقت تک عراقیوں نے سوچا تھا کہ امریکہ سب سے زیادہ طاقتور ہے اور ان کی مدد کے لیے یہاں آیا ہے۔ اسی وقت یہ تاثرات بدلنا شروع ہو گئے۔

اگلے ایک سال تھوڑی سی احتیاط کے ساتھ آپ بغداد کا چکر لگا سکتے تھے اور ملک کے دوسرے حصوں کا بھی دورہ کر سکتے تھے۔

جب ہم صحافتی ڈیوٹی پر اردن سے فلوجہ کے ذریعے سفر پر نکلے یا کویت سے حلہ اور ناصر یہ کے ذریعے بغداد کے لیے روانہ ہوئے ہمیں کبھی کبھی تو خدشہ رہتا تھا لیکن ہم ہمیشہ منزل پر پہنچنے میں کامیاب رہے۔ لیکن اب حالات یہ ہیں کہ سفر کرنے کا واحد ذریعہ طیارہ بچ گیا ہے۔

دیگر ذرائع ابلاغ کی طرح بی بی سی کا دفتر بغداد کے مرکز میں ہائی سیکورٹی والے گرین زون میں نہیں۔ تاہم ہمارے دفتر پر انتہائی سیکورٹی ہے۔

اپریل دو ہزار چار میں فلوجہ پر امریکی حملے کے ساتھ عراق میں سب کچھ تبدیل ہو گیا۔ شہر چھوٹا ہے، لیکن مزاحمت کاروں پر کنٹرول حاصل کرنے میں وقت لگا۔ تاہم مکمل کامیابی نہیں ملی۔ امریکی آپریشن کی سفاکی نے عراق میں عوامی رائے غصے میں تبدیل کر دی۔

بالکل اسی وقت عراقی سیاست دانوں کی بات نہ مانتے ہوئے امریکیوں نے ریڈیکل شیعہ رہنما مقتدی الصدر کے خلاف بھی کارروائی کر دی۔

اس کے بعد سے مرکزی عراق کے شہر اور قصبے پر خطر ہو گئے۔ ہمیں ”آئی ای ڈی“ کا لفظ بار بار سنائی دینے لگا جس کا مطلب ہوتا ہے دستی بم۔

اگلا اہم موڑ تھا جنوری دو ہزار پانچ کا الیکشن چونکہ مزاحمت کاروں نے ووٹروں کی بڑی تعداد اور جوش و خروش دیکھا، اس لیے تشدد کافی کم ہو گیا۔ مزاحمت کاروں نے

انتظار کیا اس بات کا کہ کیا وہ نئی حکومت کے ساتھ کچھ کر سکتے ہیں۔ لیکن تین مہینوں تک کوئی حکومت وجود میں نہیں آئی، سیاست دان آپس میں لڑتے رہے، وقت گزرتا گیا۔ پھر کیا تھا، تشدد اپنے پرانے پیمانے پر لوٹ آیا۔

گذشتہ سال جولائی میں خانہ جنگی کی باتیں ہونے لگیں۔ پھر آئین پر ایک ریفرنڈم ہوا اور اس کے بعد انتخابات ہوئے، پھر بھی ایک موثر انتظامیہ عراقیوں سے کوسوں دور تھی۔ دسمبر کے عام انتخابات کے چار ماہ بعد تک اب بھی عراق میں حکومت کا نام نہیں۔ خاموشی کے ساتھ لوگ ہجرت کر رہے ہیں، ان علاقوں کے لیے جہاں ان کے فرقے کی آبادی زیادہ ہے۔ سنیوں اور شیعوں میں شادیاں عام بات ہوتی تھیں لیکن اب شاید ہی کوئی اس طرح کی خبر سنتا ہو۔

بغداد کے ایک ہسپتال میں ذہنی امراض کے ایک ماہر نے مجھے بتایا کہ عراق میں ذہنی مریضوں کی تعداد آبادی کے تین فیصد سے کم ہوتی تھی لیکن اب یہ تعداد سترہ فیصد تک جا چکی ہے۔

نفسیات کے ایک دوسرے ماہر نے مجھے بتایا کہ صدام حسین کے دور میں بھی لوگوں پر آمریت کے اندر زندگی گزارنے کے اثرات پائے جاتے اور ان کے اندر ذہنی تناؤ کی سطح کافی زیادہ تھی۔ ان کا کہنا ہے کہ اب ان کے مریضوں نے دوسری شکل اختیار کر لی ہے: اب وہ تشدد اور زخم کے خطرے سے نہیں ڈرتے، بلکہ یہ ان کے لیے روزمرہ کی زندگی کی حقیقت بن گئی ہے۔

ہم جب اس ماہر نفسیات کے ساتھ انٹرویو کی شوٹنگ کر رہے تھے تو کسی نے قریب سے فائرنگ کی۔ میں یہ نہیں بھول سکتا کہ وہاں موجود کچھ مریض کتنے پریشان ہو گئے۔

تین سال قبل جب میں نے سعودی وزیر خارجہ کا انٹرویو کیا تھا میں نے ان سے پوچھا تھا کہ ان کے خیال میں امریکہ عراق پر حملے کے لیے کیوں بھند ہے۔ انہوں نے بتایا کہ یہی سوال انہوں نے امریکی نائب صدر ڈک چینی سے پوچھا تھا۔ جن کا جواب تھا:

”کیوں کہ ایسا کیا جاسکتا ہے۔“

اس میں کوئی شک نہیں مسئلہ یہ ہے کہ جس طرح کے نقصانات سعودی وزیر  
خارجہ کی آنکھوں کے سامنے تین سال قبل واضح تھے ان کی نفی کرنا اب درحقیقت بہت  
مشکل ہے۔







عراق کے سابق صدر صدام حسین کو حفاظتی گاڑی واپس لے جایا جا رہا ہے۔

## عراقی یکجہتی کا نیا منصوبہ

عراقی وزیراعظم نوری المالکی نے عراق سے فرقہ واریت اور تشدد کو ختم کرنے کی غرض سے قومی یکجہتی کا چوبیس نکات پر مشتمل ایک منصوبہ پیش کیا ہے۔

منصوبے میں کچھ سنی باغی گروپوں کو مذاکرات کی پیشکش اور سابق صدر صدام حسین کی بعث پارٹی کے ارکان کی حیثیت پر نظر ثانی کرنا بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ مسلح افواج کا بھی از سر نو جائزہ لیا جائے گا اور امکان ہے کہ افواج کو حکومت کے تابع کیا جائے گا۔

خدشات ہیں کہ کچھ سنی مزاحمتی گروپ وزیراعظم کے اس منصوبے کو تسلیم نہیں کریں گے۔

کئی ماہ کی لے دے کے بعد مئی میں اپنا عہدہ سنبھالنے والے نوری المالکی جو کہ خود شیعہ ہیں ابھی تک تشدد ترین گروہوں سے بات چیت کرنے یا انہیں کسی قسم کی رعایت دینے کے مخالف رہے ہیں۔ اسی لیے نئے منصوبے میں القاعدہ، صدام حسین کے حمایتیوں اور عراقی شہریوں کو نشانہ بنانے والے مزاحمتی گروہوں کے لیے کوئی رعایت شامل نہیں ہے۔

تاہم کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اپنے منصوبے کو کامیاب بنانے کے لیے نوری المالکی کو زیادہ سے زیادہ گروہوں سے بات چیت کرنی چاہیے۔ اس سلسلے میں ایک سنی

رکن اسمبلی سلیم عبداللہ نے کہا کہ یہ منصوبہ تمام قومی طاقتوں کو شامل کرنے کا ایک اچھا موقع ہے۔

مجوزہ منصوبے کے دیگر مقاصد میں عراق کی اپنی مسلح افواج اور سیکورٹی کے اداروں کی تشکیل کے نظام الاوقات کا تعین کرنا بھی شامل ہے۔ منصوبے کے اس پہلو پر کاربند رہ کر وزیراعظم مالکی نے ملک کی سیکورٹی کے معاملات اٹھارہ ماہ میں اتحادی فوج سے واپس لینے کا وعدہ کیا تھا۔

ادھر امریکہ سے موصول ہونے والی اطلاعات سے لگتا ہے کہ فوجی حکام اگلے ایک سال میں عراق میں موجود امریکہ فوجیوں کی تعداد نصف کر دینے کا منصوبہ رکھتے ہیں تاہم ابھی اس سلسلے میں کوئی آخری فیصلہ نہیں ہوا اور عراق میں بیس ہزار نئے فوجی پہنچ گئے ہیں۔ نوری المالکی کے اتحادی ارکان اسمبلی کا کہنا ہے کہ وزیراعظم کا قومی یکجہتی کا منصوبہ عراق میں حالات کی بہتری کا ایک حقیقی موقع فراہم کرتا ہے۔ عراقی صدر جلال طالبانی پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ جو مزاحمتی گروہ ابھی تک حکومت کے ساتھ بات چیت میں سے باہر ہیں انہیں مذاکرات میں شامل کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ وہ ہتھیار پھینک دیں اور خود کو پر تشدد کارروائیوں سے دور کریں۔

نوری المالکی کے نئے امن منصوبے کی اہم تجاویز میں بظاہر بعث پارٹی کے ان ارکان کے لیے رعایات شامل ہیں جنہیں عراق پر حملے کے بعد سے سرکاری عہدوں سے الگ کر دیا گیا تھا۔ بعث پارٹی کے اراکین اور صدام حسین کی فوج میں شامل افراد کے بارے میں مسلسل یہ خیال پایا جاتا رہا ہے کہ وہ اتحادی فوج کے خلاف کارروائیوں میں مصروف گروہوں کی مدد کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ ملک میں جاری پر تشدد کارروائیوں میں مصروف گروہوں سے اسلحہ واپس لینا نوری المالکی کے منصوبے کا دوسرا اہم حصہ ہے۔

صدام کے سیاسی عزائم عراق کی حدود سے واضح طور پر بڑھنے لگے تھے۔ وہ خود کو عرب دنیا کا رہنما اور تاریخ میں اپنے آپ کو صلاح الدین ایوبی جیسے سپہ سالار کے برابر

دیکھنے لگے تھے۔

ان کی شخصیت کے اس پہلو کے بارے میں مؤرخ کہتے ہیں۔

صدر صدام کے جارحانہ عزائم کی پہلی مثال جلد ہی انیس سو اسی میں اس وقت سامنے آئی جب ان کی فوجوں نے ہمسایہ ملک ایران میں پیش قدمی کی۔

صدر صدام کی توقعات کے برعکس یہ جنگ انہیں بڑی مہنگی پڑی آٹھ برس جاری رہنے والی اس جنگ میں دس لاکھ افراد ہلاک ہوئے۔ اس کے علاوہ یہ جنگ عراق کے خزانے پر بڑا بوجھ ثابت ہوئی۔

صدر صدام نے ہمسایہ ممالک سے اقتصادی مدد مانگی انہوں نے کویت پر عراقی تیل چوری کرنے کا الزام عائد کیا اور مطلوبہ معاوضہ نہ ملنے پر اگست انیس سو نوے میں عراقی فوجیں کویت میں داخل ہو گئیں۔

صدر صدام کو یہ فوجی اقدام بھی بڑا مہنگا پڑا۔ ان کو توقع تھی کہ بڑی طاقتیں جنہوں نے ایران کے خلاف جنگ میں عراق کا بھرپور ساتھ دیا، ہتھیار اور وسائل فراہم کئے اب اگر ان کی کھل کر حمایت نہ بھی کریں تو کم از کم مخالفت بھی نہیں کریں گی۔

لیکن حالات بدل چکے تھے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے لیے خلیج میں اپنے مفادات یعنی تیل اور اسرائیل کی حفاظت ہر قیمت پر ضروری تھی۔

اور اسی لیے امریکی قیادت میں ”آپریشن ڈیزرٹ اسٹارم“ کے تحت دسمبر انیس سو اٹھانوے میں امریکہ اور برطانیہ نے عراق پر جنگ مسلط کر دی۔

تاہم معاملہ اس پر ختم نہیں ہوا۔ امریکہ مسلسل اس بات پر مصررہا کہ عراق کے پاس وسیع تباہی کے ہتھیار ہیں اور برطانیہ کا کہنا تھا کہ ان ہتھیاروں کو صرف پینتالیس منٹ میں قابل استعمال بنایا جاسکتا ہے اس کے علاوہ عراق پر جوہری ہتھیار بنانے اور حاصل کرنے کا الزام بھی لگا لیکن عراق پر امریکی حملے اور قبضے کے بعد سے اب تک ان میں سے کوئی بھی الزام ثابت نہیں ہو سکا۔

عراق، امریکی اور برطانوی گٹھ جوڑ میں شامل ملکوں کو اگرچہ اقوام متحدہ اور

سلامتی کونسل کی حمایت حاصل نہیں تھی اور اقوام متحدہ کے معائنہ کاروں نے امریکی برطانوی گٹھ جوڑ سے کیے جانے والے دعوؤں کی تائید بھی نہیں کی تھی تاہم اس گٹھ جوڑ سے حملہ کر دیا گیا اور اس وقت عراق پر امریکی گٹھ جوڑ کا قبضہ ہے۔

اس قبضے کے بعد 22 جولائی دو ہزار تین کو معزول صدر صدام کے دونوں بیٹوں اودے اور قصے کو عراق کے شمالی شہر موصل میں حملہ کر کے قتل کر دیا گیا۔

امریکی جریدے نیوز ویک کے ایڈیٹر فریڈز کریا صدام حسین کی پھانسی کے بعد پیدا ہونے والی صورتحال پر لکھتے ہیں کہ ”صدام کی گرفتاری مقدمہ اور پھر اس کا خاتمہ عراق پر امریکی قبضے کا افسوس ناک پہلو ہے اور ایک اچھی چیز بھی خرابی کی جانب چلی گئی۔ وہ اگرچہ سٹالن ماؤ اور کم دائی جنگ کے مماثل تھے لیکن بش انتظامیہ نے بین الاقوامی قانون یا ایسی عدالت میں سماعت سے انکار کر دیا جسے وسیع تر مقبولیت حاصل ہو۔ بش انتظامیہ کو عراق پر قبضے کے لیے بھی اقوام متحدہ کی منظوری میں افادیت نظر نہیں آتی تھی۔ اس نے صدام کا مقدر نئی عراقی حکومت کے ہاتھ میں دیدیا جو ایسے شیعہ اور کردوں پر مشتمل تھی جو صدام حکومت کے زخم خوردہ تھے۔ لہذا اس کے فیصلے سے مہذب معاشرے کے اظہار کی بجائے سنیوں اور زیادہ تر عرب دنیا کے لیے یہ ڈراؤنا خواب بن گیا جو صرف ”فاتح کا انتقام“ نظر آتا تھا۔ بہت سے عراقی صدام حکومت کے خاتمے پر خوش تھے۔ ابتدائی چند ماہ میں صرف 14 فیصد سنی امریکی افواج پر حملوں کے حامی تھے جو اب 70 فیصد ہو چکے ہیں۔ ابتدائی مزاحمت بھی سنی علاقے فلوجہ سے نہیں شیعہ علاقے نجف سے شروع ہوئی تھی۔ لیکن امریکیوں نے عراقی فوج توڑ دی۔ پچاس ہزار افسر نکال دیئے اور سرکاری ادارے بند کر کے بیروزگاری پھیلا دی۔ انتظامیہ میں افراتفری پیدا ہو گئی اور سیکورٹی کا خلا پیدا ہو گیا۔ ان میں سنیوں کی اکثریت تھی لہذا ان کے نزدیک حکومت کی تبدیلی ایک ایسا انقلاب تھا جس نے انہیں اچھوت بنا دیا۔ امریکہ نے ایسا کیوں کیا؟ یہ بش انتظامیہ کی خارجہ پالیسی کے بہت سے معمول میں سے ایک ہے جبکہ بعض فیصلے نظریاتی طور پر کئے گئے کہ بعث پارٹی فاشٹ پارٹی سے نوکری حاصل کرنے والا ہر سکول ٹیچر نازی ہے اور عراقیوں کو فلیٹ ٹیکس

کی ضرورت ہے۔ بعض فیصلے شیعوں کے زیر اثر کیے گئے جو ملک کا مکمل کنٹرول چاہتے تھے۔ کئی فیصلے جہالت پر مبنی تھے تاکہ بش سخت گیر نظر آئیں۔ انتظامیہ وہاں فرقہ پرستی کو نہیں سمجھ سکی لہذا اس کی پالیسیوں نے تعمیر کی بجائے تخریب کی۔ نیشنل آرمی کے قیام سے صاف ظاہر تھا کہ اس پر شیعوں اور کردوں کا غلبہ ہوگا۔ جو انتہا پسند اور ملک سے زیادہ سیاسی جماعتوں کے وفادار ہیں۔ صاف نظر آتا ہے کہ سنی آبادی خود کو اور زیادہ غیر محفوظ سمجھے گی۔ اس ساری کہانی میں سنیوں کو اچھا انسان نہیں سمجھا گیا۔ اصل نکتہ ہماری حماقتیں ہیں۔ سرسری طور پر صدام حسین کو ہی نہیں بلکہ صدیوں پرانے حکمران طبقے کو ختم کر دیا گیا اور ہم اس پر ششدر ہیں کہ رد عمل بے جان ہے۔ اس کے برعکس نیلسن منڈیلا نے جنوبی افریقہ میں برسر اقتدار آ کر کسی گورے فوجی یا بیوروکریٹ کو فارغ نہیں کیا تاکہ یہ افریقی انقلاب کی شکل میں نظر نہ آئے۔ ہر بات میں عراقیوں کو الزام دے دینا واشنگٹن میں فیشن بن چکا ہے۔ ان کے خیال میں ہم نے عراقیوں کو جمہوریت دی مگر وہ اس کے اہل نہیں ہیں۔ ہم عراقی ثقافت کا بھی تیا پانچا کر رہے ہیں۔ امریکہ نے سوچے سمجھے بغیر ایک سیاسی اور سماجی انقلاب بپا کیا اور اب حیران ہیں عراقی اسے خوشی اور امن اور سرعت کے ساتھ ہضم نہیں کر رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے انہیں جمہوریت نہیں خانہ جنگی دی ہے۔

## عراق خانہ جنگی کے دہانے پر

عراق کے ان لوگوں کے لیے جو ملک میں موجودہ بد امنی میں جانی نقصان اٹھا چکے ہیں یہ بات کوئی معنی نہیں رکھتی کہ عراق میں جنگ کی صورتحال کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک جنگ ہے جس نے بہت سے عراقیوں کو دکھی کر دیا ہے۔ عراق میں ہر کوئی یہ سوچ رہا ہے کہ کیا اس وقت عراق میں خانہ جنگی شروع ہو چکی ہے یا نہیں۔ عراق کے صدر جلال طالبانی کو بھی یہی پریشانی لاحق ہے۔ قوم سے اپنے تازہ خطاب میں صدر جلال طالبانی نے ملک میں خانہ جنگی کے بڑھتے ہوئے خطرے سے خبردار کرتے ہوئے کہا کہ اس سے ملکی یکجہتی کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے۔



خانہ جنگی شروع ہونے سے نہ صرف ملک میں مرکزی حکومت بنانے میں مزید دشواریاں پیش آئیں گی بلکہ اس سے عراق کئی حصوں میں بٹ سکتا ہے۔ عراقی خانہ جنگی مشرق وسطیٰ میں عدم استحکام کے لیے بھی اچھی خبر نہیں ہوگی۔ بد قسمتی سے عراق میں کچھ ایسے عناصر موجود ہیں جن کا خیال ہے کہ خانہ جنگی ان کے لیے مفید ہے اور وہ اپنے سیاسی مقاصد آسانی سے حاصل کر سکیں گے۔

مقدس مزاروں کو نشانہ بنانے والوں کا ملک میں خانہ جنگی پھیلانے کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں ہو سکتا اور ان کا شاید خیال ہے کہ ان حملوں سے خانہ جنگی تیزی سے پھیلے گی۔

اس ساری صورتحال میں حوصلہ افزا امر صرف وہ سیاستدان ہیں جو یہ بات سمجھتے ہیں کہ مقدس مزاروں پر حملوں سے خانہ جنگی کی صورتحال پیدا ہو سکتی جو ملک اور علاقے کے لیے اچھی بات نہیں ہے۔

## عراق میں امید کی کوئی کرن نہیں

میں نے جنوری 2007ء میں اپنے ایک ساتھی کے ساتھ بغداد کے مردہ خانے کی وڈیو بنائی۔ اس وقت ملک میں سیکورٹی کی صورتحال اس قدر خراب ہو چکی ہے کہ ہمیں اپنے دورے کے لیے کافی احتیاط سے کام لینا پڑا۔

آج کل یہ مردہ خانہ کافی متنازعہ ہے۔ واشنگٹن پوسٹ کے مطابق 22 فروری 2006ء کے فرقہ وارانہ فسادات کے بعد سے اب تک یہاں 1300 لاشیں لائی گئی ہیں۔ اقوام متحدہ کے ایک سابق اہلکار کا کہنا ہے کہ ان لاشوں میں سے کئی پر تشدد کے نشانات ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ کئی کو نہایت بہیمانہ طریقے سے ہلاک کیا گیا ہے۔

اس کے برعکس عراق میں امریکی کمانڈر جنرل جارج ڈبلیو کیسی کا اصرار ہے کہ ان ہنگاموں میں صرف 350 ہلاکتیں ہوئی ہیں اور تشدد آمیز کارروائیوں میں کوئی خاص اضافہ نہیں ہوا ہے۔

صدام کی معزولی کے بعد عراق کا یہ بدترین وقت ہے۔

ہم نے وہاں محض 20 منٹ کی وڈیو بنائی اور اس دوران بھی وہاں مسلسل لاشیں لائی جا رہی تھیں۔

صحافت ایک آرٹ ہے اور ہر کوئی جانتا ہے کہ بعض اوقات حقائق کو کتنا توڑ مروڑ کر پیش کیا جاتا ہے تاہم صحافی ہونے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ آج اپنی آنکھوں سے اصل صورتحال دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن اب بغداد میں یہ اتنا آسان نہیں رہا ہے۔ مجھے تجربے نے سکھا دیا ہے کہ مشکل اوقات میں سرکاری حکام پر نہیں بلکہ صرف صحافیوں پر ہی بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔

آج مجھے یہ پیشین گوئی کرتے ہوئے کافی دکھ ہے کہ عراق کے حالات مزید تباہی کی طرف جا رہے ہیں۔ ایران میں انقلاب سے پہلے کے حالات کی طرح سیاستدانوں، فوجی جرنیلوں اور سفارتکاروں کے اندازے زمینی حقائق کے بالکل برعکس ہیں۔ عراق میں 2003ء کے قبضے کے بعد ان لوگوں کے اندازے درست ثابت ہوئے جنہوں نے پر امید ہونے کے بجائے عراق کے مستقبل کے بارے میں ناامیدی ظاہر کی۔ اتحادی فوج کے حکام نے ہمیں یقین دلایا تھا کہ جنوری کے انتخابات کے بعد ہلاکتوں اور بم حملوں میں کمی آ جائے گی۔ یہ تمام پیشین گوئیاں غلط ثابت ہوئیں اور آج عراق کو بدترین حالات کا سامنا ہے۔

عبوری وزیراعظم ڈاکٹر جعفری کردوں، سنیوں اور امریکیوں کے لیے ناقابل قبول ہیں۔ ابھی بھی ایسا کوئی امیدوار نہیں جو سب کے لیے قابل قبول ہو۔ انتخابات سے قبل تشدد آمیز کارروائیوں میں کمی آئی تھی۔ اس وقت امریکی اور برطانوی حکام یہ سوچنے لگے تھے کہ آخر کار حملہ آوروں کو شکست ہوگئی ہے۔

لیکن ایسا نہیں تھا۔ ملک کے بدترین حالات کے دوران بھی سیاستدان اپنا لائحہ عمل بنانے میں پہلے سے بھی زیادہ وقت لے رہے ہیں۔ جبکہ اس مرتبہ تشدد کا نشانہ نہ تو امریکی و برطانوی فوجی ہیں اور نہ ہی عراقی پولیس بلکہ اس دفعہ مسجدوں میں عبادت کرنے

والے عام شیعہ اور سنی افراد کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔

ان حالات میں اگر کوئی کہے کہ امید کا دامن تھام کر رکھو تو شاید میں ایسا نہ کر سکوں کیونکہ مجھے امید کی کوئی کرن نظر نہیں آ رہی۔



## باب 13

## صدام ابتداء سے گرفتاری تک

صدام حسین بغداد کے شمال میں واقع شہر تکریت کے ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوئے۔ میں نے صدام حسین کی کہانی کے باب میں جو بیان کیا ہے وہ صدام کی زندگی میں شائع ہونیوالی کتاب سے لیا ہے جبکہ ایک مغربی جریدے نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ والد کی جلد ہی وفات کے بعد ان کی والدہ انہیں اپنے رشتہ داروں کے پاس چھوڑ کر کسی اور گاؤں چلی گئیں۔ چند سال بعد انہوں نے دوسری شادی کر لی۔ سوتیلے والد کا صدام کے ساتھ برتاؤ اچھا نہ تھا۔ صدام حسین کے لیے زندگی مشکل تھی اور اسرائیلی مورخ امتاز یہ بیرون بتاتے ہیں محلے کے بچے نو عمر صدام کا مذاق اڑاتے تھے۔

صدام حسین کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس عرصے کے دوران وہ قدرے تنہا رہتے تھے اور آس پاس کے لڑکوں پر دھونس بھی جماتے تھے۔

بارہ برس کی عمر میں انہوں نے اپنا گھر چھوڑا اور تکریت میں اپنے ایک چچا کے ساتھ رہنے لگے۔ ان کے یہ چچا یوں تو استاد تھے لیکن تاریخ عراق پر کتاب ”دی ماڈرن ہسٹری آف عراق“ کی مصنفہ پی پی مارکیتی ہیں ان کا ماضی خاصہ دلچسپ تھا۔

عراق کے شیخ صدر بنما مقتدی الصدر پر ایس کا انفرنس سے خطاب کرتے ہوئے۔ امریکی میڈیا کے مطابق مقتدی صدر ام حسین کی بیانی کی وقت موقع پر موجود تھے۔



اپنے لڑکپن میں صدام حسین حکومت مخالف مظاہروں میں خاصے سرگرم رہے۔ مگر عراقیوں کی طرح وہ برطانوی نوآبادیاتی حکومت اور امیر جاگیرداروں کے خلاف ہوتے گئے۔

سن انیس سو اٹھاون کے انقلاب میں عراق میں برطانیہ کی حامی بادشاہت کے خاتمہ کے بعد ملک میں پر تشدد بحرانی دور کا آغاز ہوا۔ لیکن صدام حسین کے لیے ساٹھ کی دہائی اہم ترین ثابت ہوئی۔ عراقی بعث پارٹی کے رکن کی حیثیت سے صدام پارٹی کے ایک سینئر رہنما اور ان کے چچا کے قریبی رشتہ دار احمد حسن الباقر کے منظور نظر اور قریبی ساتھی بننے میں کامیاب ہو گئے۔

صدام اس وقت نہ کوئی افسر تھے اور نہ فوج کا حصہ لیکن مورخ..... کہتے ہیں کہ احمد حسن الباقر کے لیے وہ خاصے مفید کام انجام دیا کرتے تھے۔

سن انیس سو اڑسٹھ میں بعث پارٹی اقتدار میں آئی اور احمد حسن الباقر ملک کے نئے صدر بن گئے۔ صدام حسین اسی دور میں احمد حسن کے دہمت راست رہے حکومت کے اہم اور خفیہ کام وہ خود انجام دینے لگے جن میں مخالفین کو منظر عام سے ہٹانا بھی شامل تھا۔ ان مخالفین میں سے کچھ تو قتل کر دیئے گئے، کچھ جلا وطن اور کچھ کوچپ کر دیا گیا۔

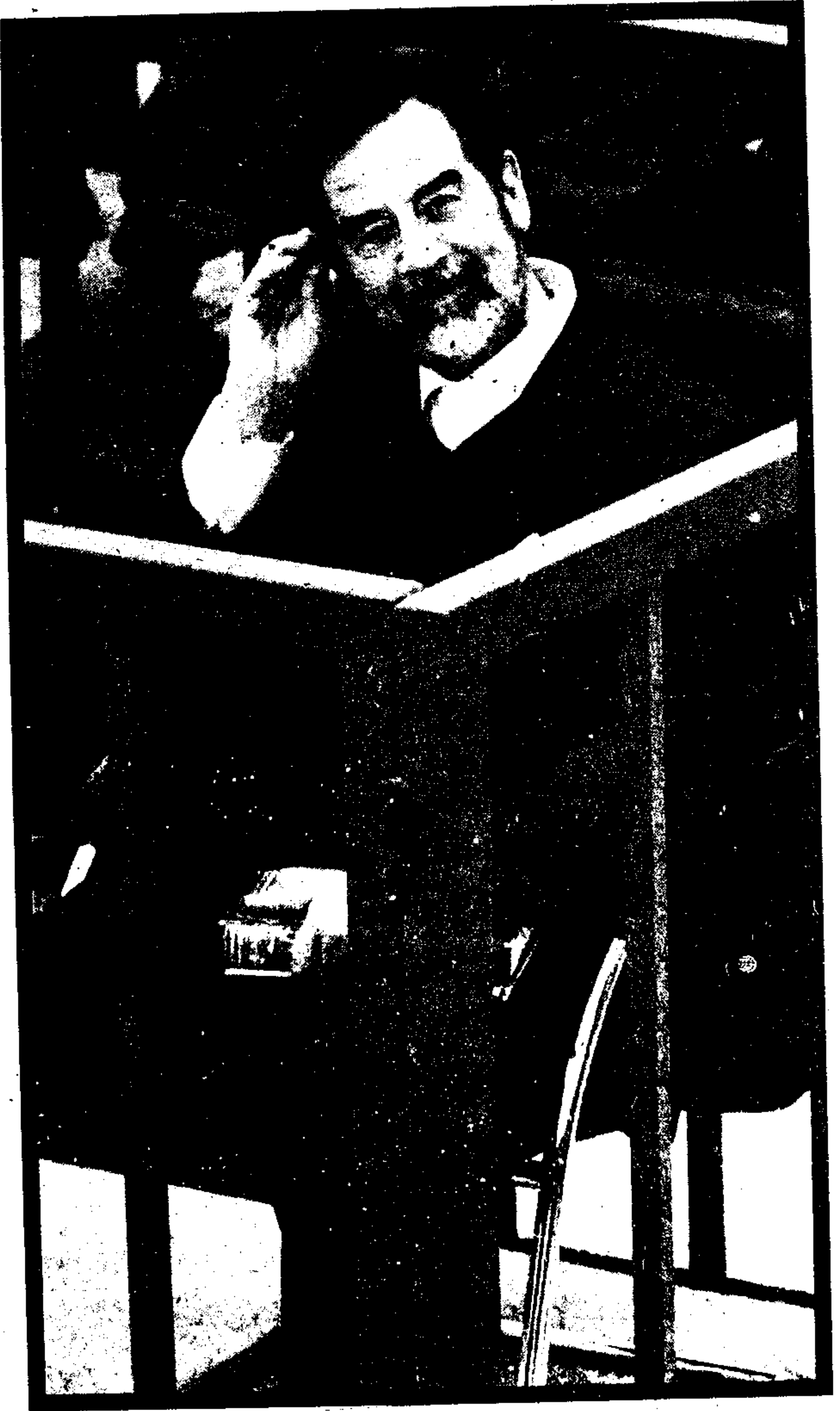
صدر باقر نے عراقی تیل کی صنعت حکومتی کنٹرول میں لے لی عراقی خزانے پر دباؤ بڑھنے لگا اور حکومت نے ملک میں ترقی کے نئے دور کا آغاز کیا دیہاتوں میں بجلی پہنچنے لگی سڑکیں اور اسکول بننے لگے۔

لیکن صدام حسین کے سیاسی عزائم بڑھنے لگے اور سن انیس سو اسی میں انہوں نے اپنے محسن احمد الباقر سے زبردستی استعفیٰ دلوا دیا اور خود صدر بن گئے۔

جلد ہی انہوں نے اپنی پارٹی کی ”انقلابی کونسل، میں اپنے اور حکومت کے خلاف بغاوت کی سازش کا انکشاف کیا۔

اس سازش کو منظر عام پر لانے کے لئے صدام نے کونسل کے ارکان کا ایک اجلاس کیا اس میں صدام حسین اسٹیج پر بیٹھے سگار پیتے دکھائی دیتے ہیں جب کہ بغاوت





صدام حسین کمرہ عدالت میں خوشگوار موڈ میں۔

میں ملوث افراد کے نام کی فہرست با آواز بلند پڑھی جاتی ہے اور جنہیں باری باری اجلاس سے باہر لے جا کر گرفتار کر لیا جاتا ہے یا ہلاک کر دیا جاتا ہے۔

اس اجلاس کے شرکاء جذباتی انداز میں با آواز بلند صدر صدام کو اپنی وفاداری کا یقین دلاتے ہیں اور نعرے لگاتے ہیں۔

اس کے بعد بعث پارٹی کی حکومت پر صدر صدام کی شخصیت حاوی ہوتی گئی اور جیسا کہ مؤرخ پیپی مارنشانہ ہی کرتے ہیں اگر کوئی سیاسی نظریہ بچا تو وہ صدام ازم کا تھا۔ آنے والے برسوں میں صدام کے سیاسی عزائم عراق کے حدود سے واضح طور پر بڑھنے لگے۔ وہ خود کو عرب دنیا کا رہنما اور تاریخ میں اپنے آپ کو صلاح الدین جیسے سپہ سالار کے برابر دیکھنے لگے۔

ان کی شخصیت کے اس پہلو کے بارے میں مؤرخ کہتے ہیں:

صدر صدام کے جارحانہ عزائم کی پہلی مثال جلد ہی انیس سو اسی میں اس وقت سامنے آئی جب ان کی فوجوں نے ہمسایہ ملک ایران میں پیش قدمی کی۔

صدر صدام کی توقعات کے برعکس یہ جنگ انہیں بڑی مہنگی پڑی۔ آٹھ برس جاری رہنے والی اس جنگ میں دس لاکھ افراد ہلاک ہوئے۔ اس کے علاوہ جنگ عراق کے خزانے پر بڑا بوجھ ثابت ہوئی۔

صدر صدام نے ہمسایہ ممالک سے اقتصادی مدد مانگی۔ انہوں نے کویت پر عراقی تیل چوری کرنے کا الزام عائد کیا اور مطلوبہ معاوضہ نہ ملنے پر اگست انیس سو نوے میں عراقی فوجیں کویت میں داخل ہو گئیں۔

صدر صدام کو یہ فوجی اقدام بڑا مہنگا پڑا ان کو توقع تھی کہ بڑی مذہبی طاقتیں جنہوں نے ایران کے خلاف ان کی جنگ میں عراق کا بھرپور ساتھ دیا، ہتھیار اور وسائل فراہم کئے اب اگر کھل کر حمایت نہ بھی کریں تو کم از کم مخالفت بھی نہیں کریں گی۔

لیکن حالات بدل چکے تھے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے لئے خلیج میں اپنے مفادات یعنی تیل اور اسرائیل کی حفاظت ہر قیمت پر ضروری تھی۔

اور اسی لئے امریکی قیادت میں ”آپریشن ڈیزرٹ اسٹارم“ کے تحت دسمبر انیس سو اٹھانوے میں امریکہ اور برطانیہ نے عراق پر جنگ مسلط کر دی۔

تاہم معاملہ اس پر ختم نہیں ہوا۔ امریکہ مسلسل اس بات پر مصر رہا کہ عراق کے پاس وسیع تباہی کے ہتھیار ہیں اور برطانیہ کا کہنا تھا کہ ان ہتھیاروں کو صرف پینتالیس منٹ میں قابل استعمال بنایا جاسکتا ہے اس کے علاوہ عراق پر جوہری ہتھیاز بنانے اور حاصل کرنے کا الزام بھی لگا لیکن عراق پر امریکی حملے اور قبضے کے بعد سے اب تک ان میں سے کوئی بھی الزام ثابت نہیں ہو سکا۔

عراق امریکی اور برطانوی گٹھ جوڑ میں شامل ملکوں کو اگرچہ اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل کی حمایت حاصل نہیں تھی اور اقوام متحدہ کے معائنہ کاروں نے امریکی برطانوی گٹھ جوڑ سے کیے جانے والے دعووں کی تائید بھی نہیں کی تھی تاہم اس گٹھ جوڑ سے حملہ کر دیا گیا اور اس وقت سے عراق پر امریکی گٹھ جوڑ کا قبضہ ہے۔

اس قبضے کے بعد بائیس جولائی دو ہزار تین کو معزول صدر کے دونوں بیٹوں اودے اور قصبے کو عراق کے شمالی شہر موصل میں حملہ کر کے قتل کر دیا گیا۔

### صدام کی گرفتاری لمحہ بہ لمحہ (دسمبر 2003)

صدام حسین کو امریکی فوجیوں نے ایک مشن کے دوران ان کے آبائی شہر تکریت کے نزدیک ایک چھوٹے سے تہہ خانے سے گرفتار کیا۔ ان کی گرفتاری جس انداز سے ہوئی وہ کوئی غیر حقیقی مہم جو کہانی کا حصہ معلوم ہوتا ہے۔ ایک ایسی کہانی جس کا انتہائی انجام کئی افراد کے لئے خوشی کا باعث ہے تو کئی اس پر شدید رنجیدہ ہیں۔

امریکی فوج کو ”الدوار“ قصبے میں صدام حسین کے دو خفیہ ٹھکانوں کے بارے میں اطلاع ملی تھی۔ یہ اطلاع گرفتار کئے گئے ایک عراقی شخص نے دی تھی۔

اطلاع ملنے کے بعد فوج نے ان ٹھکانوں کو خفیہ نام، وولورائن ون اور وولورائن ٹو دیے، تفصیلی منصوبہ بندی کے تحت شام کا اندھیرا چھا جانے کے بعد چھ بچے چھ سو امریکی

فوجیوں پر مشتمل ایک دستے نے اپنی کارروائی کا آغاز کیا۔

اس مشن کی قیادت، جس کا مقصد تھا، صدام کو پکڑ لو یا ہلاک کر دو، امریکی فوجی کرنل جیمز ہیکے کر رہے تھے۔

تقریباً رات کے آٹھ بجے 'وولورائن ون' اور 'وولورائن ٹو' پر حملے اور تلاشی مکمل ہو گئی۔ تاہم فوجیوں کے ہاتھ کچھ نہ آیا۔ جس کے بعد علاقے کی ناکہ بندی کر دی گئی اور وسیع تر تلاش کا کام شروع کیا گیا۔

تلاشی مہم کے دوران فوجی ایک چھوٹے سے کچے مکان تک جا پہنچے، مکان کے احاطے کی تلاشی کے دوران انہیں تہہ خانے کا منہ دکھائی دیا جسے مٹی، اینٹوں اور ایک پرانے قالین سے چھپانے کی کوشش کی گئی تھی۔

فوجیوں نے اندر جھانکا تو انہیں ایک شخص دکھائی دیا جس نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا کر ہتھیار ڈالنے کا اشارہ کیا۔

صدام حسین کو آٹھ بج کر چھتیس منٹ پر تہہ خانے سے باہر نکالا گیا۔ ان کی حالت کچھ زیادہ اچھی دکھائی نہیں دیتی تھی۔ بڑھی ہوئی داڑھی، بڑھے ہوئے بکھرے بال، پیشانی پر پریشانی کی گہری لکیریں اور ایک بندوق سے لیس۔

'میرا نام صدام حسین ہے میں عراق کا صدر ہوں اور میں مذاکرات چاہتا ہوں، یہ الفاظ انہوں نے انگریزی میں ادا کئے لیکن شاید مذاکرات کا وقت گزر چکا تھا۔

"صدر بش کی جانب سے آپ کے لئے نیک تمنائیں" امریکی فوج کی جانب

سے جواب ملا۔

اس آپریشن کے دوران دیگر دو افراد کو بھی گرفتار کیا گیا جن کے بارے میں خیال ہے کہ وہ صدام کی مدد کرتے رہے تھے۔

شان و شوکت اور جاہ و جلال والا عراق کا صدر کن حالات میں رہتا رہا؟ یہ اس کی کہانی کا ایک اور ہولناک پہلو ہے۔

یہ تہہ خانہ چھ سے آٹھ فٹ گہرا تھا اور اس میں صرف اتنی جگہ تھی کہ ایک شخص

لیٹ سکتا تھا۔ ہوا کے لئے ایک پنکھا اور ایک سوراخ بھی تھا جب کہ روشنی کے لئے بلب بھی تھا۔

جس مکان کے اجاٹے میں یہ تہہ خانہ تھا اس میں دو چھوٹے چھوٹے کمرے تھے امریکی فوج کے مطابق ایک کمرے میں نئے اور پرانے کپڑوں کا ڈھیر تھا۔ جب کہ مکان کے چھوٹے سے باورچی خانے میں تازہ پانی کی فراہمی کا انتظام بھی تھا۔ باورچی خانے کی حالت اتہائنی خستہ تھی، زمین پر انڈے کے چھلکے بکھرے تھے، سنک میں گندی پلٹیں تھیں، نزدیک ہی ایک چھوٹے سے فریج میں چاکلیٹ، پینے کے لئے لیموں کا شربت، کافی کے اجزاء اور سوکھا گوشت تھا۔

ایک عرب رہنما کے عالیشان کمرے میں بیش قیمت فن پارے کی جگہ اس چھوٹے سے کمرے میں لگی حضرت نوح کی کشتی کی شبیہ نے لے لی تھی۔

گھر کے ساتھ کوئی باتھ روم نہیں تھا لیکن بظاہر گھر سے کچھ فاصلے پر کھودا گیا ایک گڑھا اس مقصد سے استعمال ہوتا رہا ہے۔

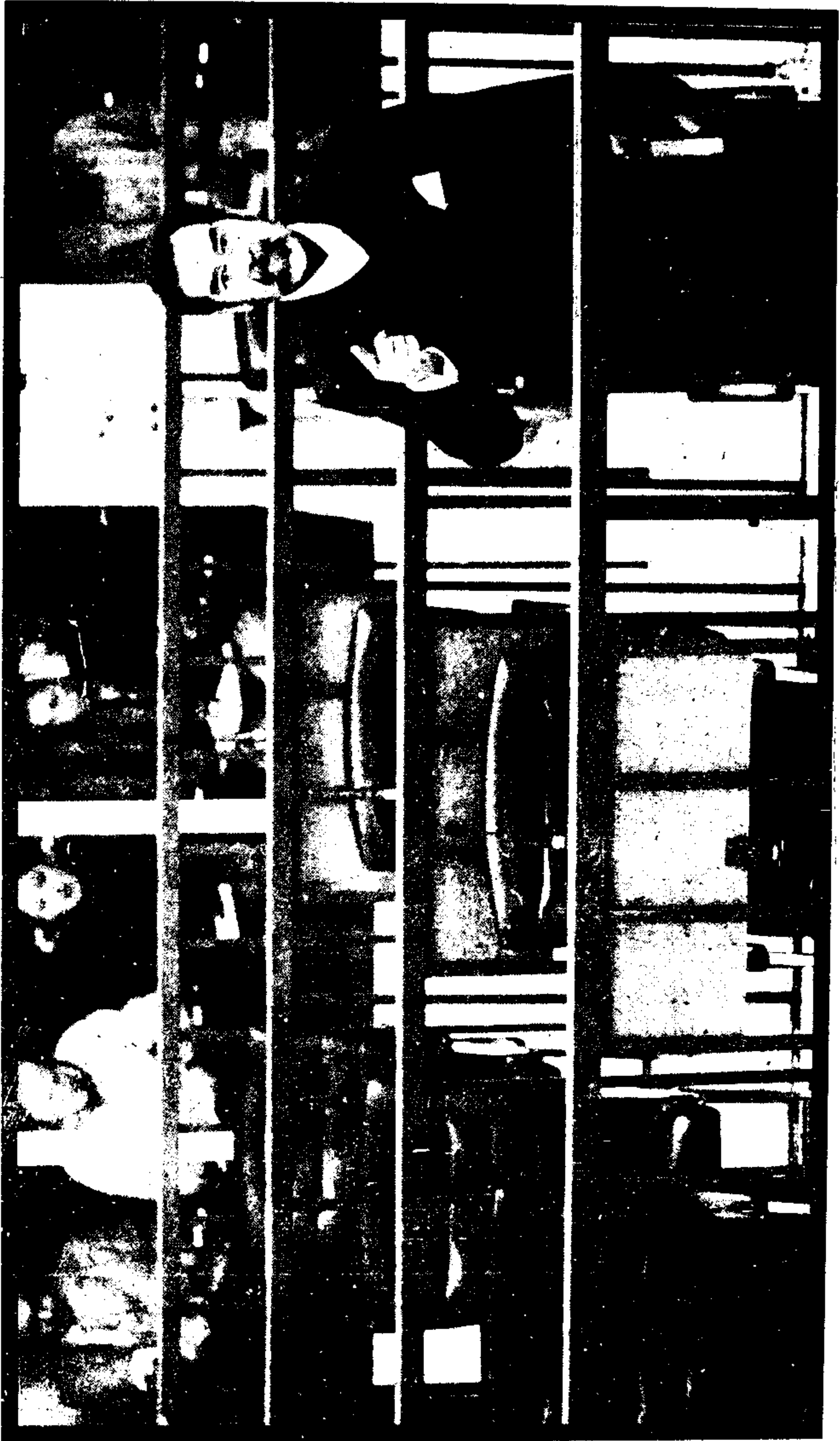
مکان کے اجاٹے میں کوڑا کرکٹ بکھرا پڑا تھا جس میں خالی بوتلیں، سڑے ہوئے پھل اور ایک ٹوٹی ہوئی کرسی تھی۔

عام خیال یہی ہے کہ صدام حسین اس مکان میں رہتے تھے اور امریکی فوج سے خطرے کے وقت تہہ خانے میں جا چھپتے تھے۔ یہ تہہ خانہ دریائے دجلہ کے نزدیک تھا اور وہاں سے صدارتی محلات صاف دکھائی دیتے تھے۔

سابق عراقی صدر کے پاس سے سات لاکھ پچاس ہزار امریکی ڈالر، دو ہندو قین اور دستاویزات کا ایک بریف کیس بھی برآمد ہوئے ہیں۔ جب کہ سفید اور نارنجی رنگ کی ایک ٹیکسی اس گھر کے پاس ہی موجود تھی۔

فوج صدام حسین کو سوانو بے ایک خفیہ مقام پر لے گئی۔

صدام حسین کی گرفتاری کے بعد جیمز ہیکے نے کہا، ہمیں جو کچھ ملا ہم اس پر بہت حیران ہیں، ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہ اتنا سادہ ہوگا۔



صدام حسین عدالتی کارروائی کے بائیکاٹ کا اعلان کر رہے ہیں۔



اس ایک کہانی کے خاتمے کے بعد ابھی اور بھی کئی راز افشا ہونے باقی ہیں۔ مثلاً اس تہہ خانے تک کے سفر میں اور کتنی ایسی پناہ گاہیں تھیں جو صدام کے زیر استعمال رہیں؟ اس سفر میں کس نے سابق عراقی صدر کا ساتھ دیا اور کس نے نہیں دیا اور سب سے اہم یہ کہ عراقی صدر کے انجام کی کہانی ابھی اور کتنے رنگ بدلتی ہے۔

## صدام کی گرفتاری نے عرب دنیا کو جھنجھوڑ دیا

عرب دنیا نے سابق عراقی صدر صدام حسین کی گرفتاری پر ملے جلے جذبات کا اظہار کیا ہے کوئی بے انتہا خوش ہے تو کسی کو صدام کی گرفتاری کا گہرا رنج ہے۔ کچھ کی نظر میں یہ حالیہ پیش رفت ایک بڑے خطرے کا خاتمہ ہے جب کہ دیگر افراد سے ایک بڑے ہیرو کا زوال تصور کر رہے ہیں۔

اگر آپ کو کویتی افراد کی رائے جاننے کا اتفاق ہو تو معلوم ہوگا کہ وہ صدام کو 'خونفک مخلوق' جیسے القابات دیتے ہیں جب کہ اس کے برعکس فلسطینیوں کے نزدیک صدام ایک بہادر رہنما تھے۔ جنہوں نے عرب دنیا کے دشمنوں سے ٹکر لی۔

ان متضاد آراء کے باوجود ایک بات طے ہے اور وہ یہ ہے کہ عرب، ذرائع ابلاغ پر صدام حسین کی حراست کی تصاویر دیکھ کر صدمے کی کیفیت میں ہیں کہ وہ شخص جو اپنے آپ کو چوبیس برس تک بطور ایک طاقتور عرب رہنما پیش کرتا رہا وہ حراست کے وقت انتہائی مجبوری اور پریشانی کی حالت میں ایک چھوٹی سے زیر زمین خندق میں تھا۔ حتیٰ کہ وہ لوگ جو صدام سے شدید نفرت کرتے ہیں وہ بھی امریکی فوج کے ہاتھوں سابق عراقی صدر کی ذلت پر زیادہ خوش نہیں ہیں۔

بے یقینی کی کیفیت اس بات پر بھی ہے کہ صدام حسین نے اپنے آپ کو ایک بھی گولی چلائے بغیر امریکیوں کے حوالے کر دیا۔

کچھ افراد کا خیال ہے کہ امریکی فوجیوں نے انہیں نشہ آور دوا دے رکھی تھی جب کہ دیگر لوگ انہیں 'بزدل' قرار دے رہے ہیں۔ کچھ تو اس حد تک سوچ رہے ہیں کہ یہ

سب امریکی فوج کا ایک ڈرامہ ہے اور زیر حراست شخص سرے سے صدام ہے ہی نہیں۔  
کچھ عرب تجزیہ کاروں کے مطابق صدام کا زوال دراصل ایک نظریے کا زوال ہے۔

سابق عراقی صدر کا تعلق عرب رہنماؤں کی اس نسل سے تھا جو بغاوت کی بنیاد پر اختیارات حاصل کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے دور میں فلسطینیوں کی بہت حمایت کی۔  
سن انیس سو نوے میں جب عراق نے اسرائیل کے خلاف سکڈ میزائل کا استعمال کیا تھا تو فلسطینیوں نے بہت خوشی کا اظہار کیا تھا۔  
لیکن صدام کی گرفتاری پر خوشی اور غمی کے ملے جلے تاثرات کے پیچھے عرب دنیا میں ایک جذبہ مشترک ہے اور وہ ہے امریکہ سے نفرت۔

## کمزور پتوں کے جواہری

صدام حسین کو ایک روز پکڑا ہی جانا تھا صرف یہ طے نہیں تھا کہ زندہ گرفتاری ہو گی یا مردہ۔ عراق اور امریکہ میں جو لوگ صدام کی زندہ گرفتاری سے خوش ہیں ان کے پاس خوش ہونے کی خاصی ٹھوس اور معتقول وجوہات ہیں لیکن جو لوگ غمگین ہیں ان کی اداسی دو وجوہات کے سبب ہو سکتی ہے۔

ان میں سے کچھ لوگوں کا خیال ہوگا کہ صدام حسین نے دنیا کے سامنے اپنا جس طرح کا فولادی، امیج رکھا تھا اس کا تقاضا تھا کہ بیٹوں کی طرح ان کی بھی لاش ہی سامنے آتی۔ دیگر افسردہ لوگوں کا خیال ہوگا کہ صدام کو زندہ یا مردہ کسی صورت میں گرفتار نہیں ہونا چاہیے تھا کیونکہ وہ اس وقت عراقی مزاحمت کا سمبل بنے ہوئے تھے۔

یہاں سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا واقعی صدام حسین کے یوں پکڑے جانے پر زیادہ خوش یا اداس ہونے کی ضرورت ہے؟

بی بی سی اردو ڈاٹ کام کی ایک رپورٹ کے مطابق امریکہ کو یقیناً اسامہ بن لادن اور صدام حسین کی شکل میں درکار دو میں سے ایک نرانی ہاتھ آگئی جسے ریپبلکن اپنی صدارتی

مہم میں اٹھائے اٹھائے گھوم سکتے ہیں۔ لیکن کیا یہ صورت حال عراق کی خود مختاری کو بحال کرنے میں بھی مددگار ثابت ہوگی۔ یا اس سے عراق سمیت اردگرد کے علاقے میں مزید نوآبادیاتی پھیلاؤ کے لئے نفسیاتی فضا سازگار ہوگی؟

اگر صدام حسین کی پھانسی کے باوجود عراق میں جاری مزاحمت کی کمر نہیں ٹوٹی تو پھر اس کے جاری رہنے کے کیا نئے اسباب پیش کئے جائیں گے؟ دوسری جانب جو لوگ اداس ہیں کیا ان کی اداسی کی ذمہ دار صدام کی پھانسی ہے یا خود ان لوگوں کی اپنی سوچ؟

آخر بار بار ایسا کیوں ہوتا ہے کہ جو بھی رہنما جذباتیت کے دھارے میں بہہ کر مغرب کے خلاف آواز بلند کر کے اپنا میج بنانے کی کوشش کرے لوگ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر کے، طرز حکومت نظر انداز کر کے اس کے پیچھے لگ جاتے ہیں اور پھر اس کی عظمت کا ایک بڑا سبب خود ہی تراش کر اس کو پوجنے لگتے ہیں۔ اور جب ایک دن یہ بت اچانک گرتا ہے تو ان لوگوں کی آرزوئیں اور حوصلے بھی فوراً چکنا چور ہو جاتے ہیں اور وہ قسمت کو الزام دینے لگتے ہیں۔

صدام حسین کو مغرب نے تخلیق کیا تھا اور جب ضرورت نہ رہی تو صدام حسین بھی نہ رہا۔ اگر مغرب کو ایک نیا صدام حسین بنانے کی ضرورت پڑے گی تو اس کے پاس خواہشمند امیدواروں کی ایک طویل قطار موجود ہے۔ اس کھیل میں نقصان نہ تو مغرب کا ہے اور نہ صدام حسین جیسی شخصیات کا اگر ہے تو کروڑوں بھولے لوگوں کا جو جذبات کے بت خانے سے کسی صورت باہر نکلنا پسند نہیں کرتے اور پھر اس کے بلے تلے دب کر رہ جاتے ہیں۔

تاش کے کھیل میں ہلف ایک بار چل سکتا ہے دو بار چل سکتا ہے مگر مستقل نہیں جاری رہ سکتا۔ اچھے پتوں کے بغیر بازی کھیلنے کے عادی جواری بہت دیر تک اور بہت دور تک کامیاب نہیں دیکھے گئے۔

## صدام جیل میں کیا کرتے رہے؟

صدام حسین آخر تک یہ سمجھتے رہے کہ وہ عراق کے صدر ہیں، ان پر صفائی کا بھوت سوار رہتا ہے اور وہ کافی بری بناتے ہیں لیکن ان کو ڈور یٹوز چپس بہت پسند ہیں۔  
عراق کے برطرف صدر جنہیں قتل کے مقدمات کا سامنا ہے، اپنے کپڑے خود دھوتے ہیں اور جیل میں پرندوں کا خاص خیال رکھتے ہیں۔

صدام حسین کے قید کے شب و روز کے بارے میں یہ باتیں امریکہ کے نیشنل گارڈ کے بیس سالہ اہلکار شین اوشیا نے مشہور رسالے 'جی کیو' سے بات چیت کے دوران بتائی تھیں۔

عراق کے سابق صدر کو دسمبر 2003ء میں تکریت کے شہر کے قریب سے گرفتار کیا گیا تھا۔

اگرچہ سرکاری طور پر صدام حسین عراقی حکومت کی تحویل میں ہیں لیکن حقیقتاً وہ ایک خفیہ مقام پر امریکی تحویل میں ہیں۔

اوشیا نیشنل گارڈ کے ان پانچ اہلکاروں میں شامل ہیں جنہوں نے 'جی کیو' کو دنیا کے مشہور ترین قیدی کے ساتھ اپنی یادوں سے آگاہ کیا۔

شین اوشیا نے صدام حسین کے روزانہ کے معمولات مثلاً بیت الخلا جانا کھانا کھانا، تفریح کرنے کے علاوہ طبعی معائنے وغیرہ پر روشنی ڈالی۔

ان کے مطابق صدام حسین کی جیل کی کوٹھڑی میں ایک بستر، ایک کرسی، چند کتابیں اور ایک جائے نماز رکھی ہوئی تھی۔

صدام حسین اکثر کئی دن اپنا سارا وقت خاموشی سے قانونی دستاویزات پر عربی زبان میں کچھ لکھنے میں گزار دیتے تھے۔



نیشنل گارڈ کے اہلکار نے یہ بھی بتایا کہ کس طرح صدام حسین ہر روز پودوں کو پانی دیتے اور یہ کہ وہ صفائی کے معاملے میں اس قدر احتیاط کرتے کہ اپنے کھانے کے برتنوں کو کئی کئی دفعہ گیلے ٹشو سے صاف کرتے۔

صدام حسین کو ورزش کے لئے ایک 'ٹریڈل' بھی دی گئی تھی لیکن وہ انہیں پسند نہیں تھی، ٹریڈل کی بجائے انہوں نے ٹیبل ٹینس کی میز کا مطالبہ کیا لیکن ان کی یہ درخواست رد کر دی گئی۔

صدام حسین کو 'چھوڑا می چسپس' پسند تھے لیکن ایک روز کوئی ان کے لئے 'ڈور بیٹوز' لے آیا جو ان کو اتنے پسند آئے کہ وہ کمرے کے کونے میں جا بیٹھے اور انہیں جلدی جلدی کھالیا۔

اگرچہ وہ جسمانی طور پر کمزور ہو چکے تھے تاہم یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ تکریت کے کسان کے بیٹے نے حوصلہ نہیں گنویا۔

صدام کو کیوبا کے سگار پسند تھے اور کبھی کبھار وہ اوشیبا کو مشورے دینے سے بھی نہیں کتراتے، ان کے مشوروں میں یہ بھی شامل ہوتا تھا کہ ایک اچھی عورت کی تلاش کیسے ہوتی ہے اور پھر اس عورت کو کیسے قابو میں رکھا جاسکتا ہے۔

صدام حسین نے یہ کہانی بھی سنائی کہ انہوں نے اپنے بیٹے اودے کی شادی پر اس کے لئے کیسے طوائفوں کا بندوبست کیا۔

نیشنل گارڈ کے اہلکار نے اس واقعہ کے بارے میں بتایا جب صدام حسین عراقی تفتیشی حکام کے ساتھ ایک ملاقات میں دلبرداشتہ ہو گئے اور بات چیت چھوڑ کر اپنے وزراء کو پکارنے لگے۔

اوشین کے مطابق جب انہوں نے صدام حسین کو بتایا کہ صدر رونالڈ ریگن، جو انہیں جہاز اور ہیلی کاپٹر فروخت کیا کرتے تھے، وفات پا گئے ہیں تو وہ خاموش سے ہو گئے ان کے خلاف جنگ کرنے والے بش سنیر اور ان کے بیٹے جارج بش صدام حسین



قطع نظر اس کے کہ وہ بش کو کیا سمجھتے ہیں صدام حسین صدر بش سے امن قائم کرنے کے لئے ملاقات کی خواہش رکھتے تھے۔

یہ سب باتیں اپنی جگہ لیکن صدام حسین کو جیل میں جس حقیقت کا سامنا تھا وہ کوئی زیادہ دلکش نہیں تھی وہ شخص جو پیش بہادری اور شاندار محلات کی زندگی کا عادی تھا اب اس کو رفع حاجت کے لئے بھی نیشنل گارڈ کے ایک معمولی اہلکار کی نظروں کے سامنے بیٹھنا پڑتا تھا۔

## صدام: 'فیئر ٹرائل نہیں ہوا،

امریکہ میں حقوق انسانی کی تنظیم 'ہومین رائٹس واچ' نے صدام حسین پر چلائے گئے مقدمے میں بہت سی خامیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے اس مقدمہ کے فیصلہ کو بے بنیاد قرار دیا ہے۔

ہومین رائٹس واچ کے محققین کے مطابق صدام حسین اور ان کے ساتھیوں پر مقدمہ صحیح طریقے سے نہیں چلایا گیا۔

ان کا کہنا ہے کہ کئی شکایتوں کے باوجود مقدمے کی کارروائی اس طرح چلتی رہی، مقدمہ کی انتظامیہ کو صحیح طریقے سے تشکیل نہیں دیا گیا تھا اور گواہوں کے حفاظتی اقدامات بھی مناسب نہیں تھے۔

مقدمے کے مطابق کچھ لوگوں پر دباؤ ڈال کر انہیں گواہی دینے کے لئے مجبور کیا گیا تھا جب کہ ججوں کے 'سروں پر یہ تلوار لٹک رہی تھی' کہ انہیں بعث پارٹی کا ممبران بھی تصور کیا جاسکتا ہے۔

مقدمے پر بات کرتے ہوئے ایک شخص نے کہا کہ مقدمے کی کارروائی 'ایک اچانک حملے کی طرح ہے جس میں الزام کی تائید کرنے کے حوالے سے دستاویزات وکیل صفائی نے اس دن تک عدالت کے سامنے پیش نہیں کیے تھے جب تک انہیں وکیل استغاثہ نے انہیں عدالت کے سامنے پیش نہیں کر دیا۔

اس کے علاوہ وکیل اور استغاثہ نے وہ ثبوت بھی عدالت کے سامنے پیش نہیں کیے جن سے ملزم کی بے گنائی ثابت ہو سکتی تھی۔ اس مقدمے میں اس بات کی بھی خلاف ورزی کی گئی کہ وکیل صفائی کو گواہوں کو چیلنج کرنے کا حق نہیں دیا گیا تھا۔

اس رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ جج کے فیصلہ کا تفصیلی جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے

کہ انہوں نے وکیل صفائی کی کئی باتوں کو نظر انداز کیا اور یوں لگتا ہے کہ انہوں نے پہلے ہی یہ فیصلہ کر رکھا تھا کہ صدام حسین کو پھانسی دینی ہے۔

رپورٹ میں حکومتی وزراء پر بھی تنقید کی گئی ہے کہ انہوں نے پہلے ہی سے اس مقدمے کا فیصلہ سوچ رکھا تھا اور انہوں نے عدلیہ کو خود مختار بنانے کے لئے کسی بھی قسم کے اقدامات نہیں کئے۔

رپورٹ میں صدام کے حامی وکلاء پر بھی تنقید کی گئی ہے کہ انہوں نے عدالت کو ایک سیاسی پلیٹ فارم کی طرح استعمال کیا اور کئی بار عدالت سے واک آؤٹ کیا لیکن اس رپورٹ میں ان کو درپیش مسائل کو بھی سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

رپورٹ کے مطابق مقدمے کے دوران صدام کے حامی دو وکلاء کا قتل ہوا اور باقیوں کو بھی مناسب تحفظ فراہم نہیں کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ انہیں جو معلومات فراہم کی گئی تھیں وہ پرانی، غیر واضح اور بے ترتیب تھیں اور ان حسب باتوں کے نتائج مقدمے کے فیصلے پر سوالات اٹھائے جاسکتے ہیں اور اس کے علاوہ سزائے موت ایک ظالمانہ اور غیر انسانی سزا ہے اور اس طرح کی کارروائی کے بعد بالکل ہی نامناسب ہے۔

صدام کے حامی وکلاء کی ٹیم کے سربراہ خلیل الدویسی نے کہا ہے کہ وکلاء کو اس فیصلے کی بعد گرین زون میں موجودہ عدالت میں جانے کی ضرورت نہیں۔ اردن سے بات کرتے ہوئے انہوں نے بی بی سی کو بتایا ہماری بارہ درخواستوں کے باوجود عدالت نے ہماری اپیل کے حوالے سے کوئی فیصلہ نہیں سنایا ہے انہوں نے اس بات کا دعویٰ کیا کہ عدالت نے اس طرح کی چالیں استعمال کیں جن کی وجہ سے مناسب طریقے سے اپیل کرنا ناممکن ہو گیا تھا۔

## زندگی کے آخری لمحات میں کیا ہوا

عراق کے معزول صدر صدام حسین کو بغداد کا انتہائی محفوظ علاقہ کہلانے والے گرین زون کے نواح میں واقع خادمیہ میں قائم جیل کے اندر پھانسی دی گی۔ اس احاطے

کو امریکی ٹیمپ جسٹس یا انصاف کا مقام کہتے ہیں۔

پھانسی کا یہ عمل، 30 دسمبر 2006 کو مقامی وقت کے مطابق صبح کے پانچ بج کر تیس منٹ سے لے کر پانچ بج کر پچاس منٹ، یعنی تقریباً پندرہ منٹ کے اندر انجام پایا۔ تاہم بہت سے ذرائع ابلاغ نے پھانسی کا وقت صبح 6 بج کر 5 منٹ بتایا۔

اس وقت بغداد نماز فجر کی اذانوں سے گونج رہا تھا۔

پھانسی کے وقت عراقیوں کی ایک چھوٹی جمعیت اس عمل کے مشاہدے کے لئے موجود تھی جن میں عراقی وزیر اعظم کا ایک نمائندہ اور ایک سنی عالم دین بھی شامل تھے۔

صدام حسین کو جب تختہ دار تک لایا گیا تو اس وقت ان کے ہاتھ میں قرآن مجید کا ایک نسخہ تھا۔ اس عرصے میں وہ بالکل چپ تھے مگر انہوں نے نسخہ ایک شخص کو تھماتے ہوئے کہا یہ ان کے دوست (جس کا انہوں نے نام لیا) کو دیدیا جائے۔

صدام کو پھانسی کا حکم پڑھ کر سنایا گیا۔

جلاد، جس نے اپنا چہرہ لمبی کالی ٹوپی پہن کر چھپا رکھا تھا، جب صدام حسین کے گلے میں پھنڈ ڈالنے سے پہلے انہیں نقاب یا لمبی کالی ٹوپی پہنانے کے لئے آگے بڑھا تو انہوں نے اسے پہننے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ وہ موت سے آنکھیں ملانا چاہتے ہیں۔

موقع پر موجود عراقی اہلکاروں کے مطابق صدام حسین نے تختہ دار پر پہنچ کر نعرہ تکبیر بلند کیا، کلمہ پڑھا اور آواز لگائی، عراق تا ابد قائم رہے اور فلسطین عربوں کا ہے۔

اس کے بعد ان کے پیروں کے نیچے سے تختہ سر کاویا گیا اور دو عشروں سے زیادہ عراقیوں کے سیاہ و سفید کا مالک رہنے والے معزول صدر صدام حسین کا جسم ان کی گردن کے گرد کسی رسی سے جھولنے لگا۔

صدام حسین کی پھانسی کی ویڈیو بنائی گئی تاکہ اسے ٹیلی ویژن پر نشر کر کے لوگوں کو ان کی موت کے بارے میں باور کروایا جاسکے۔



عراقی عوام، صدام حسین کی قبر پر فاتحہ خوانی کر رہے ہیں۔

## صدام نے ہلاکتوں کا اعتراف کیا

عراق کے صدر جلال طالبانی کا کہنا ہے کہ معزول عراقی صدر صدام حسین نے اپنے دور حکومت میں ہونے والے جرائم کا اعتراف کر لیا تھا۔ جلال طالبانی نے یہ بات عراق کے سرکاری ٹیلی ویژن سے بات کرتے ہوئے کہی۔

ان کا دعویٰ تھا کہ ایک جج صدام حسین سے یہ اعتراف کروانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ تاہم انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ صدام حسین نے کن جرم کا اعتراف کیا تھا صرف یہ کہا کہ یہ سب زیر تفتیش ہیں۔

اس سلسلے میں عراقی صدر جلال طالبانی نے کہا کہ صدام حسین کو موت کی سزا دس مرتبہ ہونی چاہیے کیونکہ اس نے مجھے بیس مرتبہ مروانے کی کوشش کی تھی۔

جلال طالبانی خود ایک سابق کرد رہنما ہیں اور وہ ماضی میں سزائے موت کی مخالفت کر چکے ہیں لیکن اس ٹی وی انٹرویو میں انہوں نے کہا کہ صدام حسین کو سزائے موت دینے کی ایک سو وجوہات ہیں۔

صدام حسین کے حامیوں نے جلال طالبانی کے بیانات پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے ان کو غیر مہذب غیر مناسب اور بدنیتی پر مبنی قرار دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ ایسے بیانات سے مقدمے کا غیر جانبدارانہ اور منصفانہ نہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ صدام حسین کو محض انتقام کا نشانہ بنایا گیا۔

## صدام کے خلاف بارہ الزامات (ستمبر 2005)

عراقی حکومت نے کہا ہے کہ اگرچہ صدام حسین پر پانچ سو مقدمات ہیں لیکن



عدالت میں پیش ہونے پر انہیں صرف بارہ الزامات کا سامنا کرنا ہوگا۔

حکومت کے ایک ترجمان کے مطابق انسانیت کے خلاف جرائم کے بارہ الزامات مکمل طور پر تیار ہیں اس لئے اس بات میں کوئی حکمت نہیں کہ صدام پر پانچ سو مقدمات کی کارروائی ایک ساتھ شروع کی جائے کیونکہ یہ محض وقت کا ضیاع ہوگا۔

ترجمان نے حکومت کے اس بیان کو بھی دہرایا کہ صدام حسین کے خلاف مقدمات کی سماعت دو ماہ میں شروع ہو جائے۔

متوقع الزامات کی سماعت کرنے والے جج کے مطابق سابق ڈکٹیٹر کے حوصلے پست ہیں کیونکہ انہیں کئی مقدمات کا سامنا ہے۔

حکومت کے ترجمان نے کہا ہمیں مکمل اعتماد ہے کہ جو بارہ الزامات عدالت کے سامنے لائے جا رہے ہیں وہ صدام حسین کو زیادہ سے زیادہ سزا دلانے کے لئے کافی ہیں۔

الزامات کی حتمی تعداد کو صرف بارہ تک محدود کرنے کے بارے میں ترجمان نے کہا کہ جو الزامات عدالت کے سامنے لائے جا رہے ہیں وہ صدام حسین کو زیادہ سے زیادہ سزا دلانے کے لئے کافی ہیں۔

اگر یہ الزامات ثابت ہو جاتے ہیں تو صدام حسین کو سزائے موت ہو سکتی ہے۔ الزامات کی حتمی تعداد کو صرف بارہ تک محدود کرنے کے بارے میں ترجمان نے کہا کہ حکومت کا موقف یہ ہے کہ سماعت کا عمل جلد از جلد مکمل ہو۔

صدام حسین جن بارہ الزامات کا سامنا کریں گے ان میں 1988 میں کردوں پر کیمیائی ہتھیاروں کا استعمال، 1990 میں کویت پر حملہ اور 1991 میں عراق کی شیعہ آبادی پر مظالم شامل ہیں۔

دوسری جانب صدام حسین کے وکلاء کی ٹیم کے ترجمان عسام غزاوی نے حکومتی ترجمان کے بیان پر تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ کسی کے خلاف الزامات کے بارے میں اطلاع عدالت کی طرف سے آنی چاہیے اور پیش کردہ الزامات کی نقل ملزم کے وکلاء کو بھیجی جانا چاہیے۔

صدام حسین کے خلاف الزامات کی سماعت کرنے والے جج نے ایک سعودی اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا 'صدام حسین کو اپنی ذہنی صلاحیتوں پر مکمل اختیار ہے اور تفتیش کے دوران ان پر کسی قسم کا دباؤ نہیں ڈالا گیا ہے۔'

## صدام حسین بغیر سکرپٹ کے ہیرو

ایک سال پہلے جب صدام حسین کی جھکڑی کھولی گئی اور انہوں نے کمرہ عدالت میں نشست سنبھالی تو ایک لمحہ کے لئے وہ چھا گئے تھے۔ ابتداء میں ان کے حمایتی بھی ان سے کچھ خائف تھے۔ امریکہ کے سامنے فدویانہ طور پر ہتھیار ڈالنے والا یہ وہی آدمی تھا جس نے اپنے دفاع کے لئے انہیں زندگی پر کھیل جانے کو کہا تھا۔

لیکن آہستہ آہستہ صدام حسین کے اعتماد میں اضافہ ہوا۔ اپنے پرانے درزی سے خاص طور پر سلائے گئے پینٹ کوٹ میں عدالت کے روبرو دلائل دیتے ہوئے وہ بھلے لگنے لگے تھے۔ انہوں نے الفاظ کی کفایت شعاری کے ساتھ اپنا نقطہ نظر بیان کرنے کا ہنر بھی سیکھ لیا تھا۔

## استغاثہ کا کمزور کیس

صدام حسین نے اپنے خلاف قائم کئے گئے دونوں مقدمات دو جیل میں شیعوں اور نفل میں کردوں کے قتل میں پائے جانے والے سقم کا بھی فائدہ اٹھایا۔ ان دونوں مقدمات میں استغاثہ کا موقف کافی کمزور نظر آیا، جو نا کافی شواہد اور بے وزن دلائل لیے ہوئے تھا۔

صدام حسین نے مذہبی عقیدے کی بنیاد پر یا پھر ایک سوچی سمجھی چال کے تحت کمرہ عدالت میں قرآن پاک کا ایک نسخہ بھی ہاتھ میں رکھنا شروع کر دیا تھا۔ بعض اوقات وہ کمرہ میں اپنے مخالفین کو چپ کروانے کے لئے اونچی آواز میں اس میں (قرآن) سے

وہ کمرہ میں اپنے مخالفین کو چپ کروانے کے لئے اونچی آواز میں اس میں (قرآن) سے آیات پڑھنا شروع کر دیتے۔ ان کا بس یہی طریقہ کار گرتھا۔

انہوں نے متعدد بار بھوک ہڑتال پر جانے کا اعلان کیا، لیکن اس پر عملدرآمد کے بارے میں کبھی کوئی خبر نہیں آئی۔

دو جیل کے مقدمہ کی سماعت شروع ہوئی تو صدام ان پر مقدمہ چلانے کے عدالتی اختیار کو ماننے پر تیار نہیں تھے، لیکن پھر جب ان سے اقرار جرم کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرما تبرداری کے ساتھ انکار کر دیا۔

بعد میں جب ان کی خود اعتمادی میں اضافہ ہوا تو انہوں نے کہنا شروع کیا کہ وہ عراق کے اصل صدر ہیں، جج اور استغاثہ ان کے ساتھ احترام سے پیش آئیں اور ان کے ملک پر کیا جانے والا حملہ اور اس کے تحت ان کی برخاستگی بین الاقوامی قوانین کے مطابق ناجائز ہیں۔

## زیر لب مسکراہٹیں

لیکن کہیں ایسا بھی نہیں لگا کہ صدام حسین اپنے دفاع میں مربوط حکمت عملی رکھتے ہیں۔

دو جیل میں کیس کی سماعت کے دوران انہوں نے قید میں اپنے ساتھ روار کھے گئے سلوک پر انتہائی پروقار تقریر کی لیکن پھر وہ بہت معمولی شکایتیں بھی کرنے لگے۔ یہ زیادہ بہتر انسانی رویہ ہوتا اگر امریکی انہیں لیٹرین کا دروازہ بند کرنے دیتے، لیکن کمرہ عدالت میں اس حوالے سے شکایت نے صرف زیر لب مسکراہٹیں ہی بکھیریں۔ ان پر چلائے گئے دونوں مقدمے قانونی اعتبار سے اس معیار سے بہت کم تھے جیسا کہ انہیں ہونا چاہیے تھا لیکن صدام حسین بھی وہ رعب و دبدبہ برقرار نہیں رکھ سکے جس کے عراقی عوام ان کے دور میں عادی تھے۔



عزت ابراہیم صدام حسین کو تلواری پیش کر رہے ہیں۔ عزت ابراہیم کو بیعت پارٹی کا نیا صدر بنایا گیا ہے۔

## صدام مقدمے کی بین الاقوامی بازگشت

صدام حسین کے خلاف مقدمہ کے بارے میں خیال تھا کہ یہ عراق کی تاریخ کا اہم سنگ میل ثابت ہوگا جب اس ملک میں جمہوریت نے آمریت کی جگہ لینا شروع کی۔ تاہم یہ بھی عراق میں افراتفری کے ماحول کی ایک کڑی ثابت ہو سکتا ہے۔ جس نے پورے ملک کو لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ مقدمے کے دور رس نتائج دیکھے جائیں تو وہ بین الاقوامی قانون میں ارتقاء کی صورت میں ہو سکتے ہیں جو حکومتی جبر کو اپنے دائرہ اختیار میں لانے کی کوشش میں ہے۔

یہ مقدمہ عراق میں مختلف جگہوں پر جاری جنگ پر اثر انداز ہوتا ہوا نظر نہیں آ رہا کیونکہ اس کے عوامل بہت زیادہ اور گہرے ہیں جو ایک واقعہ سے تبدیل نہیں ہو سکتے چاہے وہ کتنا ہی ڈرامائی کیوں نہ ہو۔

گاؤں و جیل میں ہلاک ہونے والے ایک سواڑتالیس افراد کے لواحقین کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ بات باعث اطمینان ہے کہ انصاف ہو گیا۔ شہادتوں کی طاقت پر کوئی شک نہیں ہے۔

گاؤں والوں نے صدام حسین کے روبرو اپنا موقف بیان کیا جس سے واضح ہوا کہ صدام حسین نے ملک پر اپنا تسلط کیسے قائم کیا تھا۔

سابق صدر کا رد عمل بھی غور طلب تھا۔ انہوں نے اپنی حکمت عملی کا دفاع کرتے ہوئے سوال اٹھایا کہ ریاست بغاوت کو کچلنے کے لئے کیوں اقدامات نہیں کر سکتی اور ایک موقع پر انہوں نے کہا کہ ان کے ایجنڈے پر بہت سے اہم معاملات تھے اور ہر وقت اس بات پر دھیان نہیں دے سکتے تھے کہ ان کے ماتحت کیا کر رہے ہیں انہوں نے عدالت کے دائرہ اختیار کو بھی مسترد کیا۔

صدام حسین کے خلاف یہ مقدمہ مستقبل میں ایسے مقدمات میں اہم نظیر ثابت ہوگا جن میں حکمران اپنی ذمہ داری سے انکار کریں گے۔

اس مقدمے کا ایک اور اہم پہلو یہ کہ اس کی تمام کارروائی بظاہر عراقیوں کے ہاتھ میں تھی۔ اس سے پہلے بہت سے آمروں کے خلاف مقدمات عالمی مداخلت سے ہوئے جیسا کہ نیورمبرگ اور یوگوسلاویہ ٹرائلز میں ہوا۔

اس مقدمے نے رجحان قائم کیا ہے کہ جو لوگ آمروں کا تختہ الٹتے ہیں یا کسی اور سے ایسا کرواتے ہیں وہ خود مقدمات چلا سکتے ہیں۔

اس مقدمے میں قانونی عمل کے معیار کو بہر حال ملک سے باہر اداروں کی طرف سے تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل کے میلکم سارٹ نے کہا کہ 'ایمنسٹی جیسے بھی حالات ہوں سزائے موت کے خلاف ہے اور ہم اس مقدمے میں بھی سزائے موت کی مذمت کرتے ہیں۔'

'ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اس مقدمے میں اہم سقم تھے جس وجہ سے سزائے موت زیادہ تشویشناک ہے۔'

انہوں نے اپنی تنظیم کے اعتراضات کا ذکر کرتے ہوئے عدالت کی خود مختاری اور آزادی اور سیاسی مداخلت کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا کہ عدالت کے پہلے جج نے استعفیٰ دے دیا تھا۔ دوسرے کو بعث پارٹی کا سابق رکن ہونے کی وجہ سے ہٹایا گیا۔

جو اس وقت واحد سیاسی تنظیم تھی اور تیسرے جج کے رشتہ دار اس مقام پر مارے گئے تھے جہاں صدام حسین پر کردوں کو گیس کے ذریعے ہلاک کرنے کا الزام لگایا جاتا ہے۔ سارٹ نے کہا کہ مقدمے کے دوران تین وکلائے صفائی قتل ہوئے اور صدام حسین خود ایک سال تک قانونی مشاورت نہیں حاصل کر سکتے تھے۔

اس مقدمے کا شمار بڑھتے ہوئے عالمی ٹریبونلوں کی فہرست میں ہوتا ہے جو نئے قانون بنا رہے ہیں جن کا ظالم حکمرانوں پر اطلاق ہو سکے گا۔



اس نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو یہ مقدمہ عراق سے زیادہ بین الاقوامی قانون کے لئے اہم ہے۔

## مشعل صدام عدالت میں

صدام حسین نہایت غصے کی حالت میں بغداد کی عدالتی کارروائی میں شریک ہوئے۔ ان کا کہنا تھا کہ کارروائی سے ان کے بائیکاٹ کے باوجود انہیں زبردستی یہاں لایا گیا ہے۔

سابق عراقی صدر صدام حسین 'بش مردہ باؤ کے نعرے لگاتے، عدالت کے نئے چیف جج کے ساتھ مصروف بحث رہے۔ صدام حسین کا اصرار تھا کہ یہ نئے جج غیر جانبدار نہیں ہیں چنانچہ انہیں تبدیل کیا جائے۔

صدام حسین کے ساتھ ان کے سات ساتھی بھی عدالت میں پیش کئے گئے تھے۔ ان ملزمان پر 1982 میں دجیل میں ایک سواڑتالیس شیعہ افراد کو ہلاک کرنے کا الزام ہے۔

بائیکاٹ کی مسلسل دھمکیوں کے باوجود استغاثہ نے چیف جج رؤف عبدالرحمن سے کہا کہ صدام حسین اور ساتھیوں کو زبردستی عدالت میں پیش کیا جائے۔

صدام حسین نے جج سے کہا 'میری غیر موجودگی میں میرے خلاف عدالتی کارروائی کرنے کا حق استعمال کریں۔ انہوں نے مزید کہا 'یہ عدالت نہیں بلکہ یہ تو ایک کھیل ہے۔

سابق عراقی صدر نے نیلے رنگ کا عرب کاروائیتی جبہ پہن رکھا تھا۔ اس سے قبل وہ پینٹ کوٹ میں عدالت میں پیشی کے لئے آتے رہے ہیں۔

صدام اور ان کے بھائی برزن التکریتی دونوں ہی خاموش رہنے اور بیٹھنے کے جج کے احکام کی خلاف ورزی کرتے رہے۔ تکریتی زمین پر جج کی جانب پشت کر کے بیٹھے رہے۔

جج نے ان الزامات کی تردید کی کہ وکلاء دفاع کو جان بوجھ کر اس کا روائی سے دور رکھا گیا ہے ان کا کہنا تھا کہ وہ خود ہی اس میں شریک نہیں ہونا چاہتے ہیں۔

ملزمان تمام الزامات کی تردید کرتے ہیں۔

عدالتی جج کو ایک ماہ پہلے تبدیل کیا گیا ہے اور نئے جج نے اس مقدمے کے ملزمان کے لئے پچھلے جج کی نسبت زیادہ سخت موقف اختیار کیا ہے۔

صدام اور ان کے ساتھی پچھلی کئی پیشیوں سے غیر حاضر رہے ہیں۔

بغداد میں بی بی سی کے نامہ نگار جان برائن کا کہنا ہے کہ اگر ملزمان کو یونہی زبردستی عدالت میں پیش کیا جاتا رہا تو وکلاء دفاع کے اس الزام کو تقویت ملے گی کہ عدالت کے نئے جج اس مقدمے کے سلسلے میں جانبدار ہیں۔

## صدام حسین آبائی قصبے میں سپرد خاک

عراق کے سابق صدر حسین کو 31 دسمبر کی صبح ان کے آبائی قصبے عوجہ میں دفنایا گیا ہے۔

صدام کی تدفین کے سلسلے میں ان کے اہل خانہ کی جانب سے پہلے یہ کہا گیا تھا کہ انہیں بغداد سے سو کلومیٹر کے فاصلے پر سنی اکثریتی علاقے رماوی میں سپرد خاک کیا جائے گا۔

تاہم بعد ازاں ان کی تدفین تکریت کے علاقے عوجہ میں صدام کے آبائی قبرستان میں عمل میں آئی۔ تکریت میں موجود بی بی سی عربی سروس کے نمائندے کے مطابق تدفین میں صدام کے چند قریبی رشتہ داروں نے شرکت کی۔

صدام کو عوجہ کے جس قبرستان میں دفنایا گیا ہے وہاں ان کے بیٹوں اور قصبے کے علاوہ ان کی والدہ کی قبر بھی موجود ہے۔ صدام کے دونوں بیٹے عراق پر امریکی حملے کے بعد امریکی فوج کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔ عوجہ ہی وہ قصبہ ہے جہاں انہتر برس قبل صدام حسین کا جنم ہوا تھا۔



عراقی صدر جمال طالبانی امریکی وزیر خارجہ کونڈولیزا رائس اور مر فیملڈ کے ہمراہ۔

صدام کے ایک رشتہ دار موسیٰ فرج نے خبر رساں ادارے اے ایف پی کی بتایا کہ صدام کو مقامی وقت کے مطابق صبح چار بجے عوجہ کے وسطی علاقے میں اس جگہ دفنا دیا گیا جو ان کے دوران اقتدار میں تعمیر کی گئی تھی۔

صدر صدام حسین کی دو بیٹیاں اردن میں جلا وطنی کی زندگی گزار رہی ہیں ان کے ترجمان کے مطابق دونوں بہنوں نے اپنے والد کے آخری لمحات ٹی وی پر دیکھے اور وہ انتہائی دکھی تھیں۔ لیکن انہیں اس بات پر فخر تھا کہ صدام حسین نے تختہ دار پر بڑی دلیری اور استقامت کے ساتھ جلا دوں کا سامنا کیا۔

ان کی ایک صاحبزادی نے کہا تھا کہ وہ اپنے والد کی لاش کو یمن میں امانتاً دفن کرنا چاہتی ہیں۔

صدام حسین کی پھانسی سے کچھ گھنٹے قبل ان کے آبائی قصبے تکریت میں کرفیو کے نفاذ کا اعلان کیا گیا تھا خود عراق میں سیکورٹی انتہائی سخت کر دی گئی تھی اور امریکہ نے دنیا بھر میں اپنے سفارت خانوں کو کسی بھی صورت حال حتیٰ کے ممکنہ حملوں سے نمٹنے کے لئے بھی تیار رہنے کی ہدایت کر دی تھی۔

عراق میں صدام حسین کی پھانسی کی خبر پر شیعہ آبادی والے شہر صدر میں لوگوں نے سڑکوں پر نکل کر خوشی کا اظہار کیا لیکن تکریت میں ان کی پھانسی کی خبر کے بعد احتجاجی مظاہرے ہوئے۔ سارہ اور رماوی سے بھی مظاہروں کی اطلاعات ملی تھیں تاہم عراق کے مختلف شہروں میں دن بھر تشدد کے واقعات بھی ہوتے رہے ہیں جن میں 68 افراد ہلاک ہو گئے

عراق کی قومی سلامتی کے مشیر موافق الرباعی نے جنہوں نے صدام حسین کو پھانسی چڑھتے دیکھا، بی بی سی کو بتایا: 'صدام حسین کو جھکڑیاں لگا کر لایا گیا تھا۔ ان کے ہاتھ میں قرآن مجید تھا اور وہ شکست خوردہ دکھائی دے رہے تھے اور انہوں نے کچھ نعرے بھی لگائے۔'

سابق عراقی صدر کی موت کے وارنٹ پر عراق کے وزیراعظم نوری المالکی نے

دستخط کیے۔ پھانسی کے بعد ایک بیان میں انہوں نے کہا: صدام حسین کے خاتمے سے عراقی تاریخ کا ایک تاریک باب بند ہو گیا ہے۔

دنیا کے کئی ممالک نے صدام حسین کی پھانسی پر ملے جلے رد عمل کا اظہار کیا ہے یورپی یونین، روس، لیبیا، اور فلسطین میں حماس کی حکومت نے پھانسی کی مخالفت کی ہے۔ تاہم امریکہ، ایران، کویت، اسرائیل اور جاپان سمیت کئی ممالک نے عراق کے معزول صدر کو پھانسی دیے جانے کا خیر مقدم کیا ہے۔ لیبیا نے صدام حسین کی پھانسی پر ملک میں تین روزہ سوگ کا اعلان کیا تھا۔

عراق کے سرکاری ٹیلی ویژن عراقیہ نے صدام کی پھانسی کی خبر دیتے ہوئے اعلان کیا: ”مجرم صدام حسین کو تختہ دار پر چڑھا دیا گیا ہے۔“

امریکی صدر جارج بش نے سابق عراقی رہنما صدام حسین کو سزائے موت دیے جانے کے فیصلے کو عراق کی نواز سیدہ جمہوریت کی تاریخ میں ایک اہم سنگ میل قرار دیا ہے۔

صدر بش نے کہا کہ صدام حسین کا شکار بننے والے ان لوگوں کو انصاف مل گیا ہے جنہیں انصاف سے محروم رکھا گیا ہے۔ امریکی صدر نے اعتراف کیا کہ عراق کو ابھی کافی سفر طے کرنا ہے تاہم ان کا کہنا ہے تاریخ ایک منصفانہ اور آزاد سماج کی جانب اسے ایک اہم دن کے طور پر رقم کرے گی۔

عراق کے وزیراعظم نوری المالکی نے ٹیلی ویژن پر اپنی تقریر میں فیصلے کو سراہتے ہوئے کہا: یہ سزا ایک شخص کے خلاف نہیں بلکہ اس کے اقتدار کے پورے تاریک دور کے لئے ایک سزا ہے۔

نوری المالکی نے مزید کہا: ممکن ہے یہ سزا ان بیواؤں اور بچوں کے درد کو کم کر سکے جنہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنے پیاروں کو دنیا کی نظروں سے بچا کر دفن کر دیں اور ان کے درد جنہیں اپنے جذبات اور خود پر کیے جانے والے ظلم کو دبا دینے پر مجبور کیا گیا، یا ان کے درد جن کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔

برطانیہ کی خارجہ سیکریٹری مارگریٹ بیٹھ نے صدام حسین اور دیگر ملزمان کی سزائے موت کے فیصلے کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ ان افراد کو اپنے جرائم کی سزا ملی ہے بیٹھ نے کہا کہ صدام حسین کے دور میں گھناؤنے جرائم ہوئے اور یہی مناسب تھا کہ ان جرائم کے ملزموں کو عراق ہی میں انصاف کے کٹہرے میں کھڑا کیا جاتا۔

عراق میں امریکی سفیر زلمے خلیل زاد کا کہنا تھا: عراق کے لئے ایک اہم سنگ میل ہے کیونکہ اب یہ ملک ایک ایسے آزاد اور انصاف پسند معاشرے کی جانب بڑھے گا جس کی بنیاد قانون کی بالادستی پر ہوگی۔ ممکن ہے کہ اگلے چند ہفتے عراقیوں کے لئے مشکل ہوں لیکن صدام حسین اور ان کی حکومت کا باب ختم ہونے سے اتحاد اور بہتر مستقبل کا موقع پیدا ہوگا۔

سپین کے وزیر اعظم جوزے لوئس زپاٹیرو نے اپنے رد عمل میں کہا کہ اگرچہ یورپی اتحاد پھانسی کے خلاف ہے لیکن صدام حسین کو اپنے کیے کی سزا ملی ہے۔ انہوں نے کہا کسی بھی عام شہری یا سیاسی رہنما کی طرح صدام حسین کو بھی اپنے اور اپنی حکومت کے اعمال کا جواب دہ ہونا تھا۔







سابق صدر صدر امام حسین نماز ادا کرتے ہوئے۔

## باب نمبر 14

## صدام بش خاندان کی دشمنی کا نشانہ بنے؟

تختہ دار پر پہنچنے کے بعد جب صدام حسین غیر معمولی طور پر بڑے پھانسی کے پھندے کو دیکھ رہے تھے تو انہیں اس مقام پر لاکھڑا کرنے والا شخص (صدر بش) ٹیکسز (امریکہ) میں اپنی ذاتی جاگیر پر گہری نیند کے مزے لے رہا تھا۔ رات کے ابھی نو ہی بجے تھے، لیکن جارج بش یہ کہہ کر سو چکے تھے کہ انہیں صبح سے پہلے ہرگز نہ اٹھایا جائے۔ اس لا تعلقی کے ساتھ نیند کی آغوش میں چلے جانا۔ اس شخص کی آخری دفعہ تحقیر کرنے کے مترادف تھا جو خود کو صلاح الدین ثانی، عربوں کا نجات دہندہ اور شیر بغداد کہتا تھا۔

کچھ لوگوں کا شاید خیال ہو کہ بش ان دنوں گہری نیند نہیں سو سکتے جب ان کی حمایت انتہائی کم ہو چکی ہے اور عراق میں ان کی حکمت عملی جمود کا شکار ہے۔ لیکن جب پوری دنیا میں تبصرے ہو رہے تھے اور حمایت یا مذمت کی جارہی تھی، بش سو رہے تھے۔ وہ اپنے معمول کے مطابق تقریباً صبح پونے پانچ بجے ہی بیدار ہوئے۔ ایک گھنٹہ بعد انہوں نے نیشنل سیکورٹی پر اپنے مشیر سٹیفن ہیڈلے کے ساتھ دس منٹ کی ملاقات کی اور اس کے بھی کچھ دیر بعد پہلے سے تیار ایک بیان جاری کیا گیا: ایک حوالے سے دیکھا جائے تو صدر صدام حسین کی موت ٹیکسز کے بش خاندان اور تکریت کے صدام حسین کے درمیان ڈرامائی دشمنی کا نقطہ انتہا تھی۔

## تعلق جو بگڑ گیا

دشمنی کی یہ داستان خاموشی سے پروان چڑھنے والے تعلقات سے شروع ہوتی ہے۔ جارج بش (سینئر) امریکہ کے نائب صدر تھے اور صدام حسین ایران کے ساتھ دشمنی

رکھنے کی وجہ سے ایک اتحادی۔

انیس سو تراسی میں ڈونلڈ رمزفیلڈ نے اس وقت کے صدر ریگن کے خصوصی ایچی کے طور پر عراقی صدر صدام حسین سے ملاقات کی اور ایران کے خلاف جنگ میں امریکی مدد کی پیشکش کی۔

یہ تعلق اس وقت دشمنی میں بدل گیا جب صدام حسین نے کویت پر چڑھائی کر دی اور صدر بش (سینئر) نے انہیں وہاں سے نکلنے کے لیے مغربی اور عرب ممالک پر مشتمل ایک بین الاقوامی اتحاد بنایا۔

صدام حسین کو، بغداد کا قصائی کہا گیا اور جواب میں صدام نے بش سینئر کو زہریلا سانپ اور بش جونیئر کو زہریلے سانپ کا بیٹا کہا۔ دو سال بعد صدام حسین نے مبینہ طور پر صدر بش (سینئر) کو قتل کرانے کی کوشش کی۔

تاہم وائٹ ہاؤس نے ہمیشہ دعویٰ کیا ہے کہ عراق پر حملے کا ذاتی عناد سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن حسین اپنی قبر سے بھی بش انتظامہ کا پیچھا کرے گا۔ صدام نے ہمیشہ کہا تھا کہ وہ امریکیوں کو درغلا کر عراق کے شہروں میں لے آئیں گے جہاں انہیں مزاحمت اور شکست کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اس وقت کسی کو بھی یقین نہیں تھا کہ صدام کے اقتدار میں نہ ہونے کے باوجود بھی امریکہ کو ایسی ہی صورتحال کا سامنا کرنا پڑے گا۔

## شکاری کے ڈرائنگ روم کی ٹرائی

اس وقت مجھے وہ ویڈیو فلم یاد آرہی ہے جو صدام حسین کی خواہش پر انیس سو اناسی میں بنی تھی جب انہوں نے ایک خاموش جبری حکمت عملی کے تحت اپنے گرو احمد حسن الباقر کو صدارت کے عہدے سے معزول کر کے خود اقتدار سنبھال لیا تھا۔

گیارہ برس کی نائب صدارت کے بعد صدر بنتے ہی صدام حسین نے حکمراں

بعث پارٹی کی سنٹرل کمیٹی کا اجلاس طلب کیا۔ ویڈیو میں دکھایا گیا ہے کہ ہال کچھا کچھا بھرا ہوا ہے نسبتاً جوان، پر اعتماد اور تروتازہ صدام حسین سٹیج پر براجمان ہیں۔ ایک کے بعد ایک مقرر ڈانس پر آ رہا ہے اور نئے صدر کی عظمت اجاگر کر رہا ہے۔

صدام حسین سگار کے کش لیتے ہوئے ہر مقرر کو تو صنفی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔ پھر صدام حسین خود ڈانس پر آئے اور گویا پورا ہال ایڑیوں پر کھڑا ہو گیا۔ تالیوں کا ایسا شور جیسے ہال کی چھت گر پڑے گی۔ صدام حسین اپنے مخالفین کو سازشی، پارٹی کے غدار اور احسان فراموش جیسے القابات سے لتاڑ رہے ہیں۔ ان کے ہر دوسرے یا تیسرے جملے پر ہال تالیوں کی آواز سے بھر جاتا ہے۔

صدام حسین خطاب کے بعد کرسی پر دوبارہ بیٹھ جاتے ہیں۔ اب ڈانس سے ایک کے بعد ایک نام پکارا جا رہا ہے۔ جس جس کا بھی نام لیا جا رہا ہے وہ اپنی نشست سے اٹھ کر سر جھکا رہا ہے۔ دو محافظ اسے بازو سے پکڑ کر لے جائے جا رہے ہیں۔ اس طرح سے کئی لوگ باہر لے جائے گئے۔ پھر خبر آئی کہ انہیں پارٹی قیادت سے غداری اور ملک دشمنی کے جرم میں گولی مار دی گئی۔

غداروں کی صفائی کے بعد ملک اور بعث پارٹی پر جواں سال قائد، رئیس الجمهوریہ صدام حسین کا دبدبہ مکمل ہو چکا ہے۔ اگلے چوبیس برس تک عراق کی ہر شاہراہ، موڑ، چوک، سرکاری دفتر، ٹی وی سکرین، اخبار کے صفحہ اول اور کرنسی نوٹ پر صرف رئیس الجمهوریہ کی شبیہ دکھائی دے گی۔

کوئی بھی ان کی عقابی نگاہوں سے نہیں بچ سکتا۔ کوئی ان کے احترام میں صدارتی امیدوار بننے کی جرات نہیں کر سکتا۔ وہ بلاشبہ محبوب ترین رہنما ہیں جنہیں ہر صدارتی انتخاب میں ننانوے اعشاریہ ننانوے ووٹ ملیں گے۔

چوبیس برس کی اس صدارت میں صدام حسین اگر ایک سفاک آمر تھے تو صرف عراقی کردوں، شیعوں اور مخالف سنیوں کے لیے تھے۔ امریکہ کے لیے وہ ایرانی ملاؤں کے سیلاب کے خلاف آزاد دنیا کے تحفظ کا بند تھے۔

کویت، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، اردن اور مصر جیسے ممالک کے حکمرانوں کے نزدیک صدام حسین لشکر عجم کے خلاف دوسری جنگ قادسیہ لڑنے والے بطل جلیل عرب تھے لیکن جب انیس سو نوے میں صدام حسین کی فوج کویت میں داخل ہوئی تو یہی فخر عرب، ننگ عرب میں تبدیل ہو گیا۔

مغربی دنیا کا لاڈلا روشن خیال سیکولر آمر ابلیسیت کا ہار پہن کز ہٹلر اور مسولینی کی صف میں کھڑا کر دیا گیا اور پھر سب کو عراقی عوام پر صدام حسین کے مظالم بھی نظر آنے لگے۔ بلاشبہ صدام حسین اپنے مخالفوں کے لیے ایک ہولناک شخص تھے۔ انہوں نے بعث پارٹی کی آڑ میں اپنے ارد گرد ظالم خوشامدیوں کا ایک ٹولہ جمع کر لیا تھا۔ انہوں نے اپنے ہم قبیلہ افراد اور اہل خانہ کو خوب خوب نوازا۔ اپنے دونوں صاحبزادوں کو دندنانے اور من مانی کرنے کی کھلی چھوٹ دے دی۔ ڈھائی لاکھ عراقیوں کو ایران کے خلاف لا حاصل آٹھ سالہ جنگ کا چارہ بنا ڈالا اور اپنا خوف عراقی کردوں اور شیعوں کی ہڈیوں میں اتار دیا۔

لیکن صدام حسین کی سانس گھونٹنے والی اس آمریت میں بھی تعلیم اور صحت مفت تھی۔ پچاس فیصد سے زائد آبادی پڑھنے لکھنے کے قابل تھی۔ ہزاروں طلبا سرکاری سکالرشپس پر مغربی یونیورسٹیوں میں سائنسی تعلیم حاصل کرنے جا رہے تھے۔ پورے ملک میں یورپی معیار کی شاہراہوں کا جال بچھا دیا گیا تھا۔

نصف آبادی کا شمار متوسط طبقے میں ہوتا تھا اور یہ کسی بھی عرب ملک کی سب سے بڑی ڈل کلاس تھی۔ ملازمتوں میں خواتین کا تناسب چالیس فیصد کے لگ بھگ تھا، کسانوں کو آدھی قیمت پر ٹریکٹر، تقرینا مفت تیل اور پچاس فیصد سستی بجلی فراہم کی جا رہی تھی۔

ایک طرف اگر صدام حسین نے اپنے لیے ستر سے زائد محلات اور عالی شان رہائش گاہیں تعمیر کروائیں تو دوسری جانب عام آدمی کو بھی بنیادی ضروریات کی ضمانت دی۔ اقوام متحدہ کی بارہ سالہ پابندیوں نے اگرچہ ڈل کلاس کی کمزیرین سے لگا دی اور لاکھوں لوگ دواؤں کی کمیابی سے مرے لیکن کوئی عراقی فاتے سے نہیں مرا۔

مگر جو انصاف صدام حسین نے اپنے مخالفین کو نہیں دیا وہ انصاف خود صدام حسین کو بھی نصیب نہیں ہو سکا۔ دو برس کے مقدمے کے دوران تین جج تبدیل کیے گئے۔ جن وکلاء نے ان کا مقدمہ لڑا انہیں مستقل دھمکیوں اور ہر سمت سے دباؤ کا سامنا کرنا پڑا۔ بظاہر انہیں سزائے موت سے ذرا پہلے عراقی حکومت کے حوالے کیا گیا اور یہ تاثر بھی دیا گیا کہ مقدمے کی کارروائی سے امریکہ کا کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ مقدمہ عراقی عدلیہ نے عراقی قوانین کے تحت چلایا ہے لیکن ان کی موت عملاً امریکی فوج کی نگرانی میں ہوئی۔

صدام حسین کی سزائے موت مکافات عمل ہے وہ ایک سفاک آمر تھے لیکن ناموں کی تبدیلی کے باوجود سفاکی کا بال ان کی معزولی کے بعد بھی بیکا نہیں ہوا۔ آج کی عراقی جمہوریت میں کوئی تیس فیصد مائیں ہی اپنے بچوں کو سکول بھیجنے کی جرات رکھتی ہیں۔ جو ڈل کلاس اقوام متحدہ کی پابندیوں کے زمانے میں ادھ موئی ہوئی تھی آج اقتصادی طور پر غائب ہو چکی ہے۔

صدام کے دور میں اگر ہر جگہ سرکاری منجروں کا راج تھا تو آج سرکاری ڈیوٹی اسکوڈز اور کار بم پھاڑنے والوں کا راج ہے، روزانہ تشدد سے مرنے والوں کا اوسط ایک سو کے لگ بھگ ہے۔

اگر صدام نے چوبیس برس میں ایک لاکھ کرد، شیعہ اور بعث مخالف سنی مارے تھے تو پچھلے ساڑھے تین برس میں چھ لاکھ کے لگ بھگ شہری مر چکے ہیں۔ ایک لاکھ شہری ہر ماہ ملک سے بھاگ رہے ہیں۔ اور اب تک اٹھارہ لاکھ سے زائد عراقی ملک چھوڑ چکے ہیں۔

صدام حسین کو تو آج لٹکایا گیا ہے لیکن عراق تو ایک عرصے سے متعفن لاش کی صورت میں پھانسی پر جھول رہا ہے۔ عراق نام کا جو ملک کبھی تھا آج محض شکاری کے ڈرائنگ روم بھی ہوئی ایک اور ٹرائی ہے۔

صدام کی موت سے فاصلے بڑھ گئے

ایک امریکی دانشور لکھتے ہیں عراق کے معزول صدر صدام حسین کے بغداد کے



کیمپ میں تختہ دار پر چڑھتے وقت شیعہ رہنما مقتدی الصدر کے حامیوں کے طعنوں نے عراقیوں کے جذبات میں جو آگ لگائی تھی اس کی تپش پوری دنیا میں محسوس کی گئی۔ اس کے برعکس سنیوں کا ہیجان اور زیادہ ہو گیا۔

دوسری جانب عراق اور دوسری جگہوں میں شیعہ اپنی کامیابی کو شدت سے محسوس کرنے لگے ہیں۔

صدام حسین نے اپنے مخالفین کو موت کے بعد بھی بالکل اسی طرح سے منقسم رکھا ہوا ہے جیسا کہ اپنی زندگی میں انہوں نے کیا۔

ان کی موت نے شیعہ اور سنی تعلقات پر گہری ضرب کا کام کیا۔ عراق میں سنی اقلیت میں ہیں لیکن صدام حسین کی زیر قیادت عراقی اقتدار پر ان کا غلبہ رہا۔

جب صدام حسین نے اسی کی دہائی میں ایران میں اسلامی انقلاب کے بعد اس پر حملہ کیا تو اسلامی دنیا نے اس جنگ کو شیعہ سنی جنگ کے طور پر دکھایا تھا۔

اس عرصے میں کئی سنی مسلم بھراہان مملکت نے صدام حکومت کی مدد و حمایت کی۔ یہ جنگ بے نتیجہ رہی۔

مگر جب سن دو ہزار تین میں امریکی اور برطانوی فوج نے عراق پر حملہ کر کے صدام حسین کی حکومت ختم کر دی تو عراق پر سنی کنٹرول بھی ختم ہو گیا اور اس کے بعد ہونے والے انتخابات کے نتیجے میں شیعہ اکثریتی حکومت قائم ہو گئی۔

اب مشرق وسطیٰ میں تاثر پایا جاتا ہے کہ عراقی حکومت کا طرز عمل فرقہ وارانہ ہوگا۔

بہت سے سنیوں کا خیال ہے کہ شیعہ اکثریتی حکومت کے قیام کے بعد سے

عراق، ایران کی نوآبادی بن گیا ہے۔

درحقیقت صدام حسین کی سزا پر عمل درآمد کے وزیراعظم نوری المالکی کے فیصلہ کا

تعلق بھی ملکی سیاست سے زیادہ نظر آتا ہے۔ نوری المالکی کے بارے میں عمومی تاثر یہ تھا

کہ وہ کمزور شخصیت کے مالک ہیں مگر اپیل مسترد ہونے کے تھوڑی ہی عرصے بعد صدام

حسین کو پھانسی پر لٹکانے کا فیصلہ اس تاثر کو غلط ثابت کرتا ہے۔



صدام حسین اپنی پسندیدہ بندوق کو دیکھ رہے ہیں۔ ایک یادگار تصویر

صدام حسین کو عید الاضحیٰ کے موقع پر سزائے موت دینے سے بھی لوگوں میں غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ مصری صدر حسنی مبارک کے بقول انہوں نے امریکی صدر جارج بش کو اس بارے میں خبر دار کیا تھا مگر صدر بش نے بظاہر کچھ نہیں کیا۔ اب صدر مبارک برہم ہیں: 'انہیں کس بات کی جلدی تھی؟ جب لوگ عید کی تیاریوں میں مصروف تھے اس وقت پھانسی دینے کی کیا ضرورت تھی؟'

مصری صدر نے پھانسی کے عمل کو بربریت سے تعبیر کیا کیونکہ ان کے خیال میں محافظوں نے صدام حسین پر فقرے کسے، انہیں طعنے دیئے اور کلمہ شہادت بھی پوری طرح نہیں پڑھنے دیا۔

اردنی شہر اومان میں ایک شخص کا کہنا ہے: 'مجھے عراق کی حالت پر افسوس ہوتا تھا کہ امریکیوں اور برطانویوں نے اسے برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ مگر اب میں خوش ہوں کہ وہ اسی کا مستحق ہے۔'

میں کہہ چکا ہوں کہ صدام حسین اپنے مخالفین کے لیے قبر میں بھی پہلے جیسے خطرناک ہو رہے ہیں۔

## 'پھانسی انتقامی عمل نہیں تھا'

عراقی حکام کا کہنا ہے کہ صدام حسین کی پھانسی ایک انتقامی عمل نہیں تھا۔ عراقی صدر کے مشیر کا یہ بیان صدام کی پھانسی کے وقت موبائل فون سے بنائی گئی اس نئی ویڈیو کے منظر عام پر آنے کے بعد سامنے آیا۔ جس میں ایک شخص تختہ دار پر موجود صدام حسین پر طعنہ زنی کر رہا ہے۔

نامہ نگاروں کا کہنا ہے کہ پھانسی کے وقت کے یہ مناظر عراق میں صدام حسین کے حامیوں اور مخالفین کے درمیان موجود خلیج میں مزید اضافے کا سبب بن سکتے ہیں۔ یاد رہے کہ صدام حسین کی پھانسی سے کچھ دیر قبل کے جو مناظر سرکاری ٹی وی پر نشر کیے گئے تھے ان سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ پھانسی کے عمل سے قبل صدام اور انہیں پھانسی

دینے والے افراد کے درمیان کسی قسم کی تلخ کلامی نہیں ہوئی تاہم انٹرنیٹ اور غیر ملکی چینلوں پر نشر کی جانے والی غیر سرکاری ویڈیو میں صورتحال اس کے برعکس دکھائی دیتی ہے۔

عدالت کی جانب سے پھانسی دیئے جانے کے عمل کی نگرانی کرنے والے جج منیر حداد نے بی بی سی کو بتایا کہ جب صدام حسین کو پھانسی دیئے جانے سے چند منٹ پہلے ایک گارڈ نے کہا کہ کیا ان کو موت سے ڈر لگتا ہے تو صدام حسین نے جواب دیا کہ انہوں نے ساری زندگی جنگیں لڑنے میں گزاری ہے اور انہیں موت سے ڈر نہیں لگتا۔

بغداد میں بی بی سی کے نمائندے پیٹر بانلز کا کہنا ہے کہ مقتدی الصدر کے نام کے نعروں سے عراقی صدر کے حامیوں میں یہ تاثر جنم لے سکتا ہے کہ صدام حسین کی پھانسی عراقی انصاف کی بجائے انتقام کا نتیجہ تھی۔

تاہم عراقی صدر کے ترجمان حیو اعثمان نے بی بی سی کے پروگرام 'نیوز اور' کو بتایا کہ 'طعنے وہاں کھڑے ایک عام شخص نے دیئے تھے۔ ان کا کہنا تھا 'ہمیں بالکل معلوم نہیں کہ صدام پر چلانے والا کون تھا یا وہ خود کسے برا بھلا کہہ رہے تھے' لیکن میرے خیال میں وہ کوئی حکومتی اہلکار نہیں تھا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ آواز امریکیوں نے بعد میں بھری ہو۔

معزول عراقی صدر انہتر سالہ صدام حسین کو انسانیت کے خلاف جرائم کی پاداش میں پھانسی کے بائیس گھنٹے بعد رات کے اندھیرے میں انہیں ان کے آبائی قصبے عوجہ میں دفنا دیا گیا تھا۔ ان کی تدفین کے موقع پر صرف ان کے قبیلے کے چند لوگ موجود تھے۔

بی بی سی کے جان سمپن کا کہنا ہے کہ عراقی حکومت اس حوالے سے پریشان نہیں کہ صدام کی قبر ان کی حامیوں کے اجتماع کا مقام بن سکتی ہے۔ عراقی وزراء کے خیال میں صدام کی پھانسی سے عراق پر ان کے اثر کا مکمل خاتمہ ہو گیا ہے۔

تاہم صدام کے متعدد حامیوں نے انہیں دفنائے جانے کے بعد ان کے آبائی قصبے کا دورہ کیا اور ان کی موت کا بدلہ لینے کا عزم کیا ہے۔ چوبیس سالہ محمد عتیق کا کہنا تھا کہ 'خدا کو صدام کا ایسا انجام منظور تھا لیکن ان کا مشن اور وہ راستہ جو انہوں نے اپنایا ہمیشہ موجود رہے گا'۔

## صدام کے خلاف الزام خارج

عراق میں کردوں کے قتل عام کے مقدمے کے سماعت دوبارہ شروع ہوئی تو مقدمے کے ایک ملزم اور سابق عراقی صدر صدام حسین کی پھانسی کے بعد عدالت نے ان پر عائد تمام الزامات خارج کر دیے اور اب اس قتل عام کے معاملے میں چھ عراقی افسروں پر مقدمہ چلایا جا رہا ہے۔

پہلے پہل اس مقدمے میں صدام اور ان کے ساتھیوں کو 1980 میں ایک لاکھ عراقی کردوں کے قتل عام کا ملزم نامزد کیا گیا تھا تاہم اب دجیل میں 148 شیعوں کے ہلاکت کے مقدمے میں صدام کو سزائے موت کے بعد ان کا نام اس مقدمے سے نکال دیا گیا ہے۔

سماعت کے دوران صدام حسین کے رشتہ دار علی حسن الماجد سمیت چھ ملزمان نے جنگی جرائم، انسانیت سوز مظالم اور قتل عام کے الزامات سے انکار کیا اور کہا کہ کرد علاقے میں کی جانے والی کارروائی بغاوت کچلنے کی ایک قانونی کوشش تھی کیونکہ ایران عراق جنگ کے دوران کچھ کردوں نے دشمنوں سے گٹھ جوڑ کر لیا تھا۔

صدام حسین کے ساتھیوں کے خلاف اس مقدمے کے سماعت اکیس دسمبر کے بعد پہلی مرتبہ 9 جنوری کو کی گئی۔ اس کے دوبارہ آغاز سے ایک مرتبہ پھر عالمی توجہ عراق کے عدالتی نظام پر مرکوز ہو گئی جسے پہلے ہی صدام حسین کی پھانسی کے حوالے سے پیش آنے والے واقعات پر تنقید کا سامنا تھا۔



## صدام حسین کا آخری خط

عید قربان کی صبح امریکی قبضہ کے دوران اپنے ہی وطن کے دارالحکومت کی جیل میں تختہ دار پر لٹک کر جان دینے والے صدام حسین نے خصوصی ٹریبونل سے سزائے موت سنائے جانے کے بعد عراقی عوام کے نام 5 نومبر کو جو خط لکھا صدام حسین نے اپنے اس خط میں لکھا کہ عراق کی موجودہ صورتحال عراقی عوام کے لئے ایک نئی آزمائش ہے اور یہ انہیں نیا سبق بھی دیتی ہے۔ اس آزمائشی دور میں ہی تاریخی کامیابی کی بنیاد رکھی جائے گی۔ ان کا دل اپنے عوام اور قوم کی محبت سے معمور ہے وہ کبھی بھی مشکلات اور آزمائشوں سے نہیں گھبرائے اور اللہ نے چاہا تو اپنی جان کی قربانی دیں گے اور ان کی روح شہداء کے ساتھی جنت میں ہوگی۔ عراقی عوام کو صبر سے کام لینا چاہئے۔ ہمیں غیر منصفانہ اور جابر ممالک کے ساتھ مقابلے میں اللہ پر ہی انحصار کرنا ہوگا۔ ہمیں اور عراق کو انقلاب سے پہلے اور بعد میں جن طوفانوں اور مشکلات سے گزرنا پڑا ہے ان کے دوران اللہ تعالیٰ نے ہی ہمیں زندگی عطا کئے رکھی ہے اور اب تک اس کی منشاء کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ وہی ہمارا خالق ہے اور اسی نے اب تک حفاظت کی۔ صدام حسین نے خط میں لکھا شہادت کا رتبہ پا کر اللہ تعالیٰ کے فرمانبرداروں میں شامل ہو جائیں گے۔ شہادت کے واقعے پر چلنے والے وہ پہلے شخص نہیں ان سے بھی کم عمر ایسی ہزاروں روئیں اس راستے پر چل چکی ہیں وہ شہادت کا رتبہ ملنے پر اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں۔ صدام حسین نے اپنے خط میں عراقی عوام کو متحد رہنے کی تلقین کرتے ہوئے کہا ہے کہ حملہ آور دشمنوں کے راستے میں عراقیوں کا اتحاد ہی سب سے



بڑی رکاوٹ ہے۔ اس لئے یہ دشمن عراقی عوام کے درمیان منافرت کے نئے بیج بونے میں مصروف ہیں۔ صدام حسین نے مزید لکھا ہے کہ انہوں نے یہ خط اس لئے تحریر کیا کہ ان کے وکلاء نے انہیں بتایا تھا کہ حملہ آوروں کی قائم کردہ نام نہاد عدالت انہیں آخری بات کرنے کی اجازت دیدے گی لیکن عدالت اور اس کے چیف جج نے ہمیں ایک لفظ بھی بولنے کا موقع نہیں دیا اور کوئی وضاحت کئے بغیر اپنا فیصلہ جاری کر دیا اور کوئی شہادت سامنے رکھے بغیر حملہ آوروں کی لکھوائی ہوئی سزا پڑھ کر سنا دی۔



## صدام حسین کی کہانی

1937ء میں دریائے دجلہ کے کنارے ایک چھوٹا سا گاؤں تکریت تھا (جواب ایک شہر بن چکا ہے)۔ یہاں کے زیادہ تر باسی کسان تھے۔ کھیتی باڑی ہی ان کا ذریعہ معاش تھا۔ گاؤں کے سب کے سب گھر کچے اور مٹی کے بنے ہوئے تھے۔ ۱۹۳۷ء کی ایک رات جبکہ سپیدہ سحر نمودار ہو رہا تھا اور گاؤں کے کسان کھیتوں میں جانے کے لیے بیدار ہو رہے تھے۔ خیر اللہ طلفاح کے گھر ان کی بہن سیدہ حمہ طلفاح نے ایک بچے کو جنم دیا۔ بچے کا ناموں الحاج خیر اللہ اور چچا حسن مجید بے حد خوش تھے۔ لیکن بچے کی ماں بے حد فکر مند دکھائی دے رہی تھی۔ کیونکہ بچے کا والد اس دنیا میں نہیں تھا یتیم بچے کی پیدائش اور اس کی پرورش نے سیدہ حمہ کو پریشانی میں مبتلا کر رکھا تھا۔ محنتی مگر غربت و افلاس کے مارے ہوئے بھائی پر وہ پہلے ہی کیا کم بوجھ تھی جو ایک جان کا مزید اضافہ ہو گیا۔ کچی اینٹوں اور گارے سے بنے ہوئے لکڑی کے کمزور ستونوں پر کھڑے گھر میں بچے کی ماں کے علاوہ سب لوگ خوشی کا اظہار کر رہے تھے بچے کے چچا حسن مجید نے بچے کے کان میں اذان دی اور گھر میں موجود تمام افراد سے مخاطب ہو کر کہا اس بچے کا نام..... صدام..... یعنی زوال کو دور کرنے والا۔ ”صدام حسین“ نو مولود صدام حسین علوی تھا اس کا شجرہ نسب حضرت علیؑ سے ملتا ہے۔

۱۹۳۷ء کا وہ گناہ بے حیثیت غریبوں کا مسکن کچے گھر وندوں پر مشتمل چھوٹا سا

گاؤں ”تکریت“ جو رومن لفظ ہے اور جس کا معنی ”دجلہ کا قلعہ“ ہے۔ آج بین الاقوامی



صدام حسین کی گرفتاری کے فوراً بعد کی تصویر

شہرت حاصل کر چکا ہے۔ اس گاؤں میں جنم لینے والے بچے نے واقعتاً اس گاؤں ہی کو نہیں بلکہ پورے عراق کو دجلہ کا قلعہ بنا دیا تھا اور اس وقت صیہونیت اس کے نام سے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ عجیب اتفاق یہ ہے کہ فاتح بیت المقدس سلطان صلاح الدین ایوبی بھی تکریت نامی گاؤں میں پیدا ہوئے۔

ایک گاؤں میں دو وقت کی روٹی کے لئے فکر مند گھرانے میں ایک بچے کا بچپن جیسا ہوتا ہے صدام حسین کا بچپن بھی ایسا ہی تھا۔ تکلیف دہ کٹھن، دشوار افلاس اور غربت کے ہاتھوں ستائے ہوئے اس بچے کی زندگی میں کوئی خوشی نہیں تھی۔ کوئی آرام نہ تھا۔ جوں جوں وہ سن شعور کو چھو رہا تھا۔ یتیمی کا احساس اسے ستانے لگا۔ صدام حسین کی والدہ نے اس کے چچا کے ساتھ شادی کر لی تھی اور اس کی ماں کے پیٹ سے جنم لینے والا اس کا سوتیلہ بھائی نہ صرف اس کا پیارا بھائی بلکہ گہرا رازدار دوست بھی تھا۔ صدام کے سامنے دو راستے تھے۔ یا وہ اپنے آپ کو حالات کے سپرد کر دے اور زندگی کو اس کے اپنے دھارے پر بہنے دے۔ جیسے گاؤں کے دوسرے لوگ زندگی گزار رہے تھے یا پھر وہ اپنے آپ کو احساس کمتری کا شکار نہ ہونے دے۔ اس کے دماغ نے بچپن ہی میں بڑوں کی مانند کام کرنا شروع کر دیا تھا اور اس نے طے کر لیا کہ محنت کرے گا، ہمت سے کام لے گا اور اپنی شخصیت خود بنائے گا۔ دلیر اور بہادر لوگ اسے اپنے بچپن سے اچھے لگتے تھے۔ اس نے پکارا زادہ کر لیا کہ وہ اپنی یتیمی کاروتارونے کی بجائے ایک حوصلہ مند اور دلیر مرد کی طرح زندگی گزارے گا اور یوں وہ بچپن ہی سے سیلف میڈ زندگی گزارنے لگا، اس کے چھوٹے سوتیلے بھائی اور گہرے دوست ادھام کا کہنا ہے کہ ”صدام بچپن میں بھی ایک دبنگ اور دلیر بچہ تھا۔ وہ بڑا پر وقار اور دانا نظر آتا تھا۔ تمام بچے اس سے ہمیشہ مرعوب رہتے اور ہر وقت اس کے ارد گرد رہتے، وہ بچپن میں بھی بچوں کا قائد اور لیڈر بنتا۔ نہ کسی کے رعب یا ڈراوے میں آتا تھا آپ سوچ رہے ہوں گے کہ وہ بچپن میں بہت غیر مہذب یا سخت غصے والی طبیعت کا مالک ہوگا۔ نہیں! ہرگز نہیں، وہ دلیر اور بے خوف ہونے کے ساتھ ساتھ تمام بچوں میں نہایت مہذب اور شائستہ تھا۔ ذہانت اس میں سب سے زیادہ تھی۔“

صدام حسین بے حد نرم دل انسان تھا۔ وہ اپنے بچپن میں بھی غریبوں کے حالات سے فوری طور پر متاثر ہو جاتا تھا۔ اکثر ایسے ہوتا وہ کسی غریب اور مفلس بچے کے کپڑے دیکھتا تو اپنے کپڑے اتار کر اسے دے دیتا، اس حال میں گھر واپس آتا تو ڈانٹ ڈپٹ اور سوتیلے باپ کی مار کے لئے تیار ہو کر آتا حتیٰ کہ گھر والوں نے اس سے پوچھنا ہی چھوڑ دیا تھا کہ اس کے کپڑے کہاں گئے؟۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یقیناً صاحب زادے کا کسی غریب لڑکے کو دیکھ کر دل پسینہ ہو گیا ہوگا۔ اور کپڑے اس کے نذر کر آئے ہوں گے۔ وہ اپنی اور فطرت کے ہاتھوں مجبور تھا۔ وہ تو ماں کے پیٹ ہی سے دلیر پیدا ہوا تھا۔ گھر والوں کی مار پیٹ اس کی فطرت تبدیل نہیں کر سکتی تھی۔“

بچپن میں صدام حسین کا سب سے من پسند مشغلہ گھڑ سواری تھی۔ وہ اپنے کھیتوں میں گھنٹوں گھڑ سواری کرتا۔ اسے اپنے گھوڑوں سے بے حد انس اور پیار تھا۔ اپنے گھوڑوں میں سے ایک تیز رفتار اور خوبصورت عربی گھوڑے سے اس کا لگاؤ بے حد جذباتی ہو گیا تھا، ننھا صدام اس وقت پانچویں جماعت کا طالب علم تھا ایک دن وہ مدرسے میں پڑھ رہا تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ اس کا پیارا گھوڑا مر گیا ہے صدام پر تو جیسے سکتہ طاری ہو گیا اور وہ بے تاب ہو کر گھر کی طرف دوڑا۔ جب اس نے اپنی آنکھوں سے گھوڑے کی موت کا یقین کر لیا تو وہ ذہنی صدمے کا شکار ہو گیا اور سسکیاں بھر کر رونے لگا اس نے گھوڑے کے مرنے کا اس قدر صدمہ لیا کہ اس کا ایک ہاتھ شل ہو گیا۔ اسے ڈاکٹر کے پاس لے جایا گیا اور وہ صدمے کی اس کر بناک حالت میں دس دن مبتلا رہا۔ مدت تک اس ہاتھ کا گھروالے علاج کراتے رہے اور بڑی مشکلوں سے اس کے ہاتھ میں خون نے دوبارہ گردش شروع کی۔

تکریت کے غریب کسان اپنی زندگی بڑی مشکل سے گزار رہے تھے۔ وہ اپنے بچوں کو تعلیم دلوانے کی بجائے اپنے ساتھ کام پر لگا لیتے تھے اور یوں بچے اوائل عمری ہی سے کھیتی باڑی میں جٹ جاتے اور قبر میں جانے تک جفاکشی کی زندگی گزارتے۔ اس کی وجہ ایک تو غربت تھی، وسائل نہ ہونے کے برابر تھے۔ دوسرے تعلیمی اداروں کا نہ ہونا تھا۔

جب صدام حسین نے بچپن سے لڑکپن میں قدم رکھا تو اس کے چچا نے اسے کھیتی باڑی کی طرف لگانا چاہا۔ اس کے گھر والے اسے تعلیم دلوانے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ”صدام بھی انہیں ہی کی طرح زندگی گزارنے پھر وہ یتیم بھی تھا۔ قریب تھا کہ صدام گمنامی کی اس راہ پر چل نکلتا جس پر اس کا خاندان اسے چلانا چاہتا تھا کہ اس کے سوتیلے باپ کے گھر اس کا ایک مہمان آیا۔ جس کے ساتھ ایک لڑکا بھی تھا۔ بڑے جب باتوں میں مصروف ہو گئے تو ان کی گفتگو سے بے نیاز صدام مہمان لڑکے کے ساتھ گھر سے باہر نکل کر باتیں کرنے لگا۔ گپ شپ کے دوران ہی مہمان لڑکے نے صدام کو بتایا کہ وہ ایک طالب علم ہے اور باقاعدگی سے سکول جاتا ہے۔ پھر اس نے زمین پر اپنی انگلی سے اپنا نام لکھ کر دکھایا اور حروف حجبی بھی لکھ کر دکھائے۔

یہ دیکھ کر ۱۰ سالہ صدام حسین بے حد متاثر ہوا۔ وہ دیر تک دور آفاق کو گھورتا رہا اور پھر ایک فیصلہ کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔ کہ وہ بھی سکول جائے گا۔ گھر آ کر اس نے اپنی والدہ سے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ والدہ دل سے چاہتی تھیں کہ ان کا بیٹا بھی تعلیم حاصل کرے۔ مگر وہ جانتی تھیں کہ گھر کے حالات اس بات کی اجازت نہیں دیتے لہذا انہوں نے صدام کو حوصلہ دینے کی بجائے حوصلہ شکنی کی پھر صدام نے اپنی خواہش اپنے چچا (سوتیلے باپ) کو بتائی تو انہوں نے سختی سے انکار کر دیا اور اسے کھیتوں میں چل کر کام کرنے کو کہا۔ اگر صدام پیدائشی ذہین اور دلیر نہ ہوتا تو یقیناً وہ ایک جفاکش مگر گمنام کسان کی زندگی گزار رہا ہوتا مگر خدا کو انہیں تعلیم دلانا منظور تھا۔ صدام حسین اپنی ضد پر اڑا رہا جب وہ گھر والوں سے بالکل مایوس ہو گیا تو پھر اس نے گھر والوں سے کہا کہ اسے اس کے ماموں خیر اللہ کے گھر بھجوا دیا جائے اسے امید تھی کہ ماموں خیر اللہ یقیناً اس کی خواہش کا احترام کریں گے۔ مگر ان کی مالی حالت بھی بہت تپلی تھی۔ وہ اپنے بچوں کا پیٹ بہت مشکل سے پالتے تھے۔ لہذا وہاں سے بھی صاف جواب آ گیا۔ صدام حسین کے سر پر ان دنوں صرف ایک ہی دھن سوار تھی کہ کسی طرح سکول جائے اور زیور تعلیم سے آراستہ ہو۔ آخر سوچ سوچ کر اس نے ایک فیصلہ کیا۔



صدام حسین اپنی بیٹی کے ہمراہ



ایک رات صدام حسین اپنے بستر سے نکلا۔ اپنا مختصر سا سامان اکٹھا کیا اور اسے باندھ کر چپکے سے گھر سے نکل پڑا۔ اس کا رخ اپنے ماموں خیر اللہ کے گھر کی طرف تھا۔ وہ تیزی سے قدم اٹھا رہا تھا۔ کیونکہ اس کے ماموں کا گھر دو گھنٹے کی پیدل مسافت پر تھا۔ اور یوں وہ علی الصبح اپنے ماموں کے گھر پہنچ گیا۔ دروازے پر دستک دی۔ ماموں نے دروازہ کھولا تو صبح سویرے بھانجے کو دیکھ ششدر رہ گیا۔ صدام کے پاؤں مٹی سے اٹے ہوئے تھے۔ چہرے پر تھکاوٹ کے آثار نے ماموں کے دل کو تڑپا دیا۔

اب ماموں خیر اللہ میں انکار کی ہمت نہ رہی اور یوں صدام سکول داخل ہو گیا۔ صدام حسین کو بچپن اور لڑکپن میں جو ماحول ملا اس میں انگریز سامراج کے خلاف باتیں ہوا کرتی تھیں کہ یہ سفید چمڑی والے کس طرح تاجروں کے بھیس میں ڈاکہ ڈالنے آئے اور خلیجی ممالک پر قابض ہو گئے۔ وہ اپنے خاندان کے بزرگوں سے ترکوں کے بارے میں بھی بہت کچھ سنا کرتے تھے۔ کہ کس طرح ترکوں نے ان کے خاندان کے بعض بزرگوں کو قتل کر دیا تھا۔ کیونکہ وہ ترکوں کے خلاف تھے۔ ان کے خاندان نے ترکوں کے خلاف مزاحمت بھی کی تھی اور کئی بار جنگ بھی ہوئی تھی۔ یہ باتیں سنتے سنتے صدام حسین کے دل میں انگریز اور ترکوں کے خلاف نفرت پیدا ہو گئی۔ دونوں کے خلاف اس کا خون کھولتا رہتا اور وہ اپنے تئیں دونوں سے انتقام لینے کے لئے بے بس پاتا۔ بچپن ہی میں اس کے خمیر میں ظلم کے خلاف نفرت بھر گئی۔ اس کے بزرگ اسے بتایا کرتے تھے۔ کہ ترکوں نے ان کے بہت سے اجداد کو قتل کر دیا تھا۔ ان کے گھروں کو جلایا اور ان کے مظالم سے تنگ آ کر اس کے خاندان والوں نے پہاڑوں میں پناہ لی تھی۔

صدام حسین نے ثانوی تعلیم بغداد کے ایک سکول سے حاصل کی ان دنوں بین الاقوامی سطح پر حالات تبدیل ہو رہے تھے۔ برطانوی اور فرانسیسی سامراجیت کی زنجیریں یکے بعد دیگرے ٹوٹ رہی تھیں۔ نہ صرف ہندوستان میں برطانوی سامراجیوں کے دن گنے جا چکے تھے اور تاجروں کے بھیس میں ہندوستان کو لوٹنے والے ڈاکو بوریابستر باندھ رہے تھے بلکہ عرب ممالک میں بھی آزادی کی تحریکیں انگڑائی لے رہی تھیں آزادی کی

تحرار یک زوروں پر تھیں استعماریت کی کڑیاں ایک ایک کر کے ٹوٹ رہی تھیں عربوں میں زندگی مگر آزادی کے ساتھ گزارنے کا جذبہ غیرت عود کر آیا تھا۔ اس ماحول نے ہر کسی کو متاثر کیا ہوا تھا۔ تکریت کے مقابلے میں بغداد ایک بڑا شہر تھا۔ لہذا فطری طور پر صدام حسین ان حالات کی طرف فوری طور پر متوجہ ہوئے اور انہوں نے تعلیم کے ساتھ ساتھ حالات و واقعات کا بھی مطالعہ شروع کر دیا۔ ان کے اندر کچھ کر گزرنے کا جذبہ عروج کو پہنچ گیا جن دنوں وہ بغداد میں ہوئی سکول کے طالب علم تھے عراق میں دو بڑی پارٹیاں عوام میں بے پناہ مقبول تھیں۔ یہ دونوں سوشلسٹ پارٹی اور بعث پارٹی تھیں۔ صدام حسین زمانہ طالب علمی ہی میں بعث پارٹی میں شامل ہو گئے۔ جو ملک میں قائم آمریت اور ڈکٹیٹر شپ کا جاننداری سے مقابلہ کر رہی تھی۔ ان دنوں سوشلسٹ پارٹی کی حکومت تھی۔ بدترین آمریت کا دور دورہ تھا۔ عوام کے تمام بنیادی حقوق سلب تھے اور عراقی غلاموں سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور تھے۔ جمہوریت کا نام نشان نہ تھا اور عوام کو اف کرنے کی اجازت بھی نہ تھی۔ اس کے مقابلے میں بعث پارٹی جمہوریت اور عوام کو بنیادی حقوق دینے کی بات کرتی تھی۔ صدام حسین چونکہ بچپن ہی سے جمہوریت پسند اور حریت فکر کے دلدادہ واقع ہوئے تھے۔ اس لئے انہوں نے بعث پارٹی میں شامل ہونے کو ترجیح دی۔ تاکہ وہ ملک کو آمریت سے نجات دلانے کی جدوجہد میں شریک ہو سکیں۔ بعث پارٹی اس وقت پوری عرب دنیا کو ایک پرچم تلے متحد ہونے کا نعرہ لگا رہی تھی۔ سوشلسٹ پارٹی کی طرف سے عبدالکریم قاسم عراق کا حاکم تھا۔

حکمران سوشلسٹ پارٹی کے مقابلے میں بعث پارٹی عوام میں زیادہ مقبول ہو رہی تھی۔ کیونکہ عراقی عوام بعث پارٹی کو اپنا نجات دہندہ تصور کرتے تھے۔ حکمران پارٹی بعث پارٹی کو کچلنے کے لئے ہر حربہ استعمال کر رہی تھی۔ انہی دنوں کرکوک شہر میں حکمران پارٹی نے عوام پر بے پناہ ظلم و تشدد کیا۔ جس سے بغداد کے عوام کو ہلا کو خان کی یاد تازہ ہو گئی۔ کرکوک میں ظلم و تشدد کے اس واقعہ کو بغداد کے عوام بالکل اسی طرح کبھی نہیں بھول سکتے جیسے امرتسر کے لوگ جلیانوالہ باغ کے ظالمانہ واقعہ کو کبھی نہ بھول سکیں گے۔ حقیقت یہ

ہے کہ کرکوک کے واقعہ سے عراق کے آمر عبدالکریم قاسم کا زوال شروع ہو گیا۔ اس دوران عبدالکریم قاسم کے قریبی دوست سعدون ناصر کا تکریت میں قتل ہو گیا حکمران سوشلسٹ پارٹی نے اس قتل کا ذمہ دار صدام حسین کو ٹھہرایا اس کی وجہ یہ تھی کہ زمانہ طالب علمی میں صدام حسین بعث پارٹی کے مشہور لیڈر بن چکے تھے اور پورے تکریت میں ان کی شہرت پھیل چکی تھی۔ چنانچہ حکومت نے انہیں سعدون ناصر کا قاتل قرار دے کر گرفتار کر لیا۔

صدام حسین کو سعدون ناصر کے قتل میں ملوث کر کے جیل بھیج دیا گیا اور پھر عراق میں بعثوں کی شامت آگئی۔ اس کے کارکنوں پر بے پناہ ظلم و تشدد ہونے لگا حتیٰ کہ صورت حال یہ بن گئی کہ بعثوں کے لئے امن اور سلامتی کی جگہ صرف جیلیں ہی رہ گئیں۔ صدام حسین کو جیل میں اطلاع ملی کہ حکومت انہیں ہر صورت میں موت کے گھاٹ اتارنا چاہتی ہے لہذا ان کا مقدمہ نام نہاد خصوصی عدالت میں منتقل کر دیا گیا تاکہ حکومت اس عدالت کے ذریعے صدام حسین کو پھانسی کی سزا دے سکے اس اطلاع نے صدام حسین کو پریشان کر دیا چنانچہ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے مشورے کئے اور بہت سوچ بچار کے بعد انہوں نے جیل میں اپنے خاص دوستوں کو جیل سے فرار ہونے کے منصوبے سے آگاہ کیا۔ گرفتار ہو کر آنے والوں میں صدام حسین کے ماموں اور چچا بھی شامل تھے۔ صدام حسین کے منصوبے سے نوجوان بعثوں نے تو اتفاق کر لیا کہ وہ جیل توڑ کر فرار ہو جائیں گے۔ مگر بزرگوں نے اسے جذباتی سوچ قرار دے دیا اور فرار ہونے سے انکار کر دیا صدام حسین کے تمام رشتہ دار بھی جیل میں تھے اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ کسی کو پیچھے چھوڑ کر فرار ہوں ان کے جیل توڑنے سے ان کے ماموں اور چچا پر تشدد ہونے کا اندیشہ تھا۔ انہیں ڈرتھا کہ ان کے ایسا کرنے سے ان کے چچا اور ماموں پر فرد جرم عائد کر دی جائے گی۔ صدام حسین چھ ماہ جیل میں رہے۔ حکومت عدالت میں صدام حسین پر الزام ثابت نہ کر سکی جس کے بعد انہیں چھوڑ دیا گیا۔ جیل سے رہائی کے بعد وہ واپس اپنے گاؤں تکریت چلے آئے اور آئندہ کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا روزانہ رات کو تن تنہا نکلتے اور دیواروں پر بعث

پارٹی کے نعرے لکھ دیتے۔ صبح ہوتی تو لوگ دیواروں پر نعرے دیکھ کر حیران رہ جاتے اور سوچتے کہ وہ کون ہے جو روزانہ نعرے لکھ جاتا ہے صدام حسین اکیلے ہی دور دور کے علاقوں میں ساری ساری رات نعرے لکھتے رہتے۔

صدام جیل کی رہائی کے بعد ابھی اپنے گاؤں تکریت میں ہی تھے کہ ایک روز بعث پارٹی کا ایک آدمی انہیں آکر ملا اور مرکزی قیادت کا اہم پیغام انہیں پہنچایا۔ مرکزی قیادت نے انہیں فوری طور پر بغداد پہنچنے کی ہدایت کی تھی۔ صدام حسین پہلے ہی تیار بیٹھے تھے اور ویسے بھی ان کی پارٹی کی اعلیٰ سطح کی طرف سے طلبی پہلی دفعہ ہوئی تھی۔ لہذا وہ خوش بھی تھے وہ فوراً بغداد پہنچے اور ہدایت کے مطابق اپنی پارٹی کے ایک اہم عہدیدار عبدالخالق سامرائی کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ تھوڑی دیر بعد ایک اور پارٹی کارکن طاہر احمد آئے اور انہیں اپنے ساتھ مرکزی دفتر لے گئے۔ مرکزی دفتر میں انہیں ایک خفیہ مشن سونپا گیا۔ یہ مشن حکمران عبدالکریم قاسم کو ہلاک کرنا تھا۔ صدام حسین نے بلا تامل حامی بھری صدام حسین اس وقت تک ملٹری ٹریننگ حاصل کر چکے تھے۔ تاہم پھر بھی حکومت کے سربراہ کو ختم کرنے کا معاملہ تھا لہذا انہیں مزید ٹریننگ دی گئی اور وقت اور تاریخ سے انہیں آگاہ کر دیا گیا۔ انہیں عبدالکریم قاسم کے روزانہ اپنے گھر سے دفتر اور پھر دفتر سے اپنے گھر جانے کے اوقات اور راستے سے آگاہ کیا گیا۔ اس راستے پر صدام حسین اور ان کے ساتھیوں کے لئے ایک فلیٹ کرائے پر لیا گیا۔

اکتوبر ۱۹۵۹ء میں صدام حسین اپنے ساتھیوں سمیت بغداد کی مشہور شارع الرشید کے ایک بس سٹاپ پر مسلح کھڑے تھے۔ کیونکہ یہی وہ گزرگاہ تھی جہاں سے حکومت کا سربراہ روزانہ گزرتا تھا اس وقت تک پورا عراق عبدالکریم قاسم اور سوشلسٹ پارٹی کے مظالم پر بلبلا رہا تھا۔ ٹریفک معمول کے مطابق تھی لوگ اپنے کام کاج میں مصروف تھے۔ روز کی طرح اچانک ہوٹر کی آواز بلند ہوئی۔ عبدالکریم قاسم کی گاڑی اپنے حفاظتی دستے کے جلو میں آتی دکھائی دی جو نہی وہ بس سٹاپ کے قریب پہنچی صدام حسین اور ان کے ساتھیوں نے فائر کھول دیا کچھ دیر تک طرفہ فائر ہوتے رہے صدام حسین اور ان کے



ساتھیوں کو یقین ہو گیا کہ عبدالکریم قاسم اور اس کا حفاظتی دستہ اپنے انجام کو پہنچ گیا ہے لہذا وہ فرار ہونے کے لئے بھاگ کھڑے ہوئے۔ جونہی وہ بھاگنے کے لیے پلٹے حفاظتی دستے نے فائر کھول دیا اور ایک گولی صدام حسین کی پنڈلی میں گھس گئی ان کے ایک اور ساتھی کو بھی گولی لگی جو درد سے کرا رہا تھا۔ صدام حسین نے اس موقع پر ہونیوالی بھگدڑ سے فائدہ اٹھایا اور حملے کے بعد مقررہ جگہ پر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ جہاں ایک گاڑی کھڑی ان کا انتظار کر رہی تھی۔ جونہی وہ گاڑی میں بیٹھے وہ فرار کے لئے بھرتی خفیہ ٹھکانے کی طرف روانہ ہو گئی پیچھا کرنے والی پولیس گاڑی کے دھوئیں تک بھی نہ پہنچ سکی۔ فوراً ہی بغداد میں کرفیو لگا دیا گیا اور صدام حسین کی تلاش شروع ہو گئی ہوٹلوں، دوکانوں اور مکانوں پر چھاپے مارے گئے مگر حکومت خفیہ ٹھکانے کو تلاش کرنے میں ناکام رہی۔

گولی صدام کے لئے بے حد تکلیف کا باعث بن رہی تھی۔ اس کا فوری طور پر نکالنا ضروری تھا ورنہ ان کی جان کو خطرہ تھا کہ اس کا زہر پورے جسم میں پھیل جائے گا۔ لیکن شہر میں کرفیو تھا۔ حکومت کے کارندے انہیں کھوج رہے تھے ڈاکٹر کا آنا ناممکن تھا اور نہ وہ خود ڈاکٹر کے پاس جاسکتے تھے لہذا انتہائی باحوصلہ اور مضبوط اعصاب کے مالک صدام حسین نے فیصلہ کیا کہ وہ خود ہی اپنی ٹانگ کا آپریشن کریں گے۔ ان کے ساتھی ان کا یہ فیصلہ سن کر دنگ رہ گئے اور انہیں ایسا کرنے سے منع کیا مگر ارادے کے پکے صدام حسین نے قینچی پکڑی اور ٹانگ کا گوشت کاٹنا شروع کر دیا وہ بے حد تکلیف میں تھے۔ کرب ان کے چہرے سے عیاں تھا انہوں نے کمال ہمت سے کام لیا اور قینچی سے گوشت کاٹ کر ٹانگ سے گولی نکال دی۔ خون کے فوارے بہ رہے تھے مگر انہوں نے کسی بات کی پروا نہ کی اور گولی نکالنے کے بعد کپڑا جلا کر زخم میں بھر دیا ابھی تک انہیں معلوم نہیں تھا کہ عبدالکریم قاسم بچ نکلا ہے۔ جونہی کرفیو کی پابندیاں نرم ہوئیں وہ خفیہ ٹھکانے سے نکلے اور اپنے ماموں خیر اللہ کے گھر پہنچے۔ جہاں سے انہیں اپنے مشن کی ناکامی کی اطلاع ملی۔ ان کے ماموں کو علم ہو چکا تھا کہ یہ مشن صدام حسین کے حوالے کیا گیا تھا۔ گھر میں داخل ہوتے ہی انہوں نے اپنے ماموں سے درخواست کی کہ انہیں درد کم کرنے کا



انجیکشن لگوا دیں۔

صدام حسین اس وقت ہائی سکول میں آخری کلاس کے طالب علم تھے۔ اب مسئلہ یہ درپیش تھا کہ انہیں اگلے روز سکول حاضر ہونا تھا اور ان کی ٹانگ شدید زخمی تھی اور ضرورت اس بات کی تھی کہ اس زخم کا کسی کو پتہ نہ چلے۔ اگلے روز صدام حسین نے اپنی کتابیں اٹھائیں اور قدرے نارل چال چلنے کی کوشش کرتے ہوئے سکول پہنچ گئے۔

سکول سے واپسی پر صدام حسین سکول کے گیٹ سے نکل رہے تھے انہیں اطلاع ملی کہ حکومت نے ان کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا ہے اور اب انہیں تلاش کر رہی ہے انہوں نے فوری طور پر اپنے ماموں کو اس بات کی اطلاع دی اور خود ایک دوست کے گھر میں چھپ گئے۔ پولیس نے ان کے ماموں خیر اللہ کے گھر پر چھاپہ مارا مگر صدام وہاں نہیں تھے حالات بہت نازک صورت اختیار کر گئے تھے صدام حسین نے ملک سے فرار ہونے کا منصوبہ بنایا۔ انہوں نے فوری طور پر بھیس بدلا پتلون اور بوٹس اتار کر انہوں نے کسانوں کا لباس پہن لیا۔ اپنے دوست سے پھٹا پرانا جبہ حاصل کیا۔ ایک مزدور اور دیہاتی کسان کے روپ میں وہ بغداد سے نکلے اور اپنے گاؤں ”تکریت“ کا رخ کیا بس میں سوار ہوئے اور ”تکریت“ سے پہلے ایک قصبے میں اتر گئے۔ زخم کی وجہ سے پیدل چلنا ان کے بس میں نہیں تھا گھر جلد از جلد پہنچنا بہت ضروری تھا اور گھر ابھی بہت دور تھا ان کے پاس معقول رقم تھی۔ صدام نے فوری طور پر ایک گھوڑا خریدا اور کچھ کھجوریں ساتھ لیں دو راتیں اور ایک دن کے سفر کے بعد وہ اپنے گاؤں پہنچے۔ سخت سردی کا موسم تھا راستے میں دیگر سفری صعوبتوں کے علاوہ پکڑے جانے کا بھی ڈر تھا۔ گاؤں کے نزدیک پہنچے تو انہوں نے سوچا کہ گھر جانے سے پہلے اپنے سوتیلے بھائی اور دوست ادھام سے ملنا چاہیے۔ جو کہ گاؤں سے باہر پرائمری اسکول میں چوکیدار تھا۔ رات کے پچھلے پہر صدام حسین نے سکول کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ ادھام نے دروازہ کھولا اور سامنے اپنے بھائی صدام حسین کو پا کر فرط جذبات میں ان سے لپٹ گئے اور انہیں چومنا شروع کر دیا صدام حسین نے ساری صورتحال اپنے چوکیدار بھائی ادھام کے سامنے رکھی۔ ادھام نے صدام حسین کا

حوصلہ بڑھایا اور ان کی ہر طرح مذکور کرنے کا ارادہ کیا۔ صبح تک صدام حسین سکول میں سوئے رہے۔ پھر دونوں بھائی گاؤں میں گئے ان کی والدہ اور سوتیلے باپ کو ابھی تک صورتحال کا علم نہ تھا۔ جب انہیں ساری رام کہانی سنائی گئی تو ان کی والدہ پریشان ہو کر رونے لگیں البتہ ان کے چچا (سوتیلے باپ) نے ان کی حفاظت کا فوری بندوبست شروع کر دیا اور انہیں ایک خفیہ پناہ گاہ میں چھپا دیا۔ پولیس صدام حسین کا پیچھا کرتے کرتے ان کے گاؤں تکریت تک آ پہنچی۔ ان کے گھر پر چھاپہ مارا گیا۔ مگر ناکامی ہوئی۔ پولیس ناکام واپس پلٹی تو ان کے چچا نے ایک جیپ کا انتظام کیا صدام حسین کے مقامی بھٹی ساتھیوں کو بھی خفیہ پناہ گاہ میں بلا لیا گیا اور طے پایا کہ بھیس بدل کر وہ ترکی روانہ ہو جائیں گے۔ عراق سے ترکی جانے کے لئے وسیع صحرا عبور کرنا تھا لہذا ایک ساتھی کے ساتھ بدوؤں کے لباس میں صدام حسین ترکی کی طرف فرار ہو گئے۔

۱۹۴۰ء میں ۳ ماہ کے قیام کے بعد صدام مصر چلے گئے جو ان دنوں آزادی کی تحریک سے وابستہ کارکنوں کے لئے بہترین آماجگاہ تھی۔ مصر نے ان تمام سیاسی کارکنوں کے لئے اپنے ملک کے دروازے کھول دیئے تھے جو آزادی اور جمہوریت کے لئے کوشاں تھے۔ مصر میں صدام حسین نے تین سال قیام کیا۔ یہاں انہوں نے ایک فلیٹ لے لیا اور حصول تعلیم کا سلسلہ دوبارہ شروع کر دیا۔ گو مصر میں وہ اپنے بھٹی ساتھیوں کے ساتھ سیاسی سرگرمیوں میں پوری طرح سرگرم رہے۔ مگر یہ تین سال ان کے لئے قدرے آرام کے دن تھے۔

صدام حسین نے مصر میں شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ انہوں نے اپنے چچا الحاج ابراہیم کو خط لکھا کہ وہ اپنے ماموں خیر اللہ کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ لہذا وہ ان سے رشتے کی بات کریں۔ ان کے چچا نے صدام حسین کا خط ان کے ماموں کے حوالے کر دیا۔ الحاج خیر اللہ نے اپنی بیٹی ساجدہ کے لئے صدام حسین کا رشتہ خوش ہو کر منظور کر لیا اور فوری طور پر منگنی کی رسم ادا کر دی صدام حسین ابھی مصر کے ایک کالج میں زیر تعلیم تھے ایک دن وہ اپنے کمرے میں تھے کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ ان کے ساتھی کریم شیخلی نے فون

اٹھایا۔ دوسری طرف سے بولنے والے نے اطلاع دی کہ عراق میں انقلاب آ گیا ہے اور عبدالکریم قاسم کی حکومت کا تختہ الٹ گیا ہے صدام حسین اس اطلاع کے ملنے کے فوراً بعد بغداد روانہ ہو گئے۔ جب وہ بغداد پہنچے تو پارٹی کے لئے ان کی خدمات کے اعتراف میں انہیں اہم عہدے پر فائز کر دیا گیا۔ اسی دوران ان کی شادی بھی ہو گئی۔ کچھ عرصہ بعد بعث پارٹی میں اختلافات پیدا ہونا شروع ہو گئے۔ صدام حسین حزب مخالف میں تھے ان کا ستارہ پھر سے گردش میں آ گیا پہلے وہ سوشلسٹ پارٹی کے ہاتھوں معتوب تھے تو اب وہ اپنوں کے ہاتھوں پٹ رہے تھے۔ صدام حسین کو اب اپنی ہی پارٹی کے عبدالسلام عارف کے خلاف مورچہ لگانا پڑ گیا۔ پارٹی میں صورتحال یہ تھی کہ ایک طرف عبدالسلام عارف تھا تو دوسری طرف صدام حسین۔ چنانچہ صدام حسین اور ان کے ساتھی کریم شیخلی نے منصوبہ بنایا کہ عبدالسلام عارف کے محل پر دستی بموں سے حملہ کر دیا جائے۔ گو صدام حسین کا گروپ بہت منظم تھا۔ مگر ان کی بد قسمتی کہ حملے سے عین ایک روز قبل سازش پکڑی گئی۔

صدام حسین پھر روپوش ہو گئے۔ مرکزی قیادت نے انہیں بغداد چھوڑنے اور شام آنے کا مشورہ دیا۔ مگر صدام حسین نے انکار کر دیا اور کہا کہ وہ اپنی جدوجہد بغداد میں رہ کر ہی جاری رکھیں گے اور اپنے ساتھیوں کو جیل میں چھوڑ کر شام نہیں آؤں گا۔ میں انہیں رہا کراؤں گا اور اپنا مشن مکمل کروں گا۔ صدام حسین کو پکڑنے کے لئے بغداد کا کونہ کونہ چھان مارا گیا اور صدام گرفتار ہو گئے۔

گرفتاری کے بعد صدام حسین کو سیکورٹی آفیسر رشید محسن کے سامنے پیش کیا گیا۔ جس کے چہرے پر صدام کو دیکھتے ہی فاتحانہ مسکراہٹ دوڑ گئی

رشید..... سناؤ کیا حال ہے؟۔

صدام..... نفرت بھری نگاہوں سے گھورا اور کوئی جواب نہ دیا۔

رشید..... ذرا بتاؤ تو کیا ارادے ہیں تمہارے۔

صدام..... لگام دو اپنی زبان کو۔ تم لٹے بھی لٹک جاؤ تو میری زبان سے ایک لفظ بھی نہیں اگلا سکو گے۔



صدام حسین اپنی بیٹی کے ساتھ کھیلتے ہوئے۔

رشید..... (تشدد کی دھمکی دیتے ہوئے) اپنے ساتھیوں سے پوچھوان کا ہم نے کیا حشر کیا ہے اور وہ سب کچھ اگل چکے ہیں۔

صدام..... مگر میرے منہ سے تم ایک لفظ بھی نہ سن سکو گے حتیٰ کہ تم مجھ سے میرا نام پوچھو تو میں تمہیں وہ بھی نہ بتاؤں گا۔

رشید..... لاؤ اس کے ساتھی کریم شیخلی کو اس کے سامنے تاکہ اس کا دماغ درست ہو سکے۔

(کریم شیخلی سامنے آئے اس کے چہرے پر تشدد کے آثار نمایاں تھے صدام حسین نے اپنے ساتھی سے کچھ دیر گفتگو کی۔)

رشید..... اب بتاؤ تمہارا کیا ارادہ ہے؟

صدام..... وہی جو پہلے تھا۔

رشید محسن..... (غصے میں) لے جاؤ اسے۔ اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر تنگ وتاریک کوٹھڑی میں بند کرو۔

صدام حسین کو زنجیریں پہنا دی گئیں۔ ان کے ہاتھ پیچھے کی طرف باندھے گئے۔ ان پر سات دن تک اس حالت میں تشدد کیا گیا مگر انہوں نے ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالا۔

جیل کے حکام جب صدام حسین سے ایک بھی لفظ نہ اگلا سکے تو رپورٹ اعلیٰ حکام کو دی چنانچہ اعلیٰ افسران پر مشتمل ایک انکوائری ٹیم کے سامنے پیش کیا گیا ٹیم کے ارکان نے پوچھا کیا تم انقلاب لانے کی تیاری کر رہے تھے تو صدام حسین نے جواب دیا ہاں..... چنانچہ انہیں دوبارہ جیل میں بند کر دیا گیا اور پہلے سے زیادہ تشدد شروع ہو گیا جیل کے دوران ہی صدام حسین سے ملاقات پر بھی پابندی تھی باہر سے کوئی چیز ان تک نہیں آسکتی تھی صدام نے جیل میں بھی اپنے ساتھیوں کی قیادت سنبھال لی اور بھوک ہڑتال کا اعلان کر دیا چنانچہ مجبور ہو کر حکام کو مراعات دینا پڑیں اور ان سے ملاقات پر پابندی اٹھالی گئی صدام نے منصوبہ کے تحت باہر سے ایسا سامان منگوا یا جو انہیں جیل سے



فرار ہونے میں مدد دے سکتا تھا مگر اس دوران ایسے حالات پیدا ہوئے کہ انہیں اس سامان کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی کیونکہ ان کی گرفتاری کے خلاف ملک بھر میں شدید مظاہرے شروع ہو چکے تھے اور امید پیدا ہو گئی تھی کہ حکومت انہیں رہا کرنے پر مجبور ہو جائے گی اس موقع پر انہیں ایک اور آزمائش سے واسطہ پڑا صدام سے ملاقات کے لئے ان کی بیوی ساجدہ اکیلی نہیں آتی تھی بلکہ ان کا شیرخوار بچہ عدی بھی ساتھ تھا ایک مرتبہ صدام نے دیکھا کہ ساجدہ بہت پریشان دکھائی دے رہی ہے صدام نے وجہ پوچھی تو بیوی نے ٹالنا چاہا مگر صدام کے اصرار پر اس نے بتایا کہ وہ جس مکان میں کرائے پر رہائش پذیر تھے اس کے مالک نے ہمارا سامان اٹھا کر بارہ پھینک دیا ہے اور کہا ہے میں تمہیں اپنے مکان میں رکھنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا کیونکہ تم معتوب لوگوں میں شامل ہو اور میں نہیں چاہتا کہ بلا وجہ میں تمہاری وجہ سے مصیبت میں پھنسون۔ صدام حسین کی بیوی اپنے باپ کے گھر منتقل ہو گئی۔

پورے عراق میں مظاہرے شدت سے جاری تھے صدام اور ان کے دو ساتھیوں کے علاوہ باقی تمام افراد کو رہا کیا جا چکا تھا صدام نے ساتھیوں سمیت جیل سے بھاگنے کا پروگرام بنایا مگر نگرانی بہت سخت تھی۔

ایک روز جب انہیں اور ان کے دو ساتھیوں کو تفتیش کے لئے عدالت میں لے جایا جا رہا تھا تو انہوں نے اپنے ساتھ جانے والے سپاہیوں سے کہا کہ وہ ہوٹل سے کھانا کھانا چاہتے ہیں اور یہ کہ وہ سپاہیوں کو بھی لंच کروائیں گے پہلے سے طے تھا کہ راستے میں آنے والے ہوٹل کے پاس ان کا ساتھی سعدون شا کر گاڑی لے کر ان کا انتظار کرے گا صدام اور ان کے ساتھی طے شدہ منصوبے کے تحت ہوٹل میں پہلے داخل ہوئے اور دوسرے دروازے سے نکل گئے جب تک پولیس والے کوئی کارروائی کرتے وہ گاڑی میں بیٹھ کر فرار ہو چکے تھے پولیس کے دونوں افراد حیرانی و پریشانی کی تصویر بنے انہیں دیکھتے رہ گئے۔

فرار ہونے کے بعد صدام نے اپنی پارٹی کو منظم کرنا شروع کیا باعث پارٹی کے اکثر ارکان ان کے حامی تھے صدام کی لابی روز بروز مضبوط اور ان کے مخالفین کمزور ہوتے



چلے گئے نئے انتخابات میں صدام حسین گروپ کے حامی منتخب ہوئے جس کے باعث شامی مندوب ناراض ہو گئے اور شامیوں نے ان نتائج کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ڈیڑھ ماہ کا عرصہ بھی نہیں گزرا تھا کہ شام کے ریڈیو نے نو منتخب عہدیداران کو معزول کرنے کی خبر نشر کر دی جس کے بعد شام اور عراق کی بعث پارٹی ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئیں۔

صدام ابھی جیل میں ہی تھے کہ انہیں بعث پارٹی کی مرکزی کونسل کا رکن منتخب کر لیا گیا اس سے قبل وہ مرکزی کونسل کے رکن نہیں تھے بلکہ دیگر عہدوں پر فائز چلے آ رہے تھے رہا ہونے کے بعد انہوں نے اپنی پارٹی میں اختلافات دیکھے اور انہیں ختم کرانے کا عزم کر لیا عراق اور شام کی بعث پارٹی پہلے ایک ہی تھی مگر صدام نے دیکھا کہ ان کے درمیان اختلاف شدت اختیار کر چکا ہے۔ صدام نے اپنی پارٹی کو کمان کیا اور انقلاب کے لئے راستہ ہموار کیا بالآخر صدام حسین اس پوزیشن میں آ گئے کہ وہ مخالف پارٹی کا تختہ الٹ سکیں جولائی ۱۹۶۸ء کو صدام حسین کی سربراہی میں انقلاب برپا کر دیا گیا اور ان کا گروپ برسر اقتدار آ گیا۔

یوں صدام حسین ۱۹۶۸ء میں عراق کے قائد کی حیثیت سے ابھرے۔

صدام حسین اسرائیل کے سخت مخالف تھے۔ اور وہ اسرائیل کے اس وقت سے خلاف ہیں جب سے انہوں نے نوجوانی میں سیاسی جدوجہد کا آغاز کیا۔ وہ جب سیاسی تربیت حاصل کر رہے تھے فلسطین پر اسرائیلی مظالم کو دیکھ کر کڑھتے رہتے۔

بچپن سے ہی ان کے دل میں اسرائیل کے خلاف نفرت کے جذبات نے جنم لیا۔ نفرت کے یہ جذبات پروان چڑھتے رہے۔ وہ فلسطین کو اسرائیلی مظالم سے نجات دلانا چاہتے تھے وہ فلسطین کو آزاد دیکھنا چاہتے تھے۔

وہ عراق کی سوشلسٹ پارٹی کے بھی اسی لئے مخالف تھے کہ وہ آزادی اور حریت رائے کے خلاف ہے۔ اسی لئے انہوں نے بعث پارٹی میں شمولیت کی تھی۔

ایران عراق جنگ کے بعد صدر صدام حسین نے اپنے تمام تر وسائل اسرائیل کے خلاف استعمال کرنا چاہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے بغداد میں ۱۴ اگست ۱۹۹۰ء میں

بین الاقوامی اسلامی کانفرنس بلوائی جس میں دنیا کے ستر ملکوں کے ۷۰۰ نمائندوں نے شرکت کی۔

یہ کانفرنس مکمل طور پر اسرائیل کے خلاف تھی۔ اور امریکہ کی اس قرارداد کے رد عمل میں جوابی طور پر منعقد کی گئی تھی جس میں امریکہ نے کہا تھا کہ!

”القدس اسرائیل کا دارالحکومت ہے“

صدر صدام نے اپنی تقریر میں بتایا کہ امریکہ میں امریکی یہودیوں کی ایک کانفرنس ۱۰-۱۱-۱۲ جون ۱۹۹۰ء کو منعقد ہوئی اور اس میں بارہ سو سے زائد امریکی یہودی شریک ہوئے اور اسلام و مسلمانوں کے خلاف نہ صرف تقریریں ہوئیں بلکہ کانفرنس کے اختتام پر ایک انتہائی خطرناک اعلامیہ جاری ہوا۔ صدر صدام نے اس اعلامیے کے بعض اقتباسات حاضرین کو پڑھ کر سنائے اور اس کی فوٹو کاپیاں ممبران میں تقسیم کی گئیں۔

انہوں نے پڑھ کر سنایا کہ اس اعلامیے میں لکھا ہے ”صدام حسین اسرائیل کے لئے سب سے زیادہ خطرناک ہے اور دنیا میں سب سے زبردست ٹکراؤ جو تیسری عالمی جنگ کے مشابہ ہو سکتا ہے وہ مشرق وسطیٰ میں عرب اور اسرائیل کے درمیان ہوگا“۔

صدر صدام نے پر عزم ارادہ کے ساتھ کہا کہ ایسے وقت میں ہمارے جو ساتھی اسرائیل کے مقابلے میں نہ آئیں اور جہاد نہ کریں وہ ہم میں سے نہیں۔ صدام نے کہا کہ وہ اور تاریخ یہ بات نوٹ کر لے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے قدس کسی صورت میں اسرائیل کا دارالحکومت نہ بن سکے گا۔

ہم صیہونی طاقتوں کو یہ بات بباگ دہل بتلا دینا چاہتے ہیں کہ فلسطین غاصبوں کے پنجے میں ہے۔ انشاء اللہ فلسطین میں غصب شدہ حقوق کو واپس کرائیں گے اور قدس آزاد ہوگا۔ یہ ہمارا مقدس فریضہ ہے اور یہ ہمارے لئے عزت و شرف کا باعث اور اللہ کے نزدیک اعلیٰ درجات اور ثواب کا باعث ہوگا۔ صدام نے کہا عراق ہرگز اپنی ٹیکنالوجی اور سائنسی اصولوں پر مبنی جدوجہد کے راستے سے نہیں ہٹ سکتا جس پر وہ گامزن ہے۔ وہ اس راستے میں قدرت حاصل کر کے عرب اور عالم اسلام کا خادم بنے گا۔

انہوں نے کہا اگر ہم پر کسی نے کوئی حملہ یا زیادتی کی تو ہم اپنی پوری قوت کے ساتھ اس کا مقابلہ کریں گے اور ہم پورے اسلحہ کے ساتھ اس کو ختم کر دیں گے۔

عراق ہو یا کوئی عرب یا مسلمان ملک کسی ایک پر حملہ آوری یا زیادتی عراق پر حملہ آوری کے مساوی ہوگی اور ہم پوری جرأت سے اس کا مقابلہ کریں گے۔

صدام حسین کی پھانسی کے بعد عزت ابراہیم کو بعث پارٹی کا نیا صدر بنایا گیا ہے۔ بعث پارٹی اب بھی پورے عراق میں سرگرم ہے۔ خصوصاً سنی علاقوں میں اسے کافی عوامی حمایت حاصل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اب بعث پارٹی، صدام حسین کی فکر اور نظریے کو آگے لے کر چلے گی۔ بعث پارٹی کے بہت سے رہنما امریکہ کو مطلوب ہیں۔



باب نمبر 17

صدام حسین کا ایک نجی انٹرویو

سوال: عبدالکریم قاسم کے قتل کی کوشش میں ناکامی کے بعد آپ شام چلے گئے تھے مگر صرف ۳ ماہ بعد ہی قاہرہ منتقل ہو گئے تھے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

صدام حسین: اصل میں مرکزی قیادت مجھ سے مصر میں تنظیمی کام لینا چاہتی تھی اس لئے ان کی خواہش پر ہی میں مصر منتقل ہو گیا تھا۔

سوال: قاہرہ میں آپ کی زندگی کے متعلق لوگوں کو کچھ زیادہ معلوم نہیں۔ آپ کچھ بتانا چاہیں گے؟

صدام حسین: اس کی وجہ یہ تھی کہ مصر میں میری زندگی معمول کی زندگی تھی۔ میں ایک عام طالب علم تھا ایک عام سے گھر میں رہتا تھا۔ کالج جاتا اور واپس آ کر مطالعہ میں مصروف ہو جاتا۔ اور یا پھر قیادت کی طرف سے سوئی گئی ذمہ داری کو نبھاتا۔ میرا کام عموماً خفیہ تنظیم سے متعلق ہوتا۔

سوال: کیا آپ نے زیادہ تر وقت قاہرہ میں ہی گزارا یا دوسرے شہروں میں بھی رہے؟

صدام حسین: زیادہ تر میں قاہرہ میں ہی رہا البتہ بعض شہروں میں سرسری سا جانا ہوا۔ میری رہائش دریائے نیل کے کنارے پر واقع ایک مکان میں تھی۔ میں زیادہ تر وقت اس گھر میں گزارتا۔

سوال: کیا آپ کی کوئی خاص یادداشتیں ہیں؟

صدام حسین: ہم دتی کے ایک قہوہ خانہ میں جمع ہوتے تھے۔ مہینے کے آخر میں جب ہماری جیب جواب دے جاتی اور ہمارے پاس پیسے بہت کم رہ جاتے تو ہم عموماً مہینے کے آخری تین چار دنوں میں برابر کے پیسے ڈال کر ہلکا سا کھانا پکاتے اور اکٹھے بیٹھ کر کھاتے تھے۔ ایک دفعہ میں ام کلثوم کی محفل موسیقی میں بھی گیا تھا۔

سوال: کیا آپ نے کبھی سٹیج ڈرامہ دیکھا تھا؟

صدام حسین: ہاں ایک یاد مرتبہ اسکندریہ میں اور ایک مرتبہ قاہرہ میں۔

سوال: کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کا اپنی رفیقہ حیات کے ساتھ تعلق کیسا ہے؟

صدام حسین: جب میں چھوٹا سا تھا تو میری بیوی ساجدہ کو میرے ساتھ منسوب کر دیا گیا تھا۔ میری والدہ نے مجھے یہ بتا بھی دیا تھا۔ ۱۰ برس کی عمر میں میں نے پہلی دفعہ اپنی منگیتر کو دیکھا۔ اگرچہ مجھے پتہ تھا کہ وہ میری ہونے والی بیوی ہے مگر میں اس سے بات نہ کیا کرتا کیونکہ مجھے اس کی اجازت نہ تھی۔ بہر حال جب میں سن بلوغ کو پہنچا تو محبت کے جذبات میں اضافہ ہوتا گیا لیکن مجھے اس کے ساتھ اپنے جذبات کے اظہار کی اجازت نہیں تھی۔ میں نے باضابطہ طور پر پہلی دفعہ ساجدہ سے شادی کی رغبت کا اظہار اس وقت کیا جب میں قاہرہ میں طالب علم تھا۔ یہ ۱۹۶۱ء کی بات ہے۔

قاہرہ سے بغداد واپس آنے کے بعد ہم باقاعدہ طور پر شادی کے بندھن میں بندھ گئے۔

ہماری شادی کی تاریخ ۵ مئی ۱۹۶۳ء ہے۔

میرے ۵ بچے ہیں۔ ۳ بیٹیاں اور ۲ بیٹے مجھے بیٹیوں سے زیادہ پیار ہے۔ سب سے چھوٹی بچی سے تو مجھے شدید لگاؤ ہے حتیٰ کہ میں بعض اوقات اسے اپنے دفتر میں بھی ساتھ ہی لے آتا ہوں۔

سوال: کیا کبھی آپ کو یتیمی کا احساس نہیں ہوا تھا؟

صدام حسین: حقیقت ہے کہ میرے خاندان نے مجھے یتیمی کا احساس نہیں ہونے دیا۔ البتہ ظاہر ہے کہ والد زندہ ہوتے تو زندگی زیادہ بہتر گزرتی بہر حال کافی حد تک

میرے خاندان نے باپ کا خلاء پر رونا یا بالخصوص والدہ نے۔

سوال: کیا آپ اپنی والدہ سے ملاقات کے لئے جاتے رہتے ہیں؟  
 صدام حسین: ہاں یہ تو طبعی امر ہے۔ بعض اوقات میں چلا جاتا ہوں اور کبھی وہ میرے پاس آجاتی ہیں۔ لیکن وہ دیہات میں رہنے کو ہی ترجیح دیتی ہیں۔ یہاں ان کا زیادہ دل نہیں لگتا۔

سوال: آپ کا اپنے دوستوں سے رویہ کیا ہے؟

صدام حسین: میں اپنے دوستوں سے بے تکلف ہوں ہم ایک دوسرے سے مذاق کرتے ہیں۔ سنجیدہ بھی ہوتے ہیں اور اونچی آواز میں ہنستے بھی ہیں۔

سوال: کیا آپ کے اپنے گھر میں جمہوریت ہے اور گھر کی ریاست کا نظام جمہوری ہے؟  
 صدام حسین: میری بیوی اپنے گھر کے مسائل میں خود مختار ہے کچن فرنیچر کی ترتیب ڈیکوریشن وغیرہ میں میں اس کے معاملات میں مداخلت نہیں کرتا۔ البتہ جب کسی معاملے میں مشورے کی ضرورت ہو تو ہم آپس میں مشورہ کر لیتے ہیں۔

سوال: کیا آپ کی بیگم سیاسی امور میں مداخلت کرتی ہیں؟

صدام حسین: ہاں یہ اس کی تربیت کا حصہ ہے۔ وہ مجھے مشورے دیتی ہے اور میں خود بھی اپنے بچوں کے ساتھ ملکی معاملات میں مشورے کرتا رہتا ہوں تاکہ ان کی فکری صلاحیتیں اجاگر ہوں۔ میں انہیں یہ احساس نہیں ہونے دیتا کہ وہ کسی حکمران کے بیٹے ہیں بلکہ میرا رویہ ان کے ساتھ ہمیشہ باپ والا ہوتا ہے۔

اسی طرح میں اس امر کا بھی خیال رکھتا ہوں کہ ان کے اندر شاہانہ غرور و تکبر پیدا نہ ہونے پائے اور وہ خود کو عوام کا ایک حصہ سمجھیں۔ اگر انہیں گاڑی ڈرائیور اور ملازموں کی سہولت حاصل ہے تو اس لئے نہیں کہ وہ عام لوگوں سے ممتاز ہیں بلکہ جس طرح میری عوام میں سے دوسرے لوگوں کو یہ سہولتیں حاصل ہیں اسی طرح وہ بھی ان سہولتوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ میں اس بات کا پوری طرح خیال رکھتا ہوں کہ وہ اپنے آپ کو ممتاز اور عوام سے اعلیٰ و برتر نہ سمجھنا شروع کریں بلکہ عوام کا ایک حصہ ہی سمجھیں۔



میرے دونوں بیٹے عدی اور قصی ذہنی طور پر بعثی ہیں۔

سوال: عدی کی کتنی عمر ہے؟

صدام حسین: وہ ۱۸ جون ۱۹۹۱ء کو پورے ۳۷ سال کا ہو جائے گا۔

سوال: کیا آپ اپنے آبائی گھر جاتے رہتے ہیں؟

صدام حسین: ہاں! اکثر اور میں وہاں جانے میں فخر محسوس کرتا ہوں۔ میں اس دیہات میں اپنی یادداشتوں کو تازہ کرتا ہوں۔

سوال: محبت کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

صدام حسین: میں یہ تصور نہیں کر سکتا کہ کوئی شخص محبت کے بغیر زندہ رہ سکتا ہے۔ اپنی بیوی

سے محبت، بچوں سے محبت انسان اور انسانیت سے محبت یہ ہر بنی آدم کا لازمہ

ہے۔ البتہ میری محبت کا ایک وافر حصہ اپنی عوام کے لئے مخصوص ہے اور میری

محبت کی یہ کیفیت اپنے بچوں سے محبت سے بھی زیادہ گہری ہے۔

سوال: کیا آپ کبھی موت سے ڈرے ہیں؟

صدام حسین: میں موت سے نہیں ڈرتا کیونکہ میں کئی دفعہ موت کو بڑے قریب سے دیکھ چکا

ہوں۔ میرا اللہ پر ایمان ہے۔ میں مکمل مومن ہوں۔ ہم موت سے نہیں ڈرتے

البتہ موت کے بعد کے حالات سے ڈرتے ہیں۔



## باب 18

## صدام کی پھانسی پر عالمی رد عمل

عراق کے معزول صدر صدام حسین کی پھانسی پر عالمی رہنماؤں نے ملے جلے رد عمل کا اظہار کیا۔ یورپی یونین، روس، لیبیا، فلسطین میں حماس کی حکومت نے پھانسی کے عمل کی مخالفت جبکہ امریکہ، ایران، کویت، اسرائیل اور جاپان سمیت کئی ممالک نے عراق کے معزول صدر صدام حسین کو پھانسی دیے جانے کا خیر مقدم کیا۔

## لیبیا

لیبیا نے صدام حسین کی پھانسی پر ملک بھر میں تین روزہ سوگ منایا۔

## امریکی صدر جارج ڈبلیو بوش

”صدام کو ایک شفاف عدالتی کارروائی کے بعد موت کی سزا دے دی گئی۔ ان کے جاہلانہ اعمال کے خلاف یہ انصاف ہے۔ صدام حسین کی پھانسی ایک ایسے مشکل سال کے اختتام پر ہوئی ہے جس میں عراقیوں اور ہمارے فوجیوں نے بڑی مشکلات اٹھائی ہیں۔ انہیں (صدام کو) ان کے کیے کی سزا دینے کا مطلب عراق میں تشدد کا خاتمہ نہیں ہے لیکن یہ عراق کا جمہوریت کی طرف ایک اہم قدم ہے جس کے تحت وہ سکون اور استحکام

سے حکومت کر سکتے ہیں، اپنا دفاع کر سکتے ہیں اور دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکہ کے اتحادی بن سکتے ہیں۔

آگے کے لیے ابھی ساری قربانیاں اور مشکلات باقی ہیں۔ تاہم امریکی عوام کی سیکورٹی اسی میں مضمر ہے کہ عراق میں جمہوری اقدار اسی طرح فروغ پاتی رہیں۔“

## ویٹیکن (عیسائیوں کا مذہبی مرکز)

ویٹیکن نے صدام کی پھانسی کو ”افسوس ناک خبر“ قرار دیا۔ ویٹیکن کے ترجمان کا کہنا تھا کہ ان کی پھانسی سے انتقامی جذبات پیدا ہونے اور تشدد میں اضافے کا خدشہ ہے۔

## برطانوی خارجہ سیکرٹری مارگریٹ بیٹ

”صدام نے اپنے دور اقتدار میں جو کچھ کیا، عراق کی عدالت میں ان پر ان کے جرائم کے خلاف مقدمہ چلایا گیا اور اب انہیں ان کے کرتوتوں سزا مل گئی ہے۔ برطانیہ عدالتی فیصلے پر عمل درآمد کا خیر مقدم کرتا ہے۔

برطانیہ کی حکومت عراق سمیت دنیا کے کسی اور مقام پر موت کی سزا دیے جانے کی حمایت نہیں کرتی۔ ہم نے اس بارے میں عراقی حکومت کو واضح طور پر بتا دیا تھا۔ ہم ایک خود مختار ریاست کے طور پر ان کے فیصلے کا احترام کرتے ہیں۔“

## فرانس کی وزارت خارجہ

”فرانس تمام عراقیوں سے مستقبل کے بارے میں سوچنے، باہمی اتحاد، اتفاق اور قومی یکجہتی کے فروغ کی درخواست کرتا ہے۔ اب پہلے سے کہیں زیادہ پیش نظر یہی مقصد ہونا چاہیے کہ عراق مکمل خود مختاری اور اندرونی استحکام کی راہ پر گامزن ہو۔“



عراق میں امریکی سفیرز لے خلیل زادا عراق کے سابق وزیر اعظم ابراہیم جعفری کے ساتھ۔

## آسٹریلیا کے وزیر خارجہ الیگزینڈر ڈونر

”نہیں معلوم کہ کوئی موت کی سزا کے بارے میں کیا سوچتا ہے تاہم عراق کی حکومت موت کی سزا کے حوالے سے آسٹریلیا کے موقف سے آگاہ ہے۔ ہم خود مختار ریاست کی حیثیت سے عراقی حکومت کی اپنی حدود میں عوام کے خلاف جرائم پر اس قسم کے فیصلے کا احترام کرتے ہیں۔ صدام کو شفاف عدالتی کارروائی اور پھر اپیل کے بعد ہی ان کے کیے کی سزا دی گئی ہے۔“

## اٹلی کے وزیر اعظم رومانو پروڈی

اٹلی موت کی سزا کے خلاف ہے، چاہے وہ صدام حسین جیسا کوئی ڈرامائی کیس ہی کیوں نہ ہو۔ ہمارا اب بھی یہی کہنا ہے کہ موت کی سزا نہیں دی جانی چاہیے۔

## افغانستان

صدر حامد کرزئی نے صدام حسین کو پھانسی دیے جانے کے وقت پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ عید کا دن بدلے کا نہیں بلکہ خوشی کا موقع ہے۔

## ایران

عراق کے اہم پڑوسی اور موجودہ امریکی انتظامیہ کے مخالف ملک ایران نے صدام حسین کی سزائے موت کا خیر مقدم کیا۔ ایران کی وزارت خارجہ کے ترجمان محمد علی حسینی کا کہنا تھا کہ پھانسی کا عدالتی فیصلہ صدام کے ظلم کا نشانہ بننے والے ہزاروں ایرانی، عراقی اور کردوں کے لیے خوشی کا سبب بنا ہے۔ صدام دور میں عراق ایران جنگ آٹھ سال تک چلتی رہی جس میں لاکھوں افراد مارے گئے۔

## کویت

1990ء میں کویت پر چڑھائی کرنے والے صدام حسین کی پھانسی پر کویت میں کسی بھی جگہ افسوس کا اظہار نہیں کیا گیا۔ کویت کے اینگنگ وزیراعظم شیخ جابر المبارک کا کہنا تھا کہ صدام عراقی عوام اور ملت اسلامیہ کے دشمن تھے۔

## اسرائیل

امریکہ کے مضبوط اتحادی اسرائیل نے صدام کی پھانسی کے اقدام کو سراہا ہے۔ اسرائیلی حکام کے مطابق انصاف ہوا ہے۔

## روس

روس کی وزارت خارجہ نے ایک بیان میں صدام کی پھانسی پر گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ صدام کو معافی دینے کی بین الاقوامی درخواست کو رد کر دیا گیا۔

## فلسطین

حماس کی حکومت کا کہنا تھا کہ صدام ایک جنگی قیدی تھے۔ اور ان کی پھانسی ایک 'سیاسی قتل' ہے۔ اس معاملے میں بین الاقوامی قوانین کا مذاق اڑایا گیا ہے۔

## جرمنی

جرمنی کے وزیر خارجہ کا کہنا تھا کہ وہ صدام دور میں جبر کا نشانہ بننے والے افراد کے جذبات سمجھ سکتے ہیں تاہم ان کا ملک موت کی سزا کی مخالفت کرتا ہے۔



## جاپان

جاپان کے وزیر اعظم شیوا بے کا کہنا تھا کہ وہ عراق کے اس فیصلے کو احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ جاپان امید کرتا ہے کہ عراق میں استحکام کی کیفیت پیدا ہو جائے گی اور وہ بین الاقوامی برداری میں اپنا کردار ادا کرنا شروع کر دے گا۔

## رچرڈ ڈاکر، ہیومن رائٹس وائچ

عراقی حکومت کی انسانی حقوق کی پاسداری کا امتحان یہی ہے کہ وہ اپنے بدترین مخالفین سے کس قسم کا سلوک کرتی ہے۔ تاریخ خود ہی دجیل مقدمے اور اس بدترین پھانسی کی خامیوں کی نشاندہی کرے گی۔

ہمیں صدام سے کوئی ہمدردی نہیں ہے لیکن ہم یہ ضرور کہیں گے کہ ان کے ساتھ انصاف نہیں ہوا۔ صدام کی پھانسی سے عراق میں مزید عدم استحکام پیدا ہوگا۔ فرقہ وارانہ تشدد پڑھے گا اور ہمیں یقین ہے کہ صدام کی پھانسی عراق کو توڑنے کا امریکی منصوبہ

ہے۔



## باب نمبر 19

## عراق سٹڈی گروپ کی رپورٹ

سابق امریکی وزیر خارجہ جیمز بیکر کی سربراہی میں قائم کئے گئے ملک کی 10 سرکردہ شخصیات پر مشتمل ”عراق سٹڈی گروپ“ نے صدر بوش کو ایک رپورٹ پیش کی تھی۔ اس رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ عراق کے سکیورٹی معاملات عراقی حکومت کے سپرد کر کے وہاں سے جان چھڑانے کی کوشش کی جائے اور 18 ماہ کے اندر 2008 کے اوائل تک آہستہ آہستہ امریکی فوج کو وہاں سے نکال لیا جائے۔ گروپ کی رپورٹ کے مطابق چونکہ عراق میں جاری فرقہ وارانہ لڑائی کی وجہ سے صورتحال کافی سنگین ہو چکی ہے۔ امریکہ لا محدود مدت تک نہ تو اسے برداشت کر سکتا ہے اور نہ ہی وہاں نسلی و گروہی فسادات کا کوئی جادوئی حل ہے اس لئے ضروری ہے کہ امریکہ کے بنیادی مقاصد میں تبدیلی کی جائے۔ مسئلے کے حل کے لئے نئی بھرپور سفارتی کوششیں کی جائیں۔ امریکہ عراق میں تیل کا کنٹرول نہیں سنبھالنا چاہتا۔ جیمز بیکر نے اپنی پیش کردہ رپورٹ میں عراقی حکومت کے حوالے سے کہا ہے کہ اگر عراقی حکومت سکیورٹی معاملات سنبھالنے کے معیار پر پورا نہیں اترتی تو اس کی امداد بند کر دی جائے اور اس معاملے پر ایران اور شام سے براہ راست مذاکرات کئے جائیں۔ مزید برآں فلسطین تنازعہ کے حل کے لئے فوری پیش رفت کی جائے۔

### The Way Forward نامی اس رپورٹ میں 79 سفارشات شامل

کی گئی ہیں جن میں سٹڈی ٹور گروپ کی طرف سے یہ بھی اعلان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی امریکہ کو عراق سے نکالنے کی راہ دکھلائے گا اسے 25 بلین ڈالر دیئے جائیں گے۔ ہم عراق میں پھنس چکے ہیں۔ دریں اثنا صدر بش نے رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ اس کی ہر سفارش پر سنجیدگی سے غور کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ رپورٹ میں یقیناً بہت دلچسپ تجاویز شامل ہیں۔ ساڑھے تین سال قبل عراق جانا میرا فیصلہ تھا اب وہاں سے نکلنے کے بارے میں بھی سوچتا رہتا ہوں۔ ”واشنگٹن پوسٹ“ نے گروپ کے ارکان کی ملاقاتوں کے حوالے سے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ سٹڈی گروپ کے ارکان اس نتیجے پر پہنچ چکے ہیں کہ امریکہ عراق جنگ ہار چکا ہے اور امریکی کانگریس میں دونوں پارٹیوں کے اراکین پر مشتمل یہ سٹڈی گروپ مارچ میں قائم کیا گیا تھا۔ اس وقت عراق کے 18 میں سے صرف دو صوبوں پر عراقی حکومت کا کنٹرول ہے۔ ملکی فوج کی بھی 10 میں سے صرف دو ڈویژنیں وزیراعظم نوری المالکی کو جوابدہ ہیں۔ دوسری جانب عراقی حکومت اور اس کی اتحادی جماعتوں نے سٹڈی گروپ کی رپورٹ کو زیادتی قرار دے کر مسترد کر دیا ہے۔ وزیراعظم نوری المالکی کے مشیر باسم رومانے رپورٹ کے بارے میں رائے دیتے ہوئے کہا کہ اگر امریکہ نے عراقی حکومت کی مدد نہ کی تو سمجھا جائے گا کہ امریکہ جو کہتا ہے کرتا نہیں ہے۔

علاوہ ازیں امریکی جریدے ”ٹائم“ نے صدر بش کے بارے میں رائے دیتے ہوئے کہا ہے کہ امریکہ کے 43 ویں صدر بش یوٹرن لینے کے عادی ہیں۔ لیکن عراقی مسئلے پر انہوں نے یوٹرن لینے میں خاصی دیر کر دی ہے اور اس وقت امریکی حلقوں میں بحث و مباحثہ جاری ہے کہ صدر بش جیمز بیکر کمیشن کی سفارشات پر عمل کرتے ہوئے عنقریب اپنی خارجہ پالیسی میں بڑی تبدیلی لانے والے ہیں۔ تاہم کمیشن اس بات پر متفق ہے کہ ہمسایہ ملکوں ایران، شام، ترکی اور سعودی عرب کے تعاون کے بغیر عراق میں سنگین صورتحال پر قابو نہیں پایا جاسکتا۔ کیونکہ ان تمام ممالک کے سنی اور شیعہ گروہوں کے ساتھ مضبوط



صدیام حسین کی بیٹی (دائیں جانب) اپنی ایک دوست سے گلے لگ کر رو رہی ہیں۔

تعلقات ہیں۔ مذکورہ عراق سٹڈی گروپ نے دو تجاویز بھی پیش کی ہیں کہ اسرائیل اور فلسطین کے مابین مذاکرات کے علاوہ تہران اور دمشق کے ساتھ مذاکرات کیے جائیں۔ لیکن کمیشن کی حالیہ رپورٹ میں عراق سے امریکی فوجوں کے انخلاء کا کوئی وقت مقرر نہیں کیا گیا ہے۔ بغداد کو پیشکش کی گئی ہے کہ اگر عراق حکومت تشدد پر قابو پالے تو عراق سے مرحلہ وار انخلاء کا آغاز کر دیا جائے گا۔

علاوہ ازیں امریکی جریدے نے مزید لکھا ہے کہ صدر بش 21 ویں صدی کے نیشن کا کردار ادا کرنا چاہتے ہیں درحقیقت عراق کی بدترین صورتحال صدر بش کو دوسرے مشیروں کی بات سننے پر مجبور کر سکتی ہے اگرچہ صدر بش انخلاء کو مسترد بھی کر سکتے ہیں لیکن جیمز بیکر عراقی دلدل سے نکلنا چاہتے ہیں اور فوجوں کی واپسی کے ٹائم ٹیبل پر زیادہ زور دے رہے ہیں۔ مزید برآں جریدے ٹائم نے اپنی حالیہ اشاعت میں صدر بش کے حوالے سے تجزیہ پیش کیا ہے کہ صدر بش چالیس برس کی عمر میں شراب چھوڑنے کا فیصلہ کرنے سے پہلے بیدار ہوتے تو ان کا جسم نشے سے ٹوٹ رہا ہوتا تھا۔ ٹائن ایون کے آٹھ ماہ بعد انہیں ہوم لینڈ شکلوں میں سے کوئی شکل ایسی نہیں ملی ہے جس کا اپنا کردار ادا کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہو۔ امریکہ عراقیوں کو کسی بات پر مجبور نہیں کر سکتا۔ حقیقتاً امریکہ کے لئے امن و امان اور استحکام کے ساتھ عراقی دلدل سے بچ نکلنے کے سارے مواقع ختم ہو چکے ہیں۔ عراقی وزیراعظم نوری المالکی کے عراق میں تشدد کے خاتمہ کے لئے مرتب کردہ پلان کے بعد کوئی مثبت نتائج برآمد نہیں ہو سکے ہیں، البتہ 2005ء کے قومی انتخابات یہ ثابت کر چکے ہیں کہ عراقی عوام نسلی اور مسلکی اعتبار سے کئی حصوں بٹے ہوئے ہیں۔ مختلف مسلکی فرقوں سے تعلق رکھنے والے عراقیوں نے اپنے اپنے فرقہ کے امیدوار کو ووٹ دیا تھا۔ کسی نے بھی عراق کی حقیقی قومی جماعتوں کو ووٹ نہیں دیا۔ فی الواقع عراق کو خانہ جنگی، حکومت کے بکھراؤ اور حصے بخرے ہونے سے بچانے کے لئے ایک سال سے بھی کم عرصہ رہ گیا ہے سب سے ضروری شیعہ سنی فرقوں کا آپس میں اتحاد اور ملک کی دیگر اقلیتوں کا تحفظ ہے۔ تحقیقاتی جائزہ کے مطابق امریکہ عراقی پالیسی میں تبدیلی لانے کے لئے بہت سے

اقدامات کرنے تو جا رہا ہے لیکن ان اقدامات کے نتیجہ میں عراق میں فسادات بڑھنے کا خدشہ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ عراق ایک پُرخطر خطہ بن چکا ہے واشنگٹن کی جانب سے مسلط کردہ حل عراقیوں کے لئے کارگر ثابت نہیں ہو سکتا۔ دریں اثنا امریکی اخبار نیویارک ٹائمز نے صدر بش کے نیشنل سیورٹی ایڈوائزر سٹیفن ہیڈلے کا وزیراعظم نوری المالکی کے بارے میں تبصرہ شائع کیا ہے کہ عراقی وزیراعظم موجودہ حالات میں سیاسی طور پر تنہا ہو چکے ہیں۔ بے اختیار اور اپنے ملک کی بھاگ دوڑ سنبھالنے میں بری طرح ناکام ہوئے ہیں جب کہ امریکی ریاست ورجینا میں ری پبلکن کے نمائندے فرینک وولف نے گذشتہ سال عراقی دورے کے بعد امریکی خارجہ پالیسی پر تنقید کرتے ہوئے کہا تھا کہ عراق میں صدر کی پالیسی کی بجائے ایک نئی پالیسی لاگو کرنے کی ضرورت ہے۔ جب کہ امریکی وزیر خارجہ کونڈولیزا رائس نے کمیشن کے قیام پر ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا تھا۔ وہ ایک شرط پر کمیشن کی سفارشات ماننے پر تیار ہوئی تھیں کہ جیمز بیکر سٹڈی گروپ پیچھے کا نہیں بلکہ آگے کا راستہ متعین کرے گا۔ امریکی وزیر دفاع رابرٹ گئیس جنہیں امریکی دارالحکومت میں سب سے زیادہ متنازعہ شخص خیال کیا جاتا ہے، وزارت دفاع کا قلمدان سنبھالنے کے بعد ان سے کوئی زیادہ سخت سوال نہیں پوچھا گیا۔ حالانکہ 1991 میں جب سی آئی اے کے سربراہ بنے تو کئی ماہ اس کی پیشیاں ہوتی رہی تھیں اور سینکڑوں انتہائی سخت اور ذاتی قسم کے سوالات کا انہیں جواب دینا پڑتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ عراق میں فوج کی کمی نہیں بلکہ آرمی میرین کور میں اضافہ کیا جائے گا۔

ادھر اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل کا کہنا ہے کہ وہ عراق کو جنگ سے نہ بچا سکتے پر شرمندہ ہیں۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ عراق کی موجودہ صورتحال خانہ جنگی سے کہیں بدتر ہے۔ چنانچہ عراق کے حوالے سے سیاسی حل کے لئے امریکہ سنجیدگی سے غور کر رہا ہے جیسا کہ عراق سٹڈی گروپ رپورٹ میں حکمت عملی کی از سر نو تشکیل پر زور دیا گیا ہے اور وائٹ ہاوس میں امریکی صدر بش اور بااثر عراقی شیعہ اور سنی رہنماؤں کی ملاقاتوں کا سلسلہ جاری ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ امریکہ اب اپنی ساکھ بچانے کی فکر میں ہے۔ عالمی



مبصرین کو گزشتہ دنوں میں موجودہ عراقی پارلیمنٹ کی سب سے بڑی شیعہ جماعت ”سپریم کونسل فار اسلامک ریوولوشن ان عراق“ کے سربراہ عبدالعزیز حکیم اور امریکی صدر کی ملاقات نے ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ عبدالعزیز موجودہ عراق حکومت کے مخالف ہیں اور ان کے ایران کے ساتھ انتہائی قریبی تعلقات ہیں۔ بظاہر تو اس ملاقات کا مقصد عراقی حکومت کو مستحکم کرنا ہے مگر اندر کے حالات کا معاملہ کچھ اور ہے۔



## باب نمبر 20

## امریکہ کا اگلا شکار

صدام حسین کی بے پناہ جرأت اب محض تاریخ کی کتابوں کی زیست ہی نہیں رہے گی بلکہ اب تو صدام حسین اپنے خون سے عالم عرب میں ایک نئی تاریخ لکھیں گے اور مردہ صدام، زندہ صدام سے زیادہ خطرناک ثابت ہوں گے۔ کیونکہ صدام کے لہو کی ہر بوند اب آزادی کے وہ چراغ روشن کرے گی کہ جس کی روشنی میں عرب ریزگار روشن ہوا نہیں گے۔ صدام کی قربانی ہرگز رائیگاں نہیں جائے گی۔ صدام جیسے مرد جری کو آخر امریکہ نے کیسے ختم کیا؟ امریکہ تو کیا امریکہ سے بھی زیادہ طاقتور ملک کے لئے پندرہ برس قبل صدام حسین کو ختم کرنا قطعاً ممکن نہیں تھا۔ لیکن امریکہ نے صدام حسین کے خلاف ایک گہری سازش کی اور اس سازش میں عرب دنیا کے میر جعفریوں کو برابر کا شریک کیا تاکہ آہستہ آہستہ صدام حسین کو کمزور کر کے ایک دن ان کا خاتمہ کر دیا جائے۔ صدام کے خلاف امریکہ کی اس سازش کے کئی مرحلے تھے جن کو امریکہ نے آہستہ آہستہ عرب میر جعفریوں کی مدد سے سر کئے۔ آخر یہ سازش کیا تھی اور امریکہ اس سازش میں کیسے کامیاب ہوا؟ صدام حسین کے خلاف امریکی سازش کا پہلا باب ۱۹۷۹ء میں ایران میں اسلامی انقلاب کے بعد شروع ہوا۔ یہ وہ دور تھا جب امام خمینی پورے عالم اسلام کے ہیرو کی شکل میں ابھر کر سامنے آئے تھے۔ الجیریا سے ملیشیا تک سارے عالم اسلام میں مسلم نوجوانوں کے ہاتھوں

میں امام خمینی کی تصویریں تھیں اور زبان پر امریکہ دشمنی کی تسبیح ظاہر ہے کہ اس بات نے امریکہ کو بے چین کر دیا اب امریکہ کا پہلا نشانہ ایران تھا۔ امریکہ کے لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ ایران پر سیدھا حملہ کر سکے۔ چنانچہ عراق میں موجود اس وقت امریکی سفیر نے صدام حسین کے کان بھرنے شروع کئے۔ امریکہ نے پورے خطہ عرب میں شور مچایا کہ ایران کا اسلامی انقلاب عجمی انقلاب ہے جو اگر روکا نہ گیا تو پوری عرب تہذیب کو تباہ کر جائے گا اور اس طرح امریکہ نے پورے عالم عرب اور عجم کی نفرت کے بیج بونے شروع کر دیئے۔ صدام کو بغداد میں موجود امریکی سفیر نے ایران کے خلاف جنگ پراکسانا شروع کیا۔ آخر صدام حسین نے ایران پر حملہ کر دیا۔ یہ وہ دور تھا جب اس وقت کے امریکی صدر کے ایلچی رسفیلڈ نے بغداد کے درجنوں سفر کئے اور صدام حسین سے بذات خود ملاقات کی۔ یہ وہی رسفیلڈ ہیں جنہوں نے بعد میں یعنی ۲۰۰۳ میں عراق پر امریکی حملے کی قیادت کی تھی۔ الغرض ۱۹۸۰ء کی دہائی میں امریکہ نے عراق اور صدام حسین کو ایران کے خلاف استعمال کیا اور ایرانی انقلاب کی کمر توڑ دی۔ ایران پر عراقی حملے کے بعد امام خمینی ایک مسلم لیڈر کے بجائے محض ایرانی اور شیعہ لیڈر ہو گئے۔ عرب اور عجم کی کھائی نے ایک بار پھر سے عالم اسلام کو بانٹ دیا۔ اس طرح اس خطے میں امریکی سازش کی پہلی کڑی کامیاب ہوئی جس کا مقصد ایران کو کمزور کرنا اور صدام حسین کو امریکی دام میں پھنسانا تھا۔ صدام حسین ایک انتہائی جذباتی لیڈر تھے۔ اب امریکہ نے صدام حسین کے کان بھرنے شروع کئے کہ وہ ناصر کی طرح پوری عرب دنیا کے لیڈر بن سکتے ہیں۔ اور یہاں سے صدام کے خلاف امریکی سازش کا دوسرا باب شروع ہوا۔ اس بات سے بہت کم لوگ واقف ہیں کہ صدام حسین کو کویت پر حملے کے لئے بھی امریکہ نے ہی اکسایا تھا۔ ۱۹۹۰ میں بغداد میں موجود امریکی سفیر کو بلا کر صدام حسین نے کویت پر حملے کا پورا پلان بنایا تھا اور ان سے دریافت کیا تھا کہ آیا امریکہ ان کی مخالفت کرے گا یا نہیں۔ اسی امریکی سفیر نے بعد میں امریکی کانگریس میں اس بات کو اقرار کیا کہ اس وقت اس نے صدام حسین کو کویت پر حملہ کرنے سے روکا نہیں تھا۔ یہ تھی وہ منزل جب صدام حسین کے خلاف امریکی سازش کا کھل کر



صدام حسین اپنے دونوں کی ایک تصویر

اعلان ہو گیا اور صدام حسین اب باقاعدہ امریکہ کے نشانے پر آ گئے۔ ادھر صدام کی فوجوں نے امریکی سفیر کے اشارے پر کویت میں قدم رکھا نہیں کہ ادھر امریکہ نے صدام حسین کے خلاف شور مچانا شروع کر دیا۔ سب سے پہلے امریکہ کے دباؤ میں یو این او نے عراق کی معاشی ناکہ بندی کر دی۔ ادھر اب امریکہ نے سعودی عرب، اردن، یمن، بحرین اور متحدہ عرب امارات جیسے ممالک کے شاہوں کے کان بھرنے شروع کر دیئے کہ اگر صدام حسین کو کویت سے باہر نہیں کیا گیا تو وہ تمام عربوں کے لئے خطرہ بن جائیں گے۔ اصل بات یہ تھی کہ امریکہ عراق پر حملے کی تیاری کر چکا تھا لیکن امریکہ کے لئے ممکن نہیں تھا کہ وہ اپنی تمام تر فوجی قوت کے ہاتھ واشنگٹن سے حملہ کرے۔ عراق پر حملے کے لئے امریکہ کو عراق کے ارد گرد کے پڑوسی ملکوں کی سر زمین درکار تھی کہ جہاں سے امریکی فوجیں صدام کی فوجوں کو نشانہ بنا سکیں۔

۱۹۹۱ء میں امریکہ کی اس شاطر چال کو سب سے پہلے اگر کسی شخص نے سمجھا تو اس کا نام اسامہ بن لادن تھا۔ اسامہ ان دنوں افغانستان سے تازہ تازہ لوٹے تھے۔ جیسے ہی عرب شیخوں اور شاہوں نے امریکہ کو عراق کے خلاف اپنی زمین استعمال کرنے کی اجازت دی تو اسامہ بن لادن نے اس کے خلاف سعودی عرب میں شور مچایا۔ وہ وہاں کے لیڈروں سے بھی ملے اور اس بات کی مخالفت کی مگر عرب دنیا نے بن لادن کو عرب دنیا خالی کرنے پر مجبور کر دیا۔ الغرض اب عراق کے عرب ہمسایوں نے صدام حسین کے خلاف امریکی فوجوں کے لئے اپنے ملکوں کی سر زمین کھول دی۔ کویت میں صدام حسین کو امریکی فوجوں نے عرب شیوخین اور شاہوں کی مدد سے مات دی اور اس طرح صدام کی کمر امریکہ نے ۱۹۹۱ء میں توڑ دی۔ اس طرح خود عربوں میں صدام حسین کا خوف پیدا کر کے امریکہ نے صدام کے خلاف اپنی سازش کی اور دوسری کڑی کو انجام تک پہنچا دیا۔

صدام حسین کے خاتمے کا تیسرا باب امریکہ پر مبینہ جہادی حملے (۱۱/۹) کے واقعے کے بعد سے شروع ہوا۔ یہ تو آج تک طے نہیں ہوا کہ آخر ۱۱/۹ کے واقعے کے پس پشت کون تھا۔ کیونکہ اسامہ بن لادن نے امریکہ پر حملے کے بعد اس حملے کی ذمہ داری

لینے سے قطعی انکار کیا تھا۔ لیکن دنیا واقف ہے کہ ۱۱/۹ واقعہ کے بعد صدر بش نے صدام حسین کے خلاف اپنی سازش شروع کر دی۔ پہلے تو امریکہ نے افغانستان فتح کیا اور پھر فوراً شور مچانا شروع کر دیا کہ صدام حسین کے بن لادن سے تعلقات ہیں۔ پھر ساری دنیا میں یہ ڈنکا پیٹا گیا کہ صدام حسین نے عراق میں نیوکلیئر اور کیمیکل ہتھیاروں کا ذخیرہ کر لیا ہے۔ ساری دنیا اس بات سے واقف تھی کہ عراق میں کوئی نیوکلیئر اور کیمیکل ہتھیار نہیں ہیں۔ اس بار یو این او نے بھی صدر بش کا صدام کے خلاف الزام ماننے سے انکار کر دیا۔ مگر پھر بھی صدام حسین کے پڑوسی عرب ممالک نے بش کو اپنی سر زمین استعمال کرنے سے منع نہیں کیا۔ اگر اردن، بحرین، کویت، عمان اور متحدہ عرب امارات جیسے ممالک کی سر زمین امریکی فوج استعمال نہیں کر پاتی تو اپنی تمام تر قوت کے باوجود بش کی فوج صدام حسین کو ۲۰۰۳ میں بھی شکست نہیں دے سکتی تھی۔ اس طرح ۲۰۰۳ء میں عراق کے پڑوسی عرب ممالک کی مدد سے بش نے صدام کو شکست دی اور صدام گرفتار بھی کر لئے گئے۔ صدام حسین کے اقتدار سے ہٹنے کے فوراً بعد شیعہ سنی تفرقہ کھڑا کر دیا گیا۔ آخر صدام حسین کو پھانسی دلوا کر امریکہ نے پورے عالم عرب میں شیعہ سنی پھوٹ پیدا کر دی ہے۔ امریکہ اپنے حریف صدام حسین کو موت کی نیند سلا چکا ہے اور عراق پر اس کا قبضہ ہے اور اس کے بعد اب اس کی نشانے پر ایران ہے۔ اب ایران کو امریکی میڈیا ایک اسلامی ملک نہیں بلکہ ایک شیعہ ملک کے طور پر پیش کر رہا ہے۔ اس طرح اب عرب اور عجم تفرقے کو بڑھا کر امریکہ ایران کو اسی طرح ختم کرے گا جس طرح اس نے عراق اور صدام حسین کو ختم کیا۔ اور ساری دنیا کے مسلمان امریکی سازش سے بے خبر جلسے جلوس نکالتے رہیں گے اور آخر میں شیعہ سنی جھگڑوں میں ایک اور اسلامی ملک غلام ہو جائے گا۔

## ایک خط قاتل بش کے نام

اے دنیا کے تکنیکی طور پر طاقتور ترین تاہم اخلاقی طور پر انتہائی تنگ دست شخص تمہیں آداب کرنے کو جی تو نہیں چاہتا تاہم میری تہذیب مجھے اس کی اجازت نہیں دیتی۔



اس رات تم گھوڑے بیچ کر سوئے اور میں صدام حسین مالک حقیقی سے ملنے کے ذوق میں مچلتا رہا۔ تم نے سوچا تھا کہ پھانسی کے کمرہ میں صحت مندہ جلادوں کے روبرو میرے ماتھے پر پسینہ کی بوندیں نمودار ہو جائیں گی۔ میں مضطرب اور پریشان نظر آؤں گا پھر تم یہ تماشہ ساری دنیا کو دکھاؤ گے اور یہ ثابت کرو گے کہ کتنا بزدل تھا صدام جو موت سے گھبرا گیا مگر تم ہمیشہ کی طرح اس روز بھی غلطی پر تھے۔ میرے دل میں کسی قسم کا خوف تھا نہ ڈر بس ایک خواہش تھی جام شہادت نوش کرنے کی۔ اپنے مالک حقیقی سے جاننے کی۔ اس لئے موت سے میں نے تمہاری طرح خوف نہیں کھایا بلکہ اپنے پیروں پر چل کر موت سے بغلگیر ہوا۔ تم تو جانتے ہی ہو گے کہ موت دراصل مومن کے لئے اللہ تک پہنچنے کا ایک پل ہے۔ مجھے اللہ کی ملاقات کا شرف حاصل کرنا تھا اور اسی خواہش نے ہر ڈر اور خوف پر غلبہ حاصل کر رکھا تھا۔ دنیا نے شاید ہی پھانسی کا ایسا منظر کبھی دیکھا ہوگا کہ جلاد باحجاب اور تخت دار پر چڑھنے والا بے نقاب۔ ان کے ہاتھ کپکپا رہے تھے ان کے نقاب پسینہ میں بھیکے جا رہے تھے۔ وہ مجبور تھے کہ بھی کیا سکتے تھے بیچارے۔ وہ مجھ سے ذرا سی بھی ہمدردی دکھاتے تو ان کو بھی ٹھکانے لگا دیا جاتا۔ اسی لئے میں نے ان سے کہا ”گھبراؤ مت“ اس روز میرے ساتھ نازیبا سلوک بھی ہوا۔ مجھے تختہ دار پر چڑانے کی کوشش کی گئی مگر میں نے صبر کیا کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے اور بے شک وہ ہر لمحہ میرے ساتھ ہی رہا۔ شاید اسی لئے میرا چہرہ پرسکون اور اعصاب پر لرزہ طاری نہیں ہوا۔ تم واقعی اگر اس رات گہری نیند سوئے تھے تو یہ تمہاری آخری گہری اور میٹھی نیند تھی۔ اب میرے بعد پوری دنیا میں احتجاج و مذمت کا سلسلہ چل پڑے گا۔ میری حمایت اور تمہاری مخالفت میں آواز خلق سے وہ شور اٹھے گا کہ تمہیں کان پڑی آواز سنائی نہیں دے گی۔ تمہیں ہر مقابل کے چہرہ پر میرا چہرہ نظر آئے گا، سفید گھر ہو یا پولو کا میدان میں تمہارے ساتھ ہی رہوں گا۔ تمہارے انتہائی خاص اور محفوظ ہوائی جہاز میں کبھی تمہاری بغل کی نشست پر نظر آؤنگا تو کبھی تمہیں یہ محسوس ہوگا کہ پائلٹ کی نشست پر کوئی اور نہیں بلکہ میں ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے وہ موت دی کہ جس کے طفیل کروڑوں اربوں دعائیں میرے حق میں فضاء میں



امریکی ڈاکٹر، صدام حسین کی گرفتاری کے بعد ان کا چیک اپ کرتے ہوئے۔

بلند ہوئیں۔ میری محبت میں کروڑوں آنکھیں اشک بار ہوئیں۔ میں مر کر بھی اپنے خیالات، وطیرہ اور ثابت قدمی کے سبب زندہ ہوں بلکہ پہلے سے کئی گنا زیادہ طاقتور بن گیا ہوں۔ دوسری طرف تم ہو کہ دنیا کے طاقتور ترین ملک کے اعلیٰ عہدیدار ہونے کے باوجود دنیا کے چپہ چپہ میں بلکہ تمہارے اپنے گھر میں تم پر لعنت ملامت بھیجی جا رہی ہے۔ وہ آگ جو تمہارے والد محترم کی شکست کے سبب تمہارے وجود میں لگی تھی۔ ہم نے صرف اپنا دفاع کیا تھا اور باطل کے سامنے گھٹنے ٹیکنے سے انکار کیا تھا۔ میرا مشورہ ہے تم اب بھی اپنی روش سے باز آ جاؤ۔ تمہارے حق میں یہی دعا ہے کہ اللہ تمہیں راہ راست پر لے آئے۔ یاد رکھو یہ دنیا فانی ہے۔ سب کو ایک دن موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اللہ کو جواب دہ ہونا ہے۔ وہاں حیلے بہانے، جھوٹ و فریب کی ایک نہ چلے گی۔ وہاں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو کر رہے گا اور جان لو کہ یہاں بھی دودھ کو پانی سے الگ ہونا ہی ہے۔ اس لئے دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑانے اور غیروں کے مال پر اپنی آنکھیں لال کرنے کی عادت چھوڑ دو۔ ورنہ وہ دن دور نہیں جب تم کو اوروں سے تو دور اپنوں ہی سے نپٹنا مشکل ہو جائے گا۔ مجھے سولی پر چڑھا کر تم نے سوچا تھا کہ بھائی بھائی آپس میں لڑ پڑیں گے اور خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔ اسی اثنا میں ہم تیل کی نہریں اپنے ملک تک پہنچا دیں گے مگر تمہارا یہ منصوبہ بھی کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکے گا کہ بہر حال لوگ تمہاری نیت کو بخوبی سمجھتے ہیں۔ تم نے میرے وطن کی مٹی کو بارود سے ناپاک کیا ہے۔ تم ہی نے مقدس مقامات کی بے حرمتی کی ہے۔ تم نے میری زمین پر ناجائز قبضہ کر رکھا ہے۔ میرا دوستانہ مشورہ ہے لوٹ جاؤ اب بھی لوٹ جاؤ اپنے گھر۔ مت مرواؤ اپنے فوجیوں کو۔ ان کے رشتہ دارا نہیں بے صبری سے یاد کرتے ہیں تمہارے کارناموں کے وائٹ ہاؤس کے روبرو احتجاج کرتے ہیں مگر تم ہٹ دھرمی پر آمادہ ہو۔ حق کی آواز سنو۔ وہی آواز جو میری گردن سے نکلی تھی اور آج تک تمہارے کانوں میں گونج رہی ہے۔ تم کتنی ہی بار کتنے ہی زاویوں سے اس منظر کو دیکھتے جاؤ تمہیں خوف کا شائبہ بھی نہیں ملے گا۔ کبھی اس منظر کو دیکھتے وقت اپنا بلڈ پریشر بھی جانچ لینا۔ مجھے پتہ ہے تم بہت ہی نازک طبع ہو۔ میں تو کال کو ٹھہری میں بھی کبوتروں کے

ساتھ روکھی سوکھی کھا کر اللہ کا شکر ادا کرتا رہا اور تم ہو کہ نرم گداز بستر بھی تمہیں کاٹنے کو دوڑتا ہے۔ تم نے یہ جنگ کسی ایک شخص کے خلاف نہیں بلکہ پوری امت کے خلاف چھیڑ رکھی ہے۔ ہر حق گو کے معاملہ میں تم ہی قاتل تم ہی شاہد اور تم ہی منصف رہو گے۔ یہ پوری دنیا جان چکی ہے۔ اب تم بھی جان لو کہ ہر فرعون کے لئے موسیٰ ناگزیر ہے۔ تم بھی فرعون وقت ہو، وقت کا موسیٰ تمہیں وہ سبق سکھائے گا کہ دنیا یاد رکھے گی۔ پھر دنیا کو اس کی تلقین کرو۔ جس بہانے کی آڑ میں تم نے میری زمین پر شب خون مارا تھا وہ بہانہ کب کا شرمسار ہو چکا۔ اب تمہارے شرمسار ہونے کا وقت قریب ہے۔ نیوٹن کا تیسرا قانون ”ہر عمل کا رد عمل مساوی لیکن مخالف سمت میں ہوتا ہے“ سے تو تم واقف ہو ہی پھر کیوں اسلام کو دبانے کی کوشش کرتے ہو۔ کیا تمہیں علم نہیں کہ حق کو جتنا دباؤ لگے اتنا ہی تمہارے وجود پر مسلط رہنے کو وعدہ کرتا ہوں۔ میری تحریک کی صدا میں ایک دن تمہارے گھر کی سفید دیواروں سے ٹکرا کر صدائے بارگشت پیدا کریں گی۔ یہ ایک مسلسل عمل ہوگا اور یہی راہ حق بھی۔





## باب نمبر 21

## عراق کی تحریک مزاحمت کا مستقبل

اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل بانگی مون نے اپنی ذمہ داریاں سنبھال لی ہیں۔ انہوں نے کوفی عنان سے یہ عہدہ ایسے وقت میں حاصل کیا جب اس عالمی ادارے کو کئی چیلنجز درپیش ہیں۔ موجودہ حالات میں اقوام متحدہ کی کارکردگی اور اس کی فعالیت پر سوالیہ نشان لگ چکا ہے۔ اس بین الاقوامی ادارے کا جس اہم مقصد کے تحت قیام عمل میں لایا گیا تھا وہ اب پورا ہوتا نظر نہیں آ رہا اور ساری دنیا پر صرف ایک ہی سپر پاور امریکا کا عملی تسلط قائم ہے۔ دنیا بھر کے حالات ۱۱/۹ کے بعد تیزی سے تبدیل ہوئے اور دہشت گردی کے خلاف لڑائی کے نام پر امریکا کو تمام تر اختیارات حاصل ہو گئے۔ عراق کے معزول صدر صدام حسین کی پھانسی کو اسی کا تسلسل کہا جاسکتا ہے کیونکہ یہ لڑائی ابھی ختم نہیں ہوئی اور اس کا نتیجہ برآمد ہونے کی امید دور دور تک نظر نہیں آ رہی۔ ان تمام حالات کے دوران اقوام متحدہ کا رول صرف ایک خاموش تماشاخی کار رہا۔ اس نے دنیا کو درپیش اہم معاملات میں موثر مداخلت یا پھر ان کی یکسوئی کے لئے عملی کوشش نہیں کی۔ اس کے برعکس امریکی پالیسیوں اور اس کی مرضی کو دوسروں پر مسلط کرنے میں مدد کرتے ہوئے اقوام متحدہ نے اپنی انفرادیت کھودی۔ کوفی عنان کے دور میں ہی افغانستان اور عراق کے حالات اس قدر خراب ہو گئے ہیں کہ سارا ملک خانہ جنگی کے دہانے پر پہنچ چکا



ہے۔ صدام حسین کو عید الاضحیٰ کے موقع پر پھانسی دے کر یہاں کے حالات کو مزید ابتر بنا دیا گیا۔

اقوام متحدہ ایک عالمی ادارے کی حیثیت سے بین الاقوامی قوانین پر عمل داری کو بھی یقینی نہیں بنا سکا۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ صدام حسین کے خلاف جس طرح کا مقدمہ چلایا گیا اور انہیں پھانسی دی گئی، یہ سب امریکا کی ایما پر ہوا اور اس سارے معاملہ میں اقوام متحدہ کا رول صرف خاموش تماشائی کا رہا۔ اس طرح ایران کے نیوکلیر پروگرام پر بھی تعطل برقرار ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ امریکا نے اثر و رسوخ استعمال کرتے ہوئے اس ادارے کو اپنی مرضی کے مطابق چلانے کا تہیہ کر لیا ہے اور امریکی مرضی کے آگے یہ ادارہ بے بس ہے۔ اسرائیل نے لبنان کے خلاف جنگ شروع کی اور بستیوں پر بمباری کرتے ہوئے نہتے عوام کو موت کی نیند سلا دیا۔ فلسطین میں عوام پر ظلم کی انتہا کر دی لیکن اقوام متحدہ اسرائیل کی مذمت کرتے ہوئے ایک قرارداد بھی منظور نہیں کر سکا۔ رسمی کارروائی کے طور پر جب ایک قرارداد پیش کی گئی تب امریکہ نے اسے ویٹو کر دیا۔ اقوام متحدہ کا کردار کوئی عنان کے دور میں بری طرح متاثر رہا اور اس ادارے نے ایسا کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا جس سے اس کے قیام کا مقصد پورا ہوتا ہو۔ افغانستان اور عراق جنگ میں کوئی عنان اپنا اثر و رسوخ استعمال نہیں کر سکے اور وہ ایک بے بس شخص کی طرح تباہی کے مناظر دیکھتے رہے۔ ان کی وجہ سے اقوام متحدہ کا وقار بری طرح مجروح ہوا ادارہ کے قیام اور اس کی کارکردگی کے بارے میں سوالات اٹھنے لگے۔ شمالی کوریا میں نیوکلیر تعطل پر امریکا نے جو موقف اختیار کیا اس کے نتیجہ میں مذاکرات میں کوئی پیش رفت نہیں ہوئی بلکہ شمالی کوریا نے نیوکلیر تجربات کر دیئے۔ ڈارفر میں جاری بحران پر اس وقت اقوام متحدہ خاموش ہے۔ کوئی عنان نے کئی اہم مسائل پر اپنی ذمہ داریوں سے پہلو تہی کی اور اس کے نتیجہ میں اقوام متحدہ کی کارکردگی امریکی پالیسیوں تک محدود ہو گئی۔ ایسے نازک وقت میں بانگی مون یہ عہدہ سنبھال رہے ہیں انہیں عالمی سطح پر کئی مسائل کا سامنا ہے اور ان کی یکسوئی اسی وقت ممکن ہے جب اقوام متحدہ کے حقیقی کردار کو بحال کیا جائے۔ موجودہ تبدیل شدہ حالات میں اس

بین الاقوامی ادارے میں اصلاحات کے لئے کوششیں کی گئیں لیکن اس کے حوصلہ افزا نتائج برآمد نہیں ہوئے۔ بانکی مون پر اب یہ بھاری ذمہ داری ہے کہ وہ اقوام متحدہ میں اصلاحات کے ذریعے اسے مؤثر اور فعال ادارہ بنائیں۔ حقیقی اغراض و مقاصد پر توجہ دیتے ہوئے بین الاقوامی تعاون کے ذریعہ ساری دنیا میں امن و امان کو یقینی بنائیں۔ اس کے لئے اقوام متحدہ پر امریکی کنٹرول ختم کرنا ہوگا۔ مشرق وسطیٰ کا بحران، ایران نیوکلیر تنازعہ، شمالی کوریا کے ساتھ مذاکرات کے علاوہ افغانستان میں عام حالات کی بحالی اور عراق جنگ کو ختم کرنا اور مسئلہ کشمیر یہ ترجیحی مسائل ہیں۔ ان کی یکسوئی کے سلسلہ میں بانکی مون بحیثیت سیکریٹری جنرل اقوام متحدہ کس قدر کامیاب ہو سکتے ہیں؟ یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا لیکن موجودہ حالات میں ان پر ذمہ داریاں اور بھی بڑھ گئی ہیں۔ وہ اقوام متحدہ کے وقار کو بحال کرتے ہوئے دنیا بھر میں امن کا قیام یقینی بنا سکتے ہیں۔ اس کے لئے تمام ممالک کو متحد رکھتے ہوئے تنازعات کی یکسوئی اور حل کے لئے مذاکرات کا راستہ اختیار کرنا ہوگا۔

دوسری طرف صدام حسین کو پھانسی دیئے جانے کے فیصلے اور ویڈیو مناظر دکھائے جانے کے خلاف دنیا بھر میں احتجاجی مظاہرے ہو چکے ہیں۔ اس بارے میں امریکہ کا کہنا ہے کہ صدام حسین کو پھانسی دیئے جانے کے لئے عراقی ہی ذمہ دار ہیں۔ امریکی فوج نے صدام حسین کی پھانسی کے مقام پر موبائل فونز رکھنے والے عینی شاہدین کی تلاشی سمیت تمام سیکورٹی انتظامات عراقی حکام کے حوالے کر دیئے تھے۔ صدام حسین کو پھانسی دیئے جانے کی غیر سرکاری فلم بندی جو بظاہر موبائل فون پر کی گئی جس میں دکھایا گیا ہے کہ گارڈ پھانسی سے تھوڑی ہی دیر قبل صدام حسین پر برس رہے ہیں۔

بغداد میں ایک پریس کانفرنس کے دوران پھانسی دیئے جانے پر کی جانے والی تنقیدوں سے متعلق سوال پر امریکی فوجی ترجمان میجر جنرل ولیم کلاڈویل نے کہا تھا کہ پھانسی دینے کا فیصلہ ہمارا نہیں تھا بلکہ ہم نے مختلف فیصلہ کیا تھا۔ صدام حسین کو جہاں پھانسی دی گئی اس بارے میں انتظامات کا ہم سے قطعی کوئی تعلق نہیں۔

میجر جنرل ولیم نے کہا کہ امریکی فوج نے صدام حسین کو عراقی جیل تک پہنچایا جہاں صبح صادق انہیں پھانسی دی جانے والی تھی جس کے بعد امریکی فوج نے اس عمارت سے پوری طرح تخلیہ کر لیا تھا۔ پھانسی کی منظر کشی کے لئے ایک عینی شاہد نے اپنے موبائل فون پر کس طرح فلم بندی کی اور اس ویڈیو کو ٹیلی ویژن اسٹیشنوں اور ویب سائٹس پر کس طرح ریلیز کر دیا اس کا امریکی فوج سے کوئی تعلق نہیں۔ جنرل نے کہا کہ امریکی فوج جیل کے اندر عینی شاہدین کی تلاش کے لئے ذمہ دار نہیں ہے۔ دریں اثنا عراقی وزیر اعظم کے ایک مشیر نے کہا کہ صدام حسین کی پھانسی کے منظر کو سیل فون کیمرہ سے عکس بند کرنے والے عہدیدار کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ وزیر اعظم نوری المالکی کے مشیر نے اپنی شناخت ظاہر نہ کرنے کی شرط پر کہا کہ وہ میڈیا کو کوئی بات بتانے کے مجاز نہیں ہیں۔ گرفتار شدہ شخص کی شناخت نہیں ہوئی البتہ انہوں نے کہا کہ وہ ایک عہدیدار ہے جس نے پھانسی دیئے جانے کے انتظامات کی نگرانی کی تھی اور اب اس سے پوچھ گچھ جاری ہے۔ مشیر نے کہا کہ چند گھنٹے بعد ہی حکومت نے اس شخص کو گرفتار کر لیا تھا۔ عراقی ٹیلی ویژن پر پھانسی کی جو سرکاری ویڈیو دکھائی گئی اس میں کوئی آڈیو ساؤنڈ نہیں تھی اور نہ ہی صدام کی موت واقع ہونے کو دکھایا گیا لیکن جو سیل فون ویڈیو افشا ہوئی اس میں پھانسی کے منظر کو بھی دکھایا گیا اور معزول لیڈر پر ریکرڈ جملے کسے گئے۔ ایک عینی شاہد نے ان پر جہنم میں جاؤ کا فقرہ کسا، اس منظر کو الجزیرہ ٹیلی ویژن نے ٹیلی کاسٹ کیا اور انٹرنیٹ پر بھی دکھایا گیا جس پر ساری دنیا میں غصہ و برہمی پیدا ہوئی اور عراقی سنیوں نے احتجاج شروع کر دیا۔ وزیر اعظم نوری المالکی نے اپنی وزارت داخلہ کو حکم دیا کہ وہ اس ویڈیو کی تحقیقات کرائے، یہ کس نے تیار کی اور یہ ویڈیو ٹیلی ویژن اور ویب سائٹس تک کس طرح پہنچی۔ اس کی مکمل تحقیقات کی جا رہی ہیں۔ پھانسی کے روز عراقی استغاثہ نے جو خود بھی پھانسی دیئے جانے کے وقت موجود تھا اس اطلاع کی تردید کی کہ اس نے قومی سلامتی کے مشیر موفیق الربیع پر الزام عائد کیا کہ امکانی طور پر وہ ہی ویڈیو افشاء ہونے کے ذمہ دار ہیں۔ اس کیس میں ایک استغاثہ منقبت الفارون نے بتایا کہ میں نے موفیق الربیع پر



کرہ عدالت کا ایک منظر، جہاں صدر حسین کو مزاحیہ موت سنائی گئی۔

الزام عائد نہیں کیا اور نہ ہی انہیں عکس بندی کرتے دیکھا ہے البتہ میں نے دوسرکاری عہدیداروں کو دیکھا جو پھانسی کے دوران موجود تھے اور پھانسی کے عمل کی ویڈیو گرانی کر رہے تھے۔ اس موقع پر روشنیوں کا استعمال کیا تھا۔ سرکاری طور پر پھانسی کی عکس بندی کے لئے روشنی کے خصوصی انتظامات کیے گئے تھے۔ الفارون نے کہا جن سرکاری عہدیداروں نے موبائل فون کیمروں کا استعمال کیا تھا ان کے نام نہیں جانتا لیکن میں ان کے چہرے دیکھ کر پہچان سکتا ہوں۔ استغاثہ نے کہا کہ وہ عہدیدار کھلے طور پر ویڈیو تصاویر لے رہے تھے جو الجزیرہ سٹیٹسٹ چینل پر دکھائی گئی ہیں۔ نیویارک ٹائمز کے مطابق الفارون نے اخبار کو بتایا کہ دو آدمیوں میں سے ایک نے سیل فون کیمرہ پکڑ رکھا تھا تا کہ صدام حسین کے آخری لمحات کی عکس بندی کر سکے اور پس پردہ جو شخص تھا وہ موٹو الریج تھے جو مسٹر مالکی کے قومی سلامتی کے مشیر ہیں۔ آخری لمحات میں یہ بتایا گیا کہ کوئی شخص مقتدی، مقتدی، مقتدی کہہ رہا ہے۔ جو مقتدی الصدر کی طرف اشارہ ہے۔ امریکی فوجی جنرل ولیم کال ڈویل نے بغداد میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کے دوران انتہائی دلچسپ انداز میں صدام کی شخصیت کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ صدام حسین امریکی فوج کے زیر نگرانی تین سال تک قید میں رہے، وہ ہمیشہ باوقار رہے۔ انہوں نے ہمیشہ خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے اسیری کے دوران بہتر سلوک کے وقت انہیں انگریزی میں ”گڈ بائی“ (خیر باد) کہا۔

امریکی میجر جنرل ولیم کلاڈویل نے کہا کہ صدام حسین کو اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ اب وہ چند دن کے مہمان ہیں۔ طلوع آفتاب سے ایک گھنٹہ قبل عراق کے سابق صدر کو امریکی قید خانے سے امریکی فوجی ہیلی کاپٹر کے ذریعہ شمالی بغداد میں واقع عراقیوں کے زیر انتظام الخادمیہ قید خانے میں منتقل کیا گیا۔ صدام کو عدالتی ضابطوں کی تکمیل کی کارروائیوں سے یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ بلاشبہ انہیں قانونی ضابطوں کے مطابق پھانسی ضروری جائے گی لیکن کم از کم اب انہیں کسی نئے تشدد کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ امریکی جنرل نے صدام حسین کو دوستانہ جذبات رکھنے والا خوش اخلاق انسان قرار دیا جسے



کسی زمانہ میں امریکہ کی طرف سے بھرپور مدد ملا کرتی تھی اور پھر امریکہ نے ہی اسے غدار قرار دیا اور بالآخر بدی کے محور کا ایک حصہ بھی قرار دیا تھا۔ جیل میں صدام کا علاج کرنے والے ڈاکٹروں نے کہا کہ صدام اپنی موت کے لئے تیار ہو چکے تھے۔ انہوں نے کسی عارضہ کی کوئی شکایت بھی نہیں کی تھی۔

اپنے آخری ایام میں وہ تحریر، درختوں اور پودوں کی دیکھ بھال و آبیاری کے علاوہ پرندوں کو دانہ ڈالتے ہوئے اپنا وقت گزارا کرتے تھے۔ بشمول عراق کی صورتحال کے مشرق وسطیٰ میں حالات سنگین صورت اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ امریکہ اور اسرائیل اپنے خفیہ منصوبوں پر دھیرے دھیرے عمل پیرا ہیں۔

نہ صرف عراق بلکہ فلسطین اور دوسرے آس پاس کے ممالک کو بھی گھیرے میں لے کر امریکہ اور اسرائیل نے اپنے خفیہ منصوبوں پر عمل درآمد کا سلسلہ شروع کر دیا ہے اور اس کے لئے وہ کسی بھی حد تک جا سکتے ہیں۔ عراق میں جو حالات ہیں وہ ساری دنیا پر عیاں ہیں کہ وہاں کس طرح سے انسانوں کو گاجر مولیٰ کی طرح کاٹا جا رہا ہے، سینکڑوں افراد کے اغوا کے واقعات وہاں معمول کی بات ہے۔ روزانہ قتل و خون کا سلسلہ جاری ہے اور امریکہ و اتحادی افواج وہاں محض تماشائی بنے ہوئے ہیں اور اکثر موقعوں پر تو معصوم و نہتے عراقیوں کی ہلاکت انہیں فوجیوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یہی فوج ہے جو عراق میں شیعوں اور سنیوں کے مابین اختلافات کو بڑھاوا دے رہی ہے اور ان دو اہم فرقوں کے مابین خلیج بڑھا رہی ہے۔ کیونکہ امریکا اور اس کے اتحادی ممالک کو یہ یقین ہے کہ ان کے خفیہ مقاصد کی تکمیل اسی وقت ممکن ہو سکتی ہے۔ جب ان فرقوں میں نفاق پیدا کر دیا جائے اور انہیں آپس میں دست و گریبان کر دیا جائے۔ امریکہ یہاں اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے ہر طرح کی جدوجہد تو کر رہا ہے لیکن اسے کامیابیاں آسانی سے ملتی نظر نہیں آرہیں۔ جہاں عراقی عوام کی ہلاکتوں کا سلسلہ جاری ہے وہیں خود امریکی فوج کی خاطر خواہ تعداد یہاں حملوں کی زد میں آتی جا رہی ہے۔ ان فوجیوں کا بھی اغواء ہو رہا ہے اور انہیں بھی زخمی ہو کر شفا خانوں میں داخل ہونا پڑ رہا ہے۔ ان حالات کے باوجود امریکی صدر جارج بوش



آج بھی عراق کی پالیسی کو بدلنے کے موڈ میں نظر نہیں آتے اور وہ کسی نہ کسی طرح یہاں اپنے مفادات کی تکمیل چاہتے ہیں۔ اس کے لئے امریکی فوجیوں کی ہلاکت کو بھی وہ قبول کرنے کو تیار ہیں مگر صدام کی پھانسی کے بعد انہوں نے عراق پر نئی پالیسی کی تیاری کا اعلان ضرور کیا ہے۔

جہاں امریکی خارجہ انتظامیہ اور جارج ڈبلیو بوش عراق میں استحصال کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں وہیں انہوں نے فلسطینیوں کے استحصال کے لئے یہودی مملکت اسرائیل کو کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ اسرائیل فلسطین میں خود وہاں کی منتخب حکومت کو کام کرنے سے روک رہا ہے۔ فلسطین کو واجب الادا ٹیکس کی رقم روک کر حکومت اور عوام کا دانہ پانی روکنے کی ناپاک سازش ہو رہی ہے اور سارے فلسطین میں سرکاری ملازمین کی تنخواہوں کی ادائیگی تک ممکن نہیں رہی۔ اب وہاں اسرائیل کی عدالت نے اپنی فوج کو ”ٹارگٹ کلنگ“ کی اجازت بھی دے دی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ قتل کے اس لائسنس کا اسرائیلی فوج کس طرح استعمال کرتی ہے۔ حماس کی زیر قیادت اسماعیل ہانیہ حکومت اور صدر محمود عباس کے فتح گروپ کے مابین خلیج کو بڑھا کر یہاں بھی اسرائیل اپنے مفادات کی تکمیل کر رہا ہے۔ وزیر اعظم اسماعیل ہانیہ کو غزہ میں داخل ہونے سے روک دیا گیا جب کہ وہ بیرونی ملکوں کا دورہ کرنے کے بعد واپس آرہے تھے۔ اسرائیل کا شبہ ہے کہ وہ لاکھوں ڈالر کی رقم اپنے ساتھ لائے ہیں تاکہ اسرائیلی معاشی ناکہ بندی کو بے اثر کر دیں۔ یہ اسرائیل کی ہٹ دھرمی کی منہ بولتی تصویر ہے اور امریکہ، جو دنیا بھر کے عوام کے حقوق کا علمبردار بنا پھرتا ہے اسرائیل کی اس جارحیت کی حمایت کر رہا ہے اور اسے غذا اور ادویات کے لئے ترستے فلسطینی عوام کا کوئی خیال نہیں ہے۔ یہ اسرائیل کے ساتھ امریکا کی دوغلی پالیسی اور دوہرے معیار کا جیتا جاگتا ثبوت ہے اسرائیل ہو یا امریکہ، دونوں نے یہاں اپنے اپنے مفادات کا تحفظ کرنے کے لئے طویل مدتی منصوبے تیار کئے ہیں اور ان منصوبوں کی تکمیل یا ان پر عمل داری کو یقینی بنانے کے لئے وہ کسی بھی حد تک جاسکتے ہیں جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اسرائیل نے گزشتہ دنوں اعلان کر دیا کہ وہ



صدام حسین کی ایک یادگار تصویر۔

نیوکلیر ہتھیاروں کا حامل ہے۔ اسرائیل اس اعلان کے ذریعہ علاقہ کے دوسرے ملکوں کو مرعوب کرنا چاہتا تھا حالانکہ سبھی اس بات سے واقف ہیں کہ یہودی مملکت بہت پہلے سے نیوکلیر ہتھیاروں کی حامل ہے اور خود امریکہ نے اس کے نیوکلیر پروگرام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں اہم رول ادا کیا ہے۔

مشرق وسطیٰ کے حالات اس قدر سنگین ہو گئے ہیں کہ کسی بھی وقت یہاں ناقابل کنٹرول صورتحال پیدا ہو سکتی ہے۔ امریکہ اور اسرائیل کو ان کی جارحیت سے روکتے ہوئے یہاں کے معصوم عوام کی ضروریات کی تکمیل کو اولین ترجیح دی جانی چاہیے۔ فلسطین میں خواتین اور معصوم بچوں کی حالت انتہائی اتر ہے اور دو وقت کی روٹی اور دواؤں کے لئے محتاج کر دیئے گئے ہیں اور حکومت ان کی ایک وقت کی مدد کے بھی قابل نہیں رہی۔ موجودہ حالات میں ایران نے حماس حکومت کی اپنے طور پر ممکنہ مدد کی ہے جب کہ علاقہ کے دوسرے ملکوں اور عرب حکومتوں کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے فلسطینی بھائی بہنوں کی اس مشکل گھڑی میں آگے آ کر مدد کریں۔ اس کے علاوہ یہاں امریکا کی سامراجیت اور صہیونی اسرائیل کے عزائم کو ناکام بنانے کے لئے آپس میں متحد ہو جائیں ورنہ خود اس خطے کے دوسرے ملکوں کا مستقبل بھی محفوظ نہیں رہ سکتا کیونکہ امریکہ ہو یا اسرائیل یہ کبھی بھی مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے اور ایک مسلم ملک کا سہارا لے کر دوسرے کو ختم کرنا ان کا وطیرہ رہا ہے اور یہ آئندہ بھی ایسا کر سکتے ہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ خطے کے مسلم ملک اس بات کو سمجھیں اور اپنی صفیں درست کر لیں۔

عراقی وزیراعظم نوری المالکی وزیراعظم کے عہدے پر دوسری میعاد کے لئے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے، ان کی خواہش ہے وہ پہلی میعاد کے ختم ہونے سے قبل ہی سبکدوش ہو جائیں ان کا دعویٰ ہے کہ وہ ملک میں جاری مسلکی تشدد کے واقعات سے بیحد غمگین ہیں۔ وال اسٹریٹ جرنل کو دیئے گئے ایک انٹرویو کے دوران جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا وزیراعظم کے عہدے کے لئے دوسری میعاد میں دلچسپی رکھتے ہیں تو انہوں نے فوری جواب دیا، ناممکن، واضح ہو کہ ان کے عہدے کی میعار چار سال ہے تاہم اس میں مزید تخفیف ہو سکتی ہے۔

انہوں نے عراقی شورش سے نہایت دھیمے انداز میں نمٹنے والی امریکی قیادت اور عراقی افواج کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ دریں اثنا امریکی صدر جارج بش عراق میں امریکی افواج کی تعداد بڑھانے کا اعلان کر چکے ہیں۔ صدام حسین کو پھانسی دیئے جانے کے بعد مسلکی تشدد میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔ صدام حسین کو پھانسی دیئے جانے کے مناظر کی ویڈیو بھی خفیہ طور پر جاری ہوئی ہے۔ نوری الماکی ایک شیعہ ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ عراق کے حالات ضرور خراب ہیں تاہم ملک خانہ جنگی کا شکار ہرگز نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ عراق میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ ایک گروہی دہشتگردوں کی جنگ ہے جس سے نمٹنے کے لئے ایک مضبوط فوج کی ضرورت ہے جو ان حالات سے تیزی کے ساتھ نمٹ سکے جس کے لئے عراقی فوجی کمانڈروں کو زیادہ سے زیادہ اختیارات دیئے جانے کی ضرورت ہے۔

اقوام متحدہ کے نئے سیکریٹری جنرل بان کی مون اپنے عہدے کے جائزے کے پہلے ہی روز ایک تنازعہ میں پھنس گئے جس کے بارے میں مبصرین کا خیال ہے کہ صدام کو سزائے موت پر اقوام متحدہ کے موقف کی وضاحت نہیں ہو سکی۔ واضح ہو کہ صدام حسین کو پھانسی دیئے جانے کے معاملہ پر جب انہوں نے بیان دینا شروع کیا تو اخباری نمائندوں کی بار بار توجہ دلانے اور کوششوں کے باوجود انہوں نے اس بارے میں کوئی وضاحت نہیں کی کہ وہ سزائے موت کے خلاف ہیں۔ بعد ازاں پریس کانفرنس کے دوران ان کے ترجمان مائیکل مونٹاس کو کئی سوالات کا سامنا کرنا پڑا۔ اخباری نمائندے ان سے یہ جاننا چاہتے تھے کہ آیا سزائے موت سے اقوام متحدہ کی پالیسیوں میں تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ مسٹر مونٹاس نے کہا کہ پالیسیوں میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی ہے تاہم اس بارے میں انہوں نے بھی کوئی وضاحت نہیں کی کہ مسٹر مونٹاس سزائے موت کے حامی ہیں یا مخالف ہیں۔ مسٹر مونٹاس کا اخباری نمائندوں کے ساتھ یہ پہلا ان کا وٹو تھا اور انہوں نے صدام حسین کی پھانسی کے بجائے ان کے ظلم و ستم پر روشنی ڈالنی شروع کر دی اور کہا کہ یہ ہر رکن ملک کی ذمہ داری ہے کہ وہ کسی بھی قانون کے انسانی پہلوؤں کو بھی مد نظر رکھیں مذکورہ معاملہ اس وقت زیر بحث آیا۔ جب سابق سیکریٹری جنرل کوفی عنان نے پھانسی کی شدید

ذمت کی جب کہ مسٹر مون نے کہا کہ صدام حسین نے اپنے عوام پر بے انتہا ظلم و ستم ڈھایا جن کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں صدام حسین کے جرائم کے شکار افراد کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ نئے سیکریٹری جنرل بان کی مون نے انتظامی اصلاحات پر زور دیتے ہوئے کہا کہ اقوام متحدہ جیسے ادارے میں عالمی برادری کی توقعات کو پورا کرنے کے لئے اصلاحات کی سخت ضرورت ہے۔ اپنے عہدے کا جائزہ لینے کے بعد دفتر میں حاضری کے پہلے روز انہوں نے اقوام متحدہ کے اسٹاف ارکان سے کہا کہ وہ اس عالمی ادارے کو مزید متحرک بنانے کے لئے ان کے ساتھ بھرپور تعاون کریں تاکہ عالمی برادری کی توقعات پر پورا اتراسکے۔ انہوں نے کہا کہ ہم تسلسل کے ساتھ تبدیلی پر یقین رکھتے ہیں اور عالمی برادری کو یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہم تیار ہیں اور تبدیلی کے خواہاں ہیں۔



## باب نمبر 22

## عراق کا مستقبل

عراق میں فرقہ وارانہ تشدد کا بازار گرم ہے، تاہم ایسے میں بعض شیعہ سیاستدان جن میں وزراء بھی شامل ہیں ملک کی تقسیم کے مطالبے پر دباؤ میں اضافہ کر رہے ہیں۔ واشنگٹن میں بھی چند معروف شخصیات یہی بات کر رہی ہیں تو کیا عراق کا ایک متحد ریاست کے طور پر کوئی مستقبل ہے؟ ”ایک عراق سے تین بہتر“ کافی عرصے سے گردش میں ہے، البتہ اب یہ بات عراق اور واشنگٹن میں ایک نئے ولولے سے کہی جا رہی ہے۔ شیعہ سنی ہلاکتیں اس خیال کو مزید تقویت دے رہی ہیں۔ ایک معروف شیعہ رہنما عبدالعزیز حکیم بڑی شدت سے ایک شیعہ خطے کے لئے کام کر رہے ہیں جہاں سب سے زیادہ تیل کے وسائل ہیں ایک سنیر عراقی اہلکار نے ایک خبر رساں ادارے کو نام نہ بتاتے ہوئے کہا کہ عراق کو بطور ایک سیاسی منصوبے کے ترک کر دیا گیا ہے۔ لیکن بہت سے شیعہ رہنما عراق کو متحد رکھنے کے لیے کام کر رہے ہیں۔ تاہم وزیر تعلیم خوضائی کا جو خود بھی شیعہ ہیں، کہنا ہے کہ وفاق ان تمام ”دہشت گردی“ والے علاقوں کو ان سے الگ کر دے گا جو ترقی کر رہے ہیں۔ کٹ جانے والے علاقوں سے واضح مراد بغداد کے شمال اور مغرب میں سنی اکثریتی آبادی والے خطے ہیں جب کہ جو علاقے ترقی پذیر ہیں وہ کردوں کا شمالی اور شیعوں کا جنوبی علاقہ ہے۔ امریکہ میں ایک سابق سفیر پیٹر گالبریتھ نے ”عراق کا خاتمہ“ نام سے ایک کتاب لکھی ہے



ان کا کہنا ہے کہ عراق پہلے ہی ٹوٹ چکا ہے اور امریکی سپر طاقت بھی اسے اب دوبارہ نہیں جوڑ سکتی۔ ایک سنیر ڈیموکریٹ سینیٹر فوزف بیڈن بھی تقسیم کی حمایت کر رہے ہیں۔ دوسری جانب اس خیال کے مخالفین بھی کافی تیز ہیں۔ ان کا موقف ہے کہ عراق کی تقسیم تشدد سے لبریز ہوگی اور ضروری نہیں کہ اس سے استحکام پیدا ہو۔ ان کے خیال میں کرد شمال اور شیعہ جنوب میں تیل کے وسائل پر قابض ہو جائیں گے جس سے سنی غربت کا شکار ہو جائیں گے۔

متحدہ عراق کے لئے ایک خطرہ ایران، شام، سعودی عرب اور ترکی کا مداخلت کی جانب مائل ہونا ہے، جو بات کردوں کے لئے اچھی ہو ضروری نہیں عراق کے لئے ویسی ہی ہو۔ عراق کا مستقبل زمینی حقائق اور واقعات پر منحصر ہے نا کہ سیاستدانوں کی تقاریر پر۔ عراق کے صدر جلال طالبانی نے کہا ہے کہ اگر ایران اور شام عراق میں استحکام لانے کی کوششوں میں مدد کریں تو ملک میں جاری تشدد مہینوں میں ختم ہو سکتا ہے۔ عراقی صدر نے بی بی سی سے بات کرتے ہوئے کہا کہ اگر ایران اور شام، عراق میں امن کی کوششوں میں شامل ہو جائیں تو یہ دہشت گردی کی کارروائیوں کے اختتام کا آغاز ثابت ہوگا۔ عراق کی صورت حال میں بہتری کی کوششوں میں شام اور ایران کی ممکنہ شمولیت کا عندیہ امریکی ماہرین کے اس پینل میں بحث کے بعد سامنے آیا ہے۔ جو اطلاعات کے مطابق اس بات پر غور کر رہے ہیں کہ عراق کے لئے امریکی حکمت عملی میں بڑی تبدیلی لانے کی ضرورت ہے اس پینل کی سربراہی سابق امریکی وزیر خارجہ جیمز بیکر کر رہے ہیں جن کے بارے میں پتہ چلا ہے کہ وہ یہ بھی غور کر رہے ہیں کہ امریکی فوج کا عراق میں رہنا صورت حال کی بہتری میں مدد نہیں ہو سکتا۔

بی بی سی کے مطابق جیمز بیکر جو گزشتہ خلیجی جنگ میں امریکہ کے وزیر خارجہ تھے اور بش خاندان کے قریبی سمجھے جاتے ہیں عراق کی صورت حال پر پریشان ہیں۔ تاہم عراقی صدر جلال طالبانی کا کہنا تھا کہ انہیں اس بات سے کوئی پریشانی نہیں کہ جیمز بیکر کا پینل اس بات کی سفارش کر سکتا ہے کہ عراق سے امریکی فوج اور اس کے اتحادیوں کو جلد واپس بلایا جائے۔ انہوں نے بی بی سی کے جم میور کو بتایا ”مجھے یقین ہے کہ عراق سے



مابق عراقى صبور صدام حسين، فلسطينى، بنما يامرافات كساتهء اءك ياءاا اءصوء

جلدی نکلنے کا فیصلہ کوئی نہیں کرے گا۔ جیمز بیکر کا کمیشن غور کر رہا ہے کہ عراق کے لئے امریکی پالیسی میں بنیادی نوعیت کی تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔

وہ ٹاسک فورس جسے امریکی کانگریس نے عراق میں امریکی پالیسی کے اثر و نفوذ اور کامیابی کا معائنہ کرنے کے لئے کہا تھا دو مختلف امکانات پر غور کر رہی ہے جو صدر بش کی پالیسی کا الٹ ہیں۔

جیمز بیکر نے اب تک اس بات پر اصرار کیا ہے کہ ان کے پینل نے عراق کے بارے میں تاحال کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا تاہم حالیہ ٹی وی انٹرویوز کے دوران انہوں نے پینل کے ارکان کی سوچ کے بارے میں اشارہ ضرور دیا ہے۔ انہوں نے اے بی سی ٹیلی ویژن سے بات کرتے ہوئے کہا: ہمارے کمیشن کا خیال ہے کہ عراق کے لئے اعلانیہ امریکی پالیسی کی بجائے اس کے بدل موجود ہیں۔ ادھر برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر نے کہا کہ عراق اور افغانستان سے اتحادی افواج اس وقت تک واپس نہیں آئیں گی جب تک ان کا کام مکمل نہیں ہو جاتا۔

مہاجرین سے متعلق اقوام متحدہ کے ادارے کے مطابق تشدد میں اضافے کے باعث ہزاروں عراقی ملک چھوڑ رہے ہیں۔ اقوام متحدہ کے ادارے یو این ایچ سی آر کے مطابق مغرب میں بھی سیاسی پناہ کے لئے درخواست دینے والے عراقی شہریوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔ یو این ایچ سی آر کے مطابق عراق کے اندر بھی نقل مکانی میں اضافہ ہو رہا ہے اور اس سال تین لاکھ 65 ہزار عراقی نقل مکانی پر مجبور ہوئے ہیں۔ اس سے پہلے عراقی حکومت نے اندازہ لگایا تھا کہ فروری سے اب تک تین لاکھ سے زائد عراقی گھر بار چھوڑنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ فروری میں سمارہ میں شیعہ مسلمانوں کے مزارات پر سنی مزاحمت کاروں نے بموں سے حملہ کیا تھا۔ اس سے پہلے یو این سی ایچ آر جلا وطن عراقیوں کی وطن واپسی اور آباد کاری اور ملک میں بسنے والے غیر عراقیوں کی مدد پر توجہ دے رہی ہے۔

یو این سی ایچ آر کے مطابق گزشتہ سال پچاس ہزار کے قریب جلا وطن عراقی

قریبی ملکوں سے واپس آئے تھے جب کہ اس سال یہ تعداد ایک ہزار سے نہیں بڑھ پائی۔ یو این سی ایچ آر کے ترجمان رون ریڈمنڈ نے شام کے ساتھ عراقی سرحد کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ روزانہ دو ہزار افراد وہاں آرہے ہیں جس سے ایک ماہ میں شام جانے والے عراقیوں کی تعداد چالیس ہزار سے زائد بنتی ہے۔ ایجنسی کے مطابق عراق سے شام اور اردن جانے والی عراقی شہریوں کا اندراج نہیں کیا جاتا جس سے ان دو ملکوں میں جانے والے عراقیوں کی صحیح تعداد کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ اس کے علاوہ عراقی شہری ترکی، لبنان، مصر، خلیجی ریاستوں اور یورپ کو جا رہے ہیں۔

## عراق ایک اسلامی مملکت

دوسری طرف عراق کی سب سے بڑی سنی مزاحمتی تنظیم مجاہدین شوری کونسل نے عراق میں اسلامی مملکت قائم کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔ روزنامہ، خلیج، نے تفصیلات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا تھا کہ مزاحمتی تنظیموں اور قبائلی سرداروں کے اتحاد سے بننے والی ”حلف الطیبین“ (نیوکاروں کے اتحاد) یونین نے عراق میں اسلامی مملکت قائم کرنے کا اعلان کیا ہے اور اس نئی مملکت کا نام ”دولۃ العراق الاسلامیہ“ رکھا ہے۔ حلف الطیبین یونین نے 8 مزاحمتی تنظیموں کی مشاورتی کونسل، جیش الفاتحین، تنظیم جند الصحابہ، بریگیڈ انصار السنہ اور عراقی قبائل کے چند سرداروں کے ساتھ اتحاد قائم کرنے کے بعد ایک اسلامی مملکت بنانے کا فیصلہ کیا۔ مزاحمتی تنظیموں کی طرف سے جاری ہونے والے پریس بیان میں بتایا گیا کہ ہم مسلمانوں کو خوشخبری دیتے ہیں کہ اسلامی نظام کو نافذ کرنے کے لئے عراق میں اسلامی مملکت قائم کر دی گئی ہے۔ پریس بیان کے ساتھ مزاحمتی تنظیموں نے ایک ویڈیو فلم بھی جاری کی جیسے الجزیرہ ٹی وی نے نشر کیا۔ ویڈیو فلم میں اس نئی اسلامی مملکت کے ترجمان ایک نقاب پوش عراقی نے بتایا کہ عراق کے 6 صوبوں اور چند شہروں میں اسلامی مملکت قائم کر دی گئی ہے۔ اسلامی مملکت بغداد، انبار، دیالی، کرکوک، صلاح الدین اور نینوی صوبوں میں قائم کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ بابل شہر، واسط شہر بھی اسلامی مملکت میں شامل

ہیں۔ پریس بیان میں کہا گیا کہ ان صوبوں اور شہروں کے عوام کی خواہش کے مطابق ان علاقوں میں اسلامی قوانین نافذ کر دیئے گئے ہیں۔

اسلامی مملکت کے ترجمان نے ایک ویڈیو فلم میں کہا کہ مالکی کی کٹھ پتلی حکومت امن امان قائم کرنے میں ناکام رہی ہے اور آئے دن امریکی نواز ملیشیا میں مسلمانوں کا قتل عام کر کے ان کی نسل کشی کر رہی تھیں۔ دوسری طرف امریکہ نواز حکومت نے عراق کو تقسیم کرنے کی خاطر خود مختار حکومتیں قائم کرنے کے لئے ایک قرارداد پاس کی ہے۔ امریکیوں سے مل کر شمالی عراق میں اپنا ملک بنا رہے ہیں جب کہ جنوبی عراق میں مالکی نے صوبائی خود مختار حکومتیں قائم کرنے کی قرارداد پاس کروا کر عراق کو تین ٹکڑوں میں تقسیم کرنے کی سازش کی ہے۔ اسلامی مملکت کے ترجمان نے کہا کہ ان حالات میں مزاحمت کاروں پر واجب تھا کہ وہ عراقی عوام کو محفوظ بنانے اور ملک میں امن و امان قائم کرنے کے لئے اسلامی مملکت قائم کریں تاکہ شہداء کی قوم بانیاں رائیگاں نہ جائیں اور نہ ہی ملک میں خون خرابہ ہونے کا کوئی فتنہ باقی رہ جائے۔

بی بی سی (عربی) کے مطابق اسلامی مملکت کے ترجمان نے کہا کہ ہم مسلمانوں کو خوشخبری دیتے ہیں کہ عراقی عوام کو محفوظ ترین بنانے کے لئے عراق میں اس طرز کی اسلامی مملکت قائم کر دی گئی ہے جس طرح کی پیغمبر اسلام ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کر کے اسلامی مملکت قائم کی تھی۔

اسلامی مملکت کے قیام کے مقصد کا ذکر کرتے ہوئے ترجمان نے بتایا کہ امارت اسلامیہ قائم کرنا اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے جدوجہد کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ پریس بیان میں کہا گیا کہ امارت قائم واجب ہے اور اس فرض کی ادائیگی سے غافل ہونا ایک کبیرہ گناہ ہے پریس بیان میں بتایا گیا کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا کہ اگر زمین کے کسی حصہ میں صرف تین مسلمان ہی کیوں نہ ہوں تو ان کے لئے بھی واجب ہے کہ وہ اپنے سے ایک آدمی کو امیر بنائیں۔ پریس بیان میں کہا گیا کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے کفار اور تمام اہل کتاب کی گھناؤنی سازشوں کے باوجود مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے اسلامی مملکت قائم



سابق صدر حسین عراقی کا بینڈ کے اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے۔



کی۔ آج عراق میں بھی مجاہدین نے کفار اور ان کے حامیوں کی گھناؤنی سازشوں کے باوجود اسلامی مملکت قائم کی ہے۔

لندن سے شائع ہونے والے عربی روزنامہ ”قدس عربی“ کے مطابق پریس بیان میں بتایا گیا کہ عراق میں اسلامی مملکت قائم کرنے والوں کے پاس اس فلسطینی حکومت سے زیادہ پاور اور اختیارات ہیں جس کی حکومت کو دنیا کی اکثریت نے تسلیم کیا اور اس حکومت کے اختیارات سنبھالنے کے باوجود اسرائیل جب چاہتا ہے جسے چاہتا ہے گرفتار کر لیتا ہے اور جسے چاہتا ہے چھوڑ دیتا ہے۔ اس فلسطینی حکومت کے برعکس عراق میں موجود ہمارے علاقے میں امریکی قابض افواج کے فوجی آتے ہیں تو ہم ان میں سے اکثر کو خون میں نہلا کر واپس بھیجتے ہیں۔

پریس بیان میں امریکہ کو خبردار کرتے ہوئے کہا گیا کہ قابض افواج اور ان کے حامیوں کو چاہیے کہ وہ یہ جان لیں کہ مسلمان کا خون سستا نہیں بلکہ بہت مہنگا اور قیمتی ہے۔ آج کے بعد کسی نے اسلامی مملکت میں شامل شہروں پر حملہ کر کے مسلمانوں کا خون بہانے کی کوشش کی تو ہم اسے دوگنا اور تباہ کن جواب دیں گے۔ قابض افواج کو چاہیے کہ وہ یہ جان لیں کہ بغداد دارالخلافہ ہے، اسے ہمارے آباؤ اجداد نے بنایا ہے اور یہ ہمارے ہاتھوں سے صرف اسی وقت نکل سکتا ہے جب ہماری لاشوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ پریس بیان میں قبائلی سرداروں، شہریوں سے اپیل کی گئی کہ وہ امیر المؤمنین شیخ ابو عمر بغدادی کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس مملکت کو مضبوط بنانے میں مدد دیں۔ پریس بیان کے آخر میں دنیا بھر کے مسلمانوں سے اپیل کی گئی کہ وہ اپنی زبان سے لے کر خون تک ہماری مدد کریں کیونکہ اللہ کے بعد ہماری امیدیں آپ مسلمانوں سے وابستہ ہیں اور آپ ہی ہماری قوت کا سرچشمہ ہیں۔ اس لئے آپ سے اپیل کی جاتی ہے کہ آپ ہماری مدد کے لئے اٹھ کھڑے ہوں اور ہمارا دفاع کریں۔

عراق میں اسلامی حکومت قائم ہونے کے اعلان کو کئی روز گزر جانے کے باوجود امریکی حکومت اور ان کے حامیوں کی طرف سے کوئی رد عمل سامنے نہیں آیا۔ مزاحمت

کاروں کا اسلامی مملکت کا اعلان کرنا امریکی فوج کی بہت بڑی ناکامی ہے اور اسلامی مملکت کے اعلان نے امریکہ کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملا دیا ہے امریکہ عراق کو تین حصوں میں تقسیم کرنا چاہتا تھا تا کہ نومبر میں ہونے والے کانگریس کے انتخابات سے پہلے امریکی فوجیوں کو عراق سے واپس بلایا جاسکے۔ اس منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے عراقی حکومت سے خود مختار حکومتیں قائم کرنے کی قرارداد پاس کرائی جس کی بدولت کردستانی عراق میں اور شیعہ جنوبی عراق میں جب کہ سنی وسطی عراق میں اپنے اپنے ملک بنالیں گے۔ سنیوں کو حکومت تشکیل دینے پر راضی کرنے کے لئے امریکی وزیر خارجہ کنڈولیزا رائس نے سعودی حکام کو حکم دیا تھا کہ وہ عراقی سنی وفد کو سعودیہ بلا کر اپنی حکومت قائم کرنے پر رضامند کریں۔ سعودی حکام نے عراقی سنیوں کی ایک سیاسی تنظیم کے سربراہ شیخ حارث ضاری کو سعودیہ بلایا اور ان سے ملاقات کر کے انہیں حکومت تشکیل دینے پر رضامند کر رہے تھے کہ مزاحمتی تنظیموں نے اسلامی مملکت قائم کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس طرح تمام امریکی منصوبہ خاک میں مل گیا اور عراق میں امریکی فوج کی موجودگی جن مقاصد و اہداف کے لئے تھے ان میں وہ بہت بری طرح ناکام ہوئی۔

امریکی صدر بش نے اسلامی مملکت کے اعلان سے چند روز پہلے یعنی 11 اکتوبر کو واٹس ہاؤس میں تقریر کرتے ہوئے ایک ہی جملہ تین مرتبہ دہرایا کہ ”عراق میں امریکی فوجیوں کی موجودگی صرف اس لئے ہے کہ دہشت گردوں کو خلافت اسلامیہ جیسی مملکت قائم کرنے سے روکا جاسکے، بش نے اپنے خطاب میں مزید کہا کہ ”دہشت گرد خلافت آئیڈیالوجی کو پھیلانا چاہتے ہیں اور ایک ایسی مملکت قائم کرنا چاہتے ہیں جس میں آزادی اور لبرل ازم نام کی کسی چیز کا کوئی تصور نہ ہو۔ امریکی صدر بش نے کہا کہ خلافت اسلامیہ کے طرز پر انتہا پسندوں کی مملکت قائم ہونے سے امریکی ویورپی ممالک کے مفادات اور سلامتی کو شدید خطرہ لاحق ہو جائے گا۔

امریکی صدر بش کے اس بیان کو دیئے ابھی چند دن ہی ہوئے تھے کہ عراق مزاحمت کاروں نے اسلامی مملکت قائم کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس اعلان سے امریکی

حکومت سکتے ہیں آگئی اور سات دن گزر جانے کے باوجود اب تک امریکہ اور اس کے حامیوں نے اسلامی مملکت کے حوالے سے کوئی بیان جاری نہیں کیا۔ امریکی فوجی حکام کی خاموشی سے ثابت ہوتا ہے کہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو مملکت قائم کرنے کے اعلان سے شدید جھٹکا لگا ہے اور ان کے پاس اب صرف شکست قبول کرنے یا پھر خاموش رہ کر فوجیوں کو مروانے کے علاوہ تیسرا کوئی راستہ نہیں رہ گیا۔

## الٹی ہو گئیں سب تدبیریں

سوویت یونین کی شکست و ریخت کے بعد 1990ء کی دہائی کے آغاز میں امریکہ کے احساس فتح میں زبردست اضافہ ہوا۔ 1940 کی دہائی میں فاسٹ چیئنج کو شکست دینے کے بعد لبرل کپیٹلزم نے اپنے آخری زریف عالمی کمیونزم کو بھی مات دے دی۔ فرانس نو کو یوہامانے میدان مارنے کے اس احساس کو مغرب کی قیادت میں بنی نوع انسان کی "تاریخ کا اختتام" قرار دے دیا۔

جیت کے اس خمار نے بہت جلد عالمی نظام تبدیل کرنے کی سوچ کو جنم دیا۔ چند برسوں کے اندر اندر سرمایہ داری نظام کے بڑے مراکز نے اکثر اقوام کی خود مختاری کو اپنے شکنجوں میں جکڑ لیا جنہوں نے 1930ء کے عشرے اور اس کے بعد مختلف مراحل میں آزادی حاصل کی تھی۔ بالادستی کی اس تازہ لہر میں زبردست اقوام کو نوآبادی بنانے کے بجائے واشنگٹن نے یہ طے کیا کہ ان کی معیشت کے قواعد وہ خود وضع کرے گا۔ اس حکمت عملی کے تحت اضافی اہمیت کے حامل اکثر ممالک کو مجبور کیا جانے لگا کہ وہ اپنے دروازے بیرونی سرمایہ کاری کے لئے کھول دیں، اپنی معیشت کی نجکاری کریں، اپنے پہلے منصوبے منسوخ اور فلاحی نظام ترک کر دیں۔ ان جبری اقدامات کے نتیجے میں ان ممالک کی اوپن ڈور (Open Door) معیشتیں انیسویں صدی کا نقشہ پیش کرنے لگیں۔

یہ اقتصادی برتری امریکہ کے دونوں قدامت پرست ٹولوں کے لئے کافی نہیں تھی ان میں سے پہلا ڈک چین، رسفییلڈ اور بولٹن کی قیادت میں غیر معمولی قوم پرستوں



صدام حسین کو کمر بندالت میں لایا جا رہا ہے۔

(Ultra-Nationalists) اور دوسرا اولفو وٹز، فیتھ اور پرل کی سرکردگی میں زایو کانز (ziocons) کا تھا۔ موخر الذکر گروہ کو یہ نام جیمز پطرس نے دیا۔ ان دونوں ٹولوں کی خواہش تھی کہ سوویت یونین کے خاتمے کے بعد امریکہ کو یک قطبی سپر پاور بننے کا جو موقع ملا ہے وہ اس سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے پوری دنیا پر اپنے سیاسی غلبے کو ناقابل واپسی بنالے۔

نو قدامت پسندوں (نیو کانز) کے منصوبے کے دو اجزائے تھے۔ پہلا یہ کہ امریکہ اپنی فوجی برتری کو اس نقطے تک پہنچا دے کہ دنیا کے کسی بھی حصے میں اس کا کوئی ممکنہ حریف اس کی اس بالادستی کو چیلنج کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ اس جزو میں یہ بھی شامل تھا کہ امریکہ بین الاقوامی قوانین کو پس پشت ڈالتے ہوئے کسی بھی ایسے ملک کے خلاف جنگ شروع کر دے جو اس کے اقتصادی یا سیاسی مفادات کے خلاف کام کر رہا ہو۔

یہ بھی طے کیا گیا کہ اس منصوبے کی پہلی آزمائش مشرق وسطیٰ میں کی جائے گی۔ یہ وہ نقطہ تھا جس پر انتہائی قوم پرست اور زایو کانز اکٹھے ہو گئے۔ پہلے گروہ کی خواہش تھی کہ دنیا بھر کے تیل کے منافع پر مکمل کنٹرول حاصل کر کے اوپیک (Opec) کو تباہ کر کے یورپ، جاپان اور چین کو ریغمال بنا لیا جائے۔ دوسرا گروپ یعنی زایو کانز یہ چاہتے تھے کہ مشرق وسطیٰ میں اسرائیلی بالادستی کی مزاحمت کرنے والے بچے کچھے چند مراکز کو بھی نابود کر دیا جائے۔۔۔ ان میں عراق، ایران اور شام سرفہرست تھے۔

لیکن ان منصوبوں پر عملدرآمد کو ملتوی کرنا پڑا کیونکہ سابق صدر بل کلنٹن انہیں پوری طرح اپنانے پر آمادہ نہ ہوئے۔ پھر بھی عراق پر پابندیاں عائد کرنے سے وہ بنیاد فراہم ہو گئی جسے نو قدامت پسند بعد میں مکمل عملی جامہ پہنا سکتے تھے۔ 2000ء کے انتخابات میں جارج ڈبلیو بوش کے صدر منتخب ہونے سے نو قدامت پسندوں کو دوبارہ پہلی پوزیشن حاصل ہو گئی۔ اب وہ کسی ایسے مرحلے کا انتظار کرنے لگے جس سے انہیں مشرق وسطیٰ میں جنگ کرنے کا موقع مل جائے۔ بالآخر نائن ایون کے واقعات رونما ہو گئے جو ان کے لئے پرل ہاربر پر حملے کا متبادل ثابت ہوئے اور انہوں نے انہیں امریکہ کو ایک



ابدی عالمی سلطنت بنانے کے لئے استعمال کرنے کا تہیہ کر لیا۔ حاشیہ نشین اقوام پہلے ہی سوویت یونین کے ٹوٹنے کے بعد ناتواں ہو چکی تھیں۔ اور ان میں جن ممالک نے مزاحمت کی یا اسرائیل کے ساتھ پر امن رہنے سے انکار کیا انہیں بدمعاش ریاستیں قرار دے کر بلیک لسٹ کر دیا گیا۔ سابق سوویت یونین اور مشرقی یورپ کی کمیونسٹ معیشتیں اس قدر کمزور ہو گئیں کہ ان کی آبادیوں کی اوسط عمریں کم ہونے لگیں۔ تیسری دنیا کے ترقی پذیر ممالک کے اقتصادی حالات بھی دگرگوں ہو گئے۔ عالمی مالیاتی اداروں کی جکڑ بندیوں کے باعث وہ تباہی کے کنارے تک پہنچ گئے یہاں تک کہ 1997ء میں جنوب مشرقی ایشیا کی ”معجزانہ معیشتیں“ وال سٹریٹ اور آئی ایم ایف کے اشاروں میں پستی کو چھوتی ہوئی دکھائی دینے لگیں۔

نائن الیون کے بعد ان ممالک کی حالت اور بھی ابتر ہو گئی۔ نو قدامت پسندوں نے دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ کے بہانے پر امریکی تسلط قائم کرنے کے منصوبے کا آغاز کر دیا۔ امریکہ نے اپنے عالمی غلبے کے خلاف ہر مزاحمت کو دہشت گردی کا نام دینا شروع کر دیا جس سے اسرائیل کو زبردست فائدہ پہنچا۔ اب امریکہ نے کرہ ارض کے کسی بھی حصے میں پیشگی جنگ شروع کرنے کا از خود لائسنس حاصل کر لیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس نے اپنی حامی علاقائی طاقتوں اور آمر حکمرانوں کو بھی دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ کی آڑ میں حقوق انسانی پامال کرنے کی کھلی چھٹی دے دی۔

چنانچہ 9 اپریل 2003ء کو بغداد پر قبضہ کرنے کے چند ہفتے بعد ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اب امریکہ پوری دنیا کو تاخت و تاراج کرتا چلا جائے گا۔ ایران، شام اور شمالی کوریا اپنی حکومتیں گرنے کے دن گننے لگے۔ اسرائیل نے فلسطینیوں کی مکمل تباہی کی تیاری کر لی۔ پاکستان سے کہا گیا کہ وہ اپنے جوہری ہتھیار ختم کر دے ورنہ اسے بمباری کر کے پتھر کے زمانے میں پہنچا دیا جائے گا۔ یہ طے کر لیا گیا کہ تھوڑے ہی عرصے میں مصر اور سعودی عرب کو بھی چھوٹی دست نگر ریاستوں میں تبدیل کر دیا جائے گا علاقے میں موجود تیل کے ذخائر کی نجکاری کرا کے سستے داموں امریکی کارپوریشنوں کے ہاتھوں فروخت کر دیا جائے



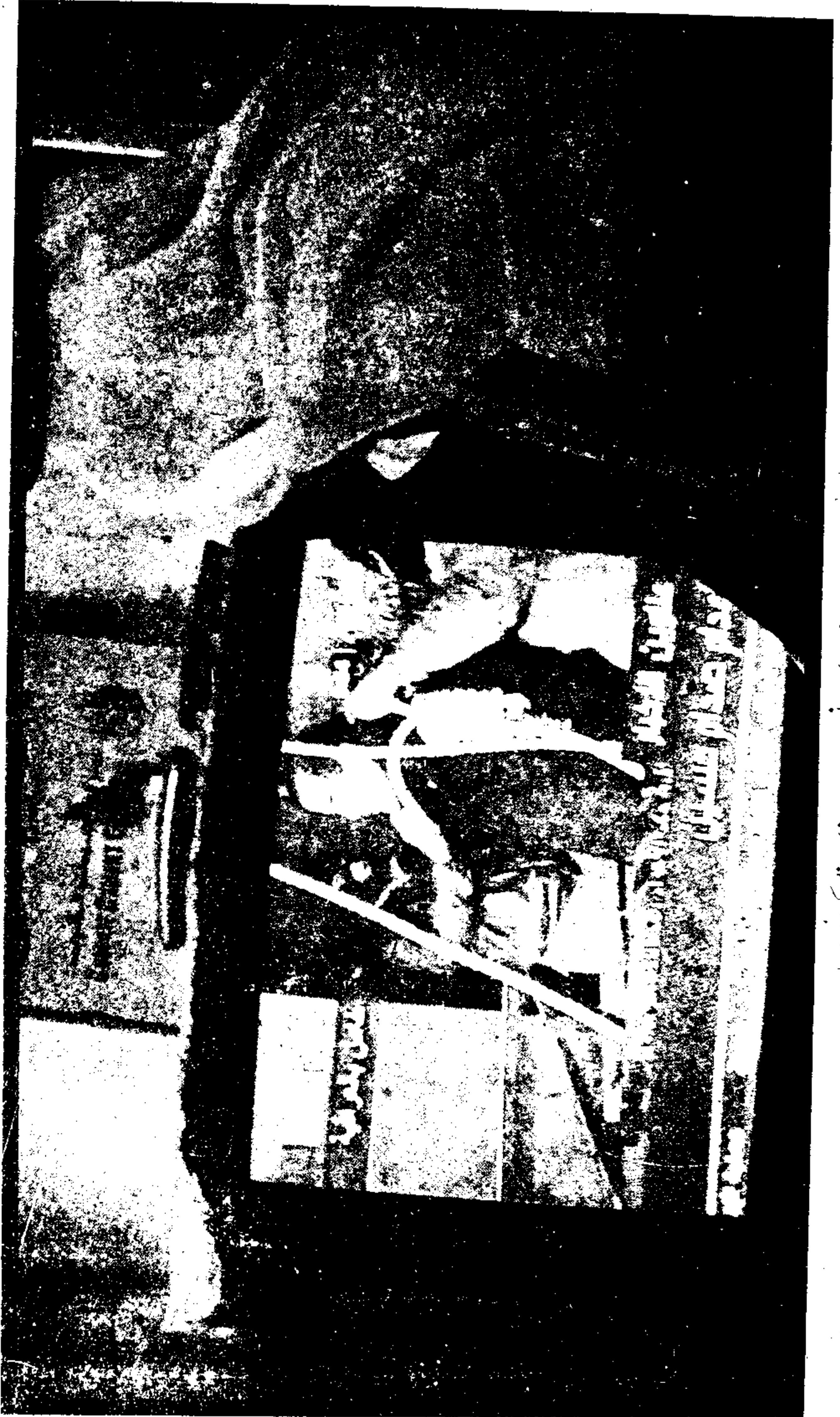
گا اور آخر میں مشرق وسطیٰ کے تیل کے مذبغوں پر امریکہ کی گرفت مضبوط بنا کر یورپ، چین اور جاپان کو امریکی غلبے کا اسیر بنا لیا جائے گا۔

عراق پر حملے کے چند ہفتوں بعد نو قدامت پسندوں نے یہ خواب دیکھنا شروع کر دیا کہ اب دنیا ان کے زیر نگیں آنے والی ہے اور امریکی صدی کا آغاز ہو چکا ہے۔ لیکن قدرت کی کارستانی دیکھئے کہ ان کے خواب بکھر گئے اور صرف چند ہزار عراقیوں نے امریکیوں کو اپنی فتح کا پھل کھانے سے روکنے کا عزم کر لیا۔ اپریل 2003ء کے وقت سے تلامخیز واقعات رونما ہو رہے ہیں لیکن ان کی سمت نو قدامت پسندوں کے منصوبوں کے مطابق نہیں ہے۔ حملے کے تین برس بعد امریکہ عراق میں گہری مشکلات کا شکار ہو چکا ہے اور اس کے قدم اکھڑ رہے ہیں۔ نائن الیون کے حملوں سے جہاں عرب دنیا کی گلیوں اور بازاروں میں چہل پہل ختم ہو کر رہ گئی تھی وہاں امریکی افواج بھی بغداد، فلوجہ، نجف، بامووی اور بصرہ کی سڑکوں پر آزادی سے چل پھر نہیں سکتے۔ عراق پر حملہ اور اس کا رد عمل زمین کو جھنجھوڑ کر رکھ دینے والا ایک واقعہ تھا جس کے نتائج کی تمام تہیں عیاں ہونا ابھی باقی ہیں۔

ایران میں حکومت تبدیل کرنے کا امریکی منصوبہ ناکام ہو چکا ہے اور اس کے برعکس اب ایرانی اپنی حالیہ تاریخ میں سب سے زیادہ مضبوط پوزیشن میں آچکے ہیں۔ صدیوں میں پہلی بار ان کا اثر و رسوخ عراق اور افغانستان کے اندر تک وسیع ہو چکا ہے۔ جہاں وہ امریکی تسلط کو نقصان پہنچانے کی اہلیت حاصل کر چکے ہیں۔

مزید برآں ایران نے ایسے میزائل بھی تیار کر لئے ہیں جن سے وہ خلیج میں جہازوں کی آمد و رفت بند کرنے کے علاوہ عرب امارات کی تیل کی تنصیبات کو نشانہ بنا سکتا ہے اور اسرائیل کے اندر تک حملہ کر سکتا ہے۔ اس طرح امریکہ نے خود اپنی حماقتوں کے سبب مشرق وسطیٰ میں اپنے آپشن ڈرامائی طور پر کم کر لیے ہیں۔

جولائی 2006ء میں اسرائیل نے حزب اللہ کو تباہ کرنے اور لبنان میں خانہ جنگی شروع کرا کے ایران اور شام کو کمزور کرنے کا منصوبہ بنایا لیکن وہ دونوں اعتبار سے ناکام ہو گیا، وہ حزب اللہ کو خاطر خواہ نقصان نہ پہنچا سکا۔ 1967ء میں تین عرب ممالک



ایک عرب نی وی چینل پر صدر ام حسین کو پھانسی دیے جانے کا منظر دکھایا جا رہا ہے۔

کی افواج کے برعکس حزب اللہ نے ایسا جواب دیا جس کے باعث شمالی اسرائیل میں زندگی مفلوج ہو کر رہ گئی 40 سے زائد اسرائیلی ٹینک تباہ ہوئے اور حزب اللہ اسرائیل انٹیلی جنس میں نقب لگانے میں کامیاب ہو گئی۔ اس جنگ کا سب سے اہم پہلو یہ سامنے آیا کہ حزب اللہ کے مجاہدین نے اس مفروضے کی دھجیاں اڑا دیں کہ اسرائیل ناقابل شکست ہے۔ ان واقعات سے امریکہ کے عرب اتحادی ممالک کو بھی شدید دھچکا پہنچا۔ عراق میں امریکہ کی شکست اور وہاں سے افواج واپس بلانے سے پیدا ہونے والی صورتحال سے خوفزدہ ہو کر وہ کھل کر علاقے میں اسرائیلی عزائم کا ساتھ دینے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ سعودی عرب مایوس ہو کر اپنے تیل کی دولت مسلمانوں کے مابین خانہ جنگی کو ہوا دینے پر خرچ کرنے کے لئے تلا ہوا ہے۔

امریکی افواج کے عراقی دلدل میں پھنس جانے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لاطینی امریکہ اپنے آپ کو امریکی غلبے سے آزاد کر رہا ہے۔ پیرو، بولیویا اور نکاراگوا میں ایسی حکومتیں قائم ہو چکی ہیں جن کے امریکہ کے ساتھ دوستانہ تعلقات نہیں ہیں۔ وینزویلا میں بولیورین انقلاب زور پکڑ رہا ہے۔ میکسیکو میں بایاں بازو جیتنے کے قریب تھا کہ اس کی فتح کو شکست میں تبدیل کر دیا گیا۔ کیوبا واضح کر رہا ہے کہ وہ کاسٹرو کے بغیر بھی اپنی روش برقرار رکھ سکتا ہے۔

لاطینی امریکہ کے سیاسی نقشے پر یہ تبدیلیاں مسلمہ طور پر ان رجحانات کا نتیجہ ہیں جن کا آغاز 1980ء کے عشرے میں از سر نو آزاد پالیسیاں اپنانے سے ہوا تھا۔ مزید برآں اس دفعہ لاطینی امریکہ میں تحریک مزاحمت کے پیچھے مقامی آبادی کی یہ شدید خواہش بھی کارفرما ہے کہ ان پر سترہویں صدی میں نوآبادیاتی دور کے آغاز پر جس نوآبادی شرافیہ کو مسلط کر دیا گیا تھا اس سے ہر صورت میں نجات حاصل کی جائے۔ ابھی یہ کہنا مشکل ہے کہ اگر امریکہ عراق کی دلدل سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا تو آیا وہ ان تبدیلیوں کی اجازت دے دے گا۔

غیر متوقع طور پر پاکستان کا حکمران طبقہ بھی ڈھکے چھپے انداز میں امریکی

مشکلات سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ افغانستان کے پشتون جنہوں نے سویت تسلط کے خلاف جہاد کیا تھا ایک بار پھر امریکی قیادت میں اتحادی افواج کے خلاف ایک بڑی جنگ لڑنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ جونہی افغانستان امریکہ کے ہاتھوں سے نکلا اس کے لئے وسطی ایشیا میں روسی اور چینی عزائم کے چیلنج کا مقابلہ کرنا بہت دشوار ہو جائے گا۔

عراق پر امریکی گرفت ڈھیلی ہونے کا اثر افریقہ پر بھی پڑ رہا ہے افریقی حکمران احساس آزادی سے چین کے ساتھ طویل مدتی اقتصادی روابط قائم کر رہے ہیں جن سے فائدہ اٹھاتے ہوئے چین پورے براعظم افریقہ میں اس ڈھانچے کو اپنے زیر تصرف لا رہا ہے جو امریکہ اور یورپ نے کئی صدیوں میں قائم کیا تھا۔ چین اس لحاظ سے بھی بہتر پوزیشن میں ہے کہ کوئی سیاسی مفاد اٹھانے کی شرط کے بغیر وہاں سرمایہ کاری کرنے کی پیشکش کر رہا ہے۔ امریکی اسٹیٹسمنٹ کی توجہ عراق میں مرکوز ہونے کے باعث افریقہ آہستہ آہستہ امریکی گرفت سے نکل کر چینی دائرہ اثر میں داخل ہوتا چلا جا رہا ہے۔

یہ امکان شکوک سے خالی نہیں کہ امریکہ زایوکازن کی حمایت کے بغیر ہی مشرق وسطیٰ میں فوجی مہم جوئی کا خطرہ مول لے لے گا اگرچہ اس خطے کی زوال پذیر سلطنتیں اس کا ساتھ دینے کے لئے بے تاب ہیں۔ زایوکازن نے بڑی ہوشیاری سے امریکی انتظامیہ کو یہ باور کرا کے عراق کی جنگ شروع کرائی کہ یہ اس کے لئے ایک تفریحی مارچ سے زیادہ مشکل نہیں ہوگی اور اس تاریخی اقدام سے مشرق وسطیٰ اس کے زیر نگیں آجائے گا۔ اسرائیل کم از کم اس وقت عراق کے بحران سے بہت خوش ہے کیونکہ یہ اس کی پرانی تمنا تھی۔ لیکن امریکہ اس صورتحال کو نہ سنبھال سکا تو یہ بڑی آسانی سے اس کے خلاف چلی جائے گی۔

اگر امریکہ جانی نقصان کے باعث عراق سے افواج واپس بلانے پر مجبور نہ ہوا تب بھی اس بات کا امکان بہت کم ہے کہ وہ جنگ زیادہ دیر تک جاری رکھ سکے۔ جنگ کے بڑھتے ہوئے اخراجات، تیل کی قیمتوں میں اضافہ بڑھتا ہوا تجارتی خسارہ اور ڈالر کی گرتی ہوئی ساکھ امریکہ کو مجبور کر دے گی کہ وہ مشرق وسطیٰ کے بارے میں اپنے عزائم پر نظر



ٹانی کرے۔ جب امریکہ اس نقطے تک پہنچ جائے گا تو اسرائیل کو امریکی ڈھال کے بغیر ہی اپنے ہمسایوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس سے بھی زیادہ بری صورت حال یہ ہوگی کہ امریکیوں کی بہت بڑی تعداد عراق میں امریکی شکست کی ذمہ داری اسرائیل پر عائد کر دیں گے۔

نائن الیون کے واقعات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے امریکی نو قدامت پسندوں نے فوراً مشرق وسطیٰ کو دوبارہ نو آبادی بنانے کے منصوبے پر عمل شروع کر دیا تھا۔ وہ عراق، ایران، شام اور شمالی کوریا میں حکومتیں تبدیل کرنے سے اس عمل کا آغاز کرنا چاہتے تھے۔ امریکہ اور اسرائیل دونوں کی خواہش تھی کہ برطانیہ اور صہیونیوں نے پہلی عالمی جنگ کے دوران جو کامیابیاں حاصل کی تھیں۔ اب انہیں اپنے ہاتھ میں لے کر مزید مضبوط بنا لیا جائے۔ لیکن اب اس مرحلے پر یہ ممکن نظر نہیں آتا کہ ان کے یہ آرزوئیں پوری ہو سکیں گی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نو قدامت پسندوں نے عراق میں تو تیزی سے حکومت تبدیل کر لی لیکن چند ہزار عراقیوں کی مسلح مزاحمت نے ان افواج کو زچ کر کے رکھ دیا جو پوری دنیا کا نظام تبدیل کرنے کے لئے نکلی تھیں۔

عراق کی جنگ پر اٹھنے والے تمام اخراجات، جن کے مختلف پوشیدہ پہلو اب تک منکشف ہو رہے ہیں سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ امریکہ نے مشرق وسطیٰ میں حکومتوں اور نظام کی تبدیلی کی جو مہم شروع کی تھی وہ اسی کے خلاف الٹ گئی ہے اور اب ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس تبدیلی کا شکار خود اس کا علم بردار ہونے والا ہے۔

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا

ترکی کے سابق وزیر اعظم عدنان مندریس اور پاکستان کے سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے بعد صدام حسین تیسرے مسلمان حکمران ہیں جنہیں پھانسی کی سزا دی گئی اور تینوں مسلم حکمرانوں کو تختہ دار تک پہنچانے میں عالمی استعمار (امریکہ) کا مکروہ کردار ایک حقیقت ہے۔ افغانستان کے سابق صدر نجیب اللہ کو بھی 1996ء میں کابل پر طالبان کے قبضے کے بعد ایک مشتعل جھوم نے پھانسی دے دی تھی لیکن صدر نجیب اللہ سے



عراقی، صدام حسین اور ان کے بیٹوں قسبی اور اودے کی تصویر اٹھائے مظاہرہ کر رہے ہیں۔



باقی تینوں حکمرانوں کا معاملہ یوں مختلف ہے کہ انہیں عدالتی کارروائی (گوکہ متنازع) کے بعد پھانسی دی گئی۔ صدام حسین فیئر ٹرائل سے محروم رہے اور ان کا مقدمہ عالمی عدالت انصاف میں اس خدشے کے پیش نظر نہیں لے جایا گیا کہ کہیں ٹھوس ثبوت نہ ہونے کے باعث رد نہ کر دیئے جائیں اس کے علاوہ صدام حسین کی گرفتاری سے پھانسی تک امریکی حکومت کی کوشش رہی ہے کہ اس سارے معاملے کو شیعہ سنی منافرت کو اور بھڑکانے کے لئے استعمال کیا جائے۔ انہیں پانچ نومبر 1982ء کو جیل کے واقعے میں 148 شیعہ افراد کے قتل کے جرم میں سزا سنائی گئی جبکہ ان کے مقدمے کی سماعت کرنے والوں ججوں میں بھی شیعہ جج اکثریت میں رکھے گئے۔ صدام کی سزا کے بعد یہ تاثر دینے کے لئے سرکاری ذرائع ابلاغ سے ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا کہ شیعہ آبادی جشن منارہی ہے جبکہ سنی اکثریت کے علاقے سوگ میں ڈوبے ہوئے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ شیعہ سنی منافرت بڑھانے کی کوششیں تاحال ناکام ہیں اور عراق میں برسریکار مجاہدین مسلکی تنازعات کو پس پشت رکھتے ہوئے اپنی سرزمین پر قابض غیر ملکی افواج کے خلاف جہاد میں مصروف ہیں۔ اس وقت ان کا مشترکہ دشمن امریکہ ہے اور وہ اس حقیقت سے بھی آگاہ ہیں کہ مذہبی و مسلکی منافرت بڑھانے کے لئے امریکی حکومت اپنے سوچے سمجھے منصوبے پر عمل پیرا ہے۔ رہا سوال صدام کی موت پر رقص کرنے والے لوگوں کا تو کیا یہ حقیقت نہیں کہ سقوط بغداد کے بعد بھی ذرائع ابلاغ سے ایسے مناظر نشر کئے گئے تھے جن میں عراقی عوام کو امریکی فوج کی آمد پر خوشیاں مناتے دکھایا گیا تھا؟ اگر عراقی عوام امریکی فوج کی آمد پر اتنے ہی خوش تھے تو آج یہ کون لوگ ہیں جو امریکی فوج کے قافلوں پر خودکش حملے کر رہے ہیں اور قابض فوج کے لئے دہشت کی علامت بنے ہوئے ہیں؟ اسی طرح صدام حسین کی شہادت پر بھی ذرائع ابلاغ کا یہ پروپیگنڈا درست نہیں کہ عراقی عوام مسرور ہیں درحقیقت عراق رنج و الم میں ڈوبا ہوا ہے اور صدام کی پھانسی کو ظلم تصور کیا جا رہا ہے۔ عین عید الاضحیٰ کے روز صدام کو پھانسی دیئے جانے پر عالم اسلام میں شدید رد عمل دیکھنے میں آیا اور مسلم ممالک نے اس مذہبی تہوار کے موقع پر صدام حسین کو سزائے موت

دیئے جانے کی شدید مذمت کی ہے۔ امریکی حکومت کے اس فیصلے سے تکبر اور غرور واضح طور پر جھلکتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امریکی حکومت کو مسلمانوں کے مذہبی جذبات کی قطعاً پروا نہیں۔

صدر بش کے حوالے سے بھی یہ خبر بصد اہتمام ذرائع ابلاغ کو دی گئی کہ صدر بش صدام کی پھانسی کے وقت گہری نیند سو رہے تھے۔ گویا صدر بش کو ضمیر کی خلش نے قطعاً بے چین نہیں کیا اور وہ اس تلخ واقعے کی وجہ سے کسی قسم کے دباؤ کا شکار نہیں۔ کاش امریکیوں کو یہ بھی بتایا جائے کہ جس وقت عراق اور افغانستان میں امریکی فوجی بموں اور گولیوں کا نشانہ بن رہے ہوتے ہیں اس وقت بھی صدر بش گہری نیند سو رہے ہوتے ہیں یا پھر اپنی صدارت کو "Enjoy" کر رہے ہوتے ہیں۔

صدام حسین کو کتنا ہی ظالم و جابر بنا کر پیش کیا جائے لیکن عرب باشندوں میں ان کی مقبولیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ صدام حسین فلسطین کا ذکے لئے بہت ہمدردانہ جذبات رکھتے تھے اور فلسطینی خاندانوں کی دل کھول کر مدد کرتے تھے۔ 2000ء میں انہوں نے ہر خودکش فلسطینی فرد کے لئے 25 ہزار ڈالر اور شہید ہونے والے ہر فلسطینی کے لواحقین کے لئے 10 ہزار ڈالر کا اعلان کیا تھا۔ صدام جیسے بھی حکمران تھے کم از کم ان کے دور میں عراقی شہریوں کے رواز نہ جنازے نہیں اٹھتے تھے۔ ملک کی سالمیت خطرے سے دو چار نہ تھی اور عوام خوشحال تھے۔ آج عراق کو ٹکڑے کر دینے کی باتیں ہو رہی ہیں، عراق کے وسائل قابض فوج کے تصرف میں ہیں، عراقی شہری لاکھوں کی تعداد میں لقمہ اجل بن چکے ہیں اور عوام کی بد حالی عروج پر ہے۔

صدام حسین کی پھانسی کے واقعے میں مسلم حکمرانوں کے لئے بھی عبرت کا سامان ہے۔ صدام کو امریکہ نے Project کیا۔ ایک وقت تھا کہ صدام امریکہ کی آنکھ کا تارا بنے رہے لیکن پھر چشم فلک نے یہ نظارہ بھی دیکھا کہ صدام کے امریکی سرپرست اس کے ملک پر چڑھ دوڑے اور آخر کار صدام کو تختہ دار پر لٹکا دیا۔

عراق پر کئی دہائیوں تک رعب اور دبدبے سے حکومت کرنے والے صدام

حسین نے موت کا سامنا بھی کمال جرأت، بے خوفی اور دلیری سے کیا۔ صدام نے منہ پر غلاف چڑھانے سے یہ کہہ کر انکار کیا کہ میں موت سے آنکھیں ملانا چاہتا ہوں۔ صدام ہاتھوں میں قرآن تھا۔ پراعتماد انداز سے چل کر پھانسی گھاٹ تک گئے، انہوں نے نعرہٴ تکبیر بلند کیا اور کلمہ شہادت پڑھ کر پھانسی کے پھندے پر جھول گئے۔ امریکیوں کے لئے زندہ صدام جس قدر خطرناک تھے، مرنے کے بعد اس سے کہیں بڑھ کر خطرناک ثابت ہوں گے۔ عراق میں صدام کی شہادت کے ساتھ ہی تشدد کی لہر میں تیزی آئی ہے۔ صدام کے حامیوں نے امریکیوں سے انتقام لینے کا عزم کیا ہے۔ صدام عراقی عوام کے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔







صبح پبلشرز  
اسٹیبلشمنٹ

E-mail: [sabeehpublishers@yahoo.com](mailto:sabeehpublishers@yahoo.com)

فون: 0300-4656003